لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

تنقید تقویت الایمان

خلاصہ ترجمہ شرح الصدور

از افادات و فیوضات شیخ العارفین حضرت سیدنا و مولانا
شاہ مخلص الرحمٰن الملقب بہ جہانگیر شاہ اسلام آبادی قدس سرہ

(پبلشر جناب مولانا محبوب الرحمٰن صاحب قبلہ اسلام آبادی)

انتباہ

یہ کتاب شرح الصدور جو تقویت الایمان کی تنقید میں ہے۔ سیدنا و مولانا شیخ العارفین حضرت شاہ مخلص الرحمن الملقب بہ جہانگیر شاہ اسلام آبادی قدس سرہٗ کی تصنیف منیف ہے۔ جس کا فارسی مسودہ حضرت شیخ العارفین شاہ جہانگیرؒ نے تیرہویں صدی ہجری میں زیب قرطاس فرمایا تھا۔ اور طباعت اوائل چودھویں صدی میں ہوئی تھی اور اب اردو ترجمہ عام فہم خلاصہ شائع کیا گیا۔ اور اصل عبارت تقویت الایمان احتیاط کیساتھ پوری درج کی اور عبارت تقویت الایمان کے شروع میں فرق کیلئے اس جملہ کا اضافہ کیا کہ

(مولوی صاحب لکھتے ہیں)۔

اور کتاب شرح الصدور کی عبارت کے شروع میں تفریق کے لئے اس جملہ کا اضافہ کیا کہ

(حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں)۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت شیخ العارفینؒ کے کمترین خدام الحکیم اسکندر شاہ۔ (حافظ) مقبول احمد۔ (مولوی سید احمد اسلام آبادی۔ (منشی) عبد القدیرؒ نے لکھا اور مخدوم زادہ محترم جناب مولانا محبوب الرحمٰن صاحب قبلہ اسلام آبادی نے سنہ ۱۳۶۹ھ میں شائع کیا۔

دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ اعلیحضرت شیخ العارفین سیدنا و مولانا شاہ مخلص الرحمٰن قبلہ قدس سرہٗ کے فیوضات و برکات علمی و روحانی سے اہل اسلام کو مستفیض فرمائے۔

آمین بحرمت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم۔

کتاب ملنے کا پتہ: کامیاب کتاب گھر۔ کالی مسجد۔ دہلی
دتی ملٹی ڈپو۔ ۲۰۷ کالی مسجد دہلی

عرضداشت مترجم

یہ "شرح الصدور" کا عام فہم اردو ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ میں حاصل معنی کو اور خلاصہ میں عام فہم لفظوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ بندگانِ خدا بھی پڑھ سکیں اور فائدہ اٹھا سکیں۔ جو صرف سادہ زبان اردو ہی پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں، اس نیت و ارادہ کے ساتھ اس خدمت دین میں مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔ جو خطائیں اور غلطیاں اس خدمت کو بجالانے میں اس ناچیز سے ہوئی ہوں، ان کی معافی کے لئے پروردگار عالم کے دامنِ رحمت ہی کا آسرا اور سہارا ہے، اور بس۔

خادمِ درگاہِ جہانگیری

(مترجم)

خلاصہ کتاب شرح الصدور

شرح الصدور کا عام فہم خلاصہ

از ارشادات

شیخ العارفین حضرت سیدنا و مولانا شاہ محمد مخلص الرحمٰن ، روحی فداہ رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی یوم دوشنبہ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۰۲ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حمد خدا تمام حمد و تعریف اس خدا کیلئے (سزاوار ہے) جس نے سب مخلوق کو پیدا کیا، پھر اپنی راہ دکھائی۔ اور ہر ایک کو اپنی بندگی بجالانے کا حکم دیا۔ (حکم سنکر عالم ارواح میں روز ازل سے ہی) دو گروہ ہو گئے۔ ایک نے تو ہدایت کو قبول کیا (یعنی اپنے پیدا کرنیوالے کی پرستش اور بندگی اور فرمانبرداری کو خوشی خوشی قبول کرلیا) اور دوسرے گروہ نے ایسا نہیں کیا۔ گمراہی اختیار کی۔ (اپنے پیدا کرنیوالے اور اپنے مالک کا حق ادا کرنے سے منہ پھیر لیا)

نعت نبی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام (رحمت کاملہ) ہو۔ جو اللہ کے بھیجے ہوئے، مخلوق کے ہادی، مذاہب باطلہ کے رد کرنیوالے، ایسے شفیع کہ اپنی شفاعت سے کل گمراہیاں اور لغزشیں محو کرادیں گے۔ پس رحمت کاملہ ہو ان پر اور ان پر بھی، جو اُن کی آل و اصحاب ہیں۔ اور آپکے نقش قدم پر چلنے والے، اور آپ کے احکام جاری کرنیوالے اور آپ کے اسرار (دین) کی اشاعت میں قائم اور سرگرم تھے (جنہوں نے راہِ خدا میں فدائے جان و مال سے ایثار و قربانی کے بہترین نمونے پیش کئے) اسکے

احسان کرنے والے خدا کا محتاج، اور حضور رسولِ مقبولؐ ہادیٔ انس و جان کی جاہ و منزلت کا (بارگاہِ الٰہی میں) وسیلہ ڈھونڈھنے والا مخلص الرحمٰن غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ کہتا ہے۔

مولوی صاحب کا تعارف

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنے بزرگان (خاندان شاہ عبدالرحیم صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالعزیز صاحب) کی عزت و شرافت کے باوجود علوم عقلی و نقلی میں بے نظیر تھے ان میں تیزیٔ زبان اور قوت بیان بے بدل تھی۔ (یہی وجہ تھی) کہ انکے زمانے کے بعض لوگ جو ان کے حالات کے ہر ایک جزو سے اچھی طرح آگاہ نہ تھے۔ اور نہ عقائد اہل سنت سے بخوبی مطلع تھے۔ ان کے محسنِ کلام پر شیفتہ و فریفتہ ہو گئے، اور انکے اختراعی طریقہ کو اچھا سمجھا اور انکو امامت و اجتہاد مطلق کے مقام میں اُتار دیا۔ لوگوں میں ان کی مقبولیت ان دو غیر (ناسمجھی کی) باتوں سے ہوئی۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان کے اسلاف صالحین (جن کے نام اوپر لکھے گئے) تمام اہل ہند کے مقتدیٰ اور پیشوا تھے۔ جن سے لوگوں نے عقائد و اعمالِ شرعیہ سیکھے تھے۔ پس لوگوں نے گمان کیا، کہ یہ جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں۔ یہ سب ان کے باپ دادا کے طریقہ کے موافق ہے، اور نصوص (قرآن و حدیث) کی تفسیر میں جو تحریف و تصرف انہوں نے کیا ہے۔ اور حضرات انبیاء اولیا کی ذلت و توہین کے جو کلمے ان کی زبان پر جاری ہوئے، یہ سب اپنے ان (بزرگانِ خاندان) سے ہی نہیں پہنچے ہیں۔ اور اس جماعت میں سے جو لوگ کہ اہلِ علم تھے انہوں نے اپنی معلومات میں تاویل کی بنیاد رکھی۔ (اور اپنی معلومات کو بھی ان ہی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی)، اور کتاب و سنت (قرآن و حدیث) کے محکمات (مضبوط اور کھلے کھلے امور) کو متشابہ

کے حکم میں تصور کیں۔ اس طرح لوگوں کو باطل اور فاسد باتوں کی طرف مائل و متوجہ کر دیا۔ گویا خود اپنے آباد اجداد پر کفر و شرک کی تہمت باندھی۔ (کیونکہ جن باتوں کو مولوی صاحب نے شرک و کفر ٹھہرایا ہے، وہ تو خود اُن کے بزرگانِ خاندان کے عقیدہ و عمل کی باتیں ہیں۔)

دوسرا سبب مولوی اسمٰعیل صاحب کے مقبولِ عوام ہونے کا یہ تھا، کہ وہ سید احمد صاحب بریلوی کے مرید ہو گئے۔ جو (غالباً) راجہ ہلکر کے فوجی رسالہ میں نوکر تھے۔ اور نوکری چھوٹ جانے کے بعد گھر میں بیٹھ رہے تھے۔ ان سید صاحب کو گھر سے باہر لا کر، ان کے ساتھ عقیدت مندی کا اظہار کیا۔ ان کی پالکی کو نہایت چاہت سے اپنے کندھوں پر اُٹھانے لگے۔ اور سید احمد صاحب کی "زبان فیض ترجمان" سے ایسا معلوم کیا، کہ (ان) حضرت شیخ پر علم لدنی اُترا ہے' (اور یہ اسرارِ الٰہی اور غیبی باتیں جانتے ہیں) اور خدا کے اگلے اور پچھلے (مقبول) بندوں کو جو حقائق و معارف (وحی الہام اور مکاشفہ کو) دکھائے اور بتائے گئے۔ ان حقائق و معارف کے دروازے ان پر کھول دیے گئے ہیں۔ اور آیہ کریمہ:-

انی مبشرٌ برسولٍ یاتی من	(حضرت عیسٰی نے کہا، میں بشارت دیتا ہوں ایک
بعدی اسمہٗ احمد	رسول کی جو میرے بعد آنے والے ہیں اور اسکا نام ہوگا احمد)

کا مصداق (اور اس بشارت عیسوی کا مورد و منشا) یہ ہی ذات بابرکات سید احمد بریلوی ہیں۔ حضرت رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں (نعوذ باللہ) [1]

---

[1] (از مترجم) ہمارے زمانہ میں مشرقی پنجاب کے ایک گاؤں سے بھی یہ ہی آواز آئی کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس بشارت عیسوی کا مصداق ہیں۔ (معاذ اللہ)

سید احمد صاحب علم سے کورے (ایک مردِ اُمّی و جاہل) تھے۔ پس لوگوں نے دیکھا کہ مولوی صاحب کا جب باعلم و شرف میں دستگاہ رکھنے کے باوجود (اپنے) حضرتِ شیخ کے ساتھ ایسا تذلل، ایسی عاجزی و فروتنی ہے، تو اس کا سبب (اُن کا عالمِ علمِ لدنّی اور صاحبِ کشف ہونا) ہی ہوگا۔ پھر تو لوگ یکبارگی ہجوم کر آئے (کہ ایسے پیر اور ایسے مُرید اور کہاں؟) اور جتنا علم و عقل رکھتے تھے، اس سے بیگانہ اور اپنے گھر بار سے آوارہ ہوگئے۔ (اور ان کے پیچھے چلنے لگے) اور اہلِ سنت کے (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) ان چاروں (برحق) مذہبوں کے انکار، اور اہلِ سنت و جماعت کی تکفیر، اور (مقتضائے) نبوت اور (شان) ولایت کا بطلان کرنے میں ان کو حق بجانب سمجھنے لگے۔

فلاسفہ کے مذہب پر تھے

اور حق تو یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب فلاسفہ کا مذہب رکھتے تھے۔ اور (دلائل) نبوت اور ولایت کے انکار میں وہ فلاسفہ کے مذہب پر چلے ہیں۔ اور کتاب و سنت کے نام سے انہوں نے (حقیقت تو یہ ہے کہ فلسفیوں کے مذہب کا پرچار کیا ہے) مگر عقل کی تیزی اور ذکاوت سے (ایسی گہری چال چلے) اور ایسی عجیب راہ اختیار کی، کہ سمجھ بوجھ میں راستی اور سچائی (اور قرآن و حدیث اور عقائدِ اہلِ سنت کا پورا پورا علم) اور فکر و نظر میں گہرائی جب تک پوری پوری نہ ہو، اس وقت تک انکی مغالطہ میں ڈالدینے والی باتوں کی تہ تک اور ان کے مغالطوں کی باریکیوں تک کوئی نہیں پہونچ سکتا۔

انہوں نے نبوت اور ولایت کے انکار میں کتاب و سنت پر چنگل مارا ہے۔ اور پاک کلامِ الٰہی اور ارشادِ نبوی کے صحیح معانی (و مطالب) میں الٹ پلٹ اور اَدَل بدل کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ فلاسفہ کی رائے اور

فلاسفہ کے مشرب پر (معانی قرآن و حدیث کو) لے گئے ہیں۔

ایک کتاب لکھ دی | اور اس بارہ میں ایک کتاب "تقویت الایمان" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں حضرات انبیاء (علیہم السلام) کے معجزوں اور حضرات اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم) کی کرامتوں کی نفی میں نہایت شد و مد سے کوشش بلیغ کی ہے۔ حالانکہ معجزے ثبوت نبوت اور کرامتیں ثبوت ولایت کے دلائل ہیں۔ (جن کی نفی گویا خود نبوت اور ولایت کی نفی ہے)

محض بندگان خدا کے فائدہ کیلئے | ہر چند ان حرفوں کا لکھنے والا تصنیف و تالیف کی استعداد نہیں رکھتا۔ اور معارضہ اور مناظرہ کی رغبت اپنے اندر نہیں دیکھتا۔ لیکن ایسے موقع پر چپ رہنا زندقہ اور الحاد (دین اسلام میں سخت خرابی) پھیل جانیکا، اور پروردگار عالم کے قہر و غضب کے اتر آنیکا باعث ہوتا ہے۔ (پس اس اندیشہ کے باعث) میں نے یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ (تاکہ بندگانِ خدا گمراہی اور قہرِ خداوندی سے اپنا بچاؤ کر سکیں)

(حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں) اور میں نے اس کتاب میں یہ کیا ہے کہ معجزہ اور کرامت کو جنکا برحق ہونا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے قرآن مجید سے، حدیث شریف سے اور اجماع امت (غرض) ان تمام مستند اور مانی ہوئی دلیلوں سے، اہل سنت کے (مذہبؒ) طریقہ کے موافق ثابت کیا ہے۔ اور اس تحقیقات کا نام شرح الصدور فی دفع الشرور رکھا ہے۔

حق تعالیٰ سے التجا | حق سبحانہ تعالیٰ سے التجا اور امید یہ ہے کہ ان حرفوں اور لفظوں کو حق اور باطل میں فرق کرنے اور حق اور باطل کو پہچان لینے کی کسوٹی بنائے، اور ملحدوں کے حیلوں کے رد کر دینے کا ذریعہ ٹھہرائے اور اپنے بندوں کو اس (کلام) کے قبول کرنے کی قوت و طاقت بخشے۔ آمین۔

اس مراد کے حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ہی ہمارا سوال ہے۔

خودساختہ طریقہ محمدیہ واضح ہو کہ مولوی صاحب نے اپنے خودساختہ طریقہ کا نام "طریقہ محمدیہ" رکھا ہے۔ اور اردو فارسی میں کتابیں لکھی ہیں تاکہ انکا اپنا بنایا ہوا یہ طریقہ پھیل جائے۔ ان کتابوں میں اہل سنت وجماعت کے ملنے ہوئے عقیدوں کا رد ہی نہیں ہے، بلکہ (یوں کہنا چاہئے کہ) مذہب اسلام کے تمام عقیدوں کا (یعنی فقہ کا اور تصوف کا) سب ہی کا رد و انکار ہے۔ اور ان سب کو جڑ بنیاد سے کھود ڈالنے کا قدم اٹھایا ہے یہاں تک (کہ اپنے مقتضائے کلام سے) دین کے بزرگوں، حضرات صحابۂ کرام اور تابعین، اور ائمہ مجتہدین سب ہی کے کافر و فاسق قرار دینے پر جا اترے (کذا) العیاذ باللہ۔

تمام غلط باتوں کی تردید اس کتاب میں ان تمام لغو باتوں کا رد اور بیان کیا جائیگا انشاء اللہ۔ اور اس کتاب کو پڑھکر اور سمجھ کر ہر ایک پر یہ کھل جائیگا کہ یہ ہے مولوی صاحب کے خودساختہ طریقہ محمدیہ کی حقیقت)۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں: (اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں)

"اور سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں پھیل رہا ہے اور اصلی توحید نایاب ہے"

حضرت شیخ العارفین ارشاد فرماتے ہیں!" جاننا چاہئے کہ مولوی صاحب کے مذہب میں حضرات انبیا کے معجزوں اور حضرات اولیا اللہ کی کرامتوں کا اقرار (اور ان کی تعظیم واجلال کا عقیدہ رکھنا) شرک ہے۔ اور اس کی ضد (یعنی انکار معجزات وکرامات اور انکار تعلیم انبیاء و اولیاء کا نام) انہوں نے توحید کہا ہے

شرک و توحید اور ہی چیز ہے لیکن اہل سنت وجماعت اور سلف صالحین (گذرے ہوئے بزرگان دین) کے مذہب میں شرک و توحید دوسری چیز ہے (یہ بیان آگے آئیگا)

مولوی صاحب لکھتے ہیں!

"سُننا چاہیے، کہ اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔" (اور یہ باتیں مولوی صاحب کے نزدیک شرک ہیں)

چار عالموں میں استمداد انبیاء اولیاء | حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں!" کہ اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے، کہ (۱) عالمِ روحانیت (۲) عالمِ جسمانیت (۳) عالمِ برزخ (۴) عالمِ قیامت۔ ان چار عالموں میں حضرتِ نبی اکرم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا (بارگاہِ الٰہی میں) وسیلہ اختیار کرنا، اور حضور سے مراد و مدد کا خواستگار ہونا، اور انبیاء اولیاء سے (عالمِ روحانیت کے علاوہ باقی) آخری تینوں عالموں میں (جسمانیت اور برزخ اور قیامت میں) مدد چاہنا، جائز و درست ہے۔ اور اس بارہ میں (کلام نبوی سے) بہت سی حدیثیں، اور (ارشادِ نبوی کے علاوہ) آثارِ صحابہ کرام موجود ہیں۔ (اور حقیقت یہ ہے کہ) حضراتِ انبیا کے بارہ میں تو اجماع ہو چکا ہے (کہ عالمِ جسمانیت اور عالمِ برزخ، اور عالمِ قیامت ان تینوں عالموں میں اُن کو مدد چاہنی، اور ان کا وسیلہ اختیار کرنا درست اور جائز ہے) لیکن اولیا، کے بارہ میں بعض فقہا کو کچھ اختلاف ہے۔

واسطہ اور وسیلہ کا احادیث و آثار سے ثبوت | (احادیث اور آثار صحابہ سے اس برحق عقیدہ کا ثبوت یہ ہے کہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ" جب حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے وہ لغزش وخطا سرزد ہو گئی (کہ شیطان کے بہکانے میں آ گئے اور خدا کی طرف سے ممانعت ہوتے ہوئے بھی گیہوں کھا لیا) تو اس تصور کے عذر و توبہ کیلئے انہوں

نے کہا، کہ اے پروردگار! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ کے طفیل میری مغفرت (اور بخشش فرما) ! دعائیں قبول کرنے والے (خدا) کی درگاہ سے یہ فرمان آیا، کہ (اے آدم) تونے محمدؐ کو کیونکر پہچانا۔ ابھی تو میں ان کے جوہر روحانی کو صدف جسمانی میں نہیں لایا ہوں (حضرت آدم نے) کہا۔

ہے عرش کے پایہ پہ لکھا نام محمدؐ

"اے خدا! جس دن تو نے مجھے اپنے قدرت کے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور میرے بشری قالب میں علوی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا، اور تیرے عرش کے پایہ پر لکھا دیکھا:۔

لا الٰہ الا اللہ۔ محمدؐ رسول اللہ۔

اسی دن میں نے پہچان لیا، کہ وہ تیرے ایسے بندے ہیں، جو خلق میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور تیری بارگاہ میں سب سے زیادہ مقرب (سب سے زیادہ تیرے نزدیک و قریب) ہیں۔ (پس میں نے اپنی معافی تقصیر کیلئے تیری بارگاہ میں انہیں اپنا واسطہ اور وسیلہ ٹھہرایا) خدا کا فرمان آیا، کہ اے آدم ایسا ہی ہے جیسا کہ تونے سمجھا) اب کہ تونے انکو میری درگاہ میں اپنی بخشش کا وسیلہ ٹھہرایا ہے (اور مجھے ایسے پیارے کا واسطہ دیا) تو میں نے تیرا گناہ بخشا۔ (اور تجھے معاف فرمایا۔) اگر محمدؐ نہ ہوتے، تو (اے آدم) میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا" حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "جذب القلوب" میں ایسا تحریر فرمایا ہے

نابینا کی آنکھیں روشن ہوگئیں

از انجملہ یہ ہے، کہ ایک اندھا آدمی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ یا رسول اللہ! دعا کیجئے تاکہ خدائے تعالیٰ مجھے عافیت نصیب فرمائے (اور میں آنکھوں سے دیکھنے لگوں) حضورؐ نے فرمایا کہ "اگر آنکھوں کی بینائی چاہتے ہو تو میں دعا کردوں کہ تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں۔ اور اگر آخرت میں

(دنیا کی اپنی اس مصیبت کا بدلہ اور) ثواب چاہتے ہو، تو صبر کرو - کیونکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے!" عرض کی - یا رسول اللہ! دعا فرما دیجئے. (کہ میری آنکھیں روشن ہو جائیں) آپ نے حکم دیا کہ وضو کرو - اور یہ دعا پڑھو -

بصارت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبی الرحمة، یا محمد! انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللّٰھم تشفعه ط

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور رحمت والے نبی محمدؐ کے وسیلہ (و واسطہ) سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں - اے محمدؐ! اپنی اس حاجت کے پورا کرنے میں آپکو اپنا وسیلہ ٹھہرا کر اپنے پروردگار کی طرف توجہ کی - اے اللہ! آپ کو میرا شفیع بنا!

محدثین کیا کہتے ہیں

ترمذی شریف میں ہے کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے - امام بیہقی نے اس حدیث میں یہ الفاظ بڑھا کر اس حدیث کی تصحیح کی ہے کہ "فقام وقد بصر" پھر (یہ نابینا کھڑا ہو گیا - اور بینا ہو گیا. (اسی وقت دیکھنے لگا) اور ایک روایت میں ہے کہ

ففعل الرجل فبرأ اس آدمی نے حکم کیمطابق کیا - اور دکھ سے نجات پائی (اندھا تندرست ہو گیا یعنی دیکھنے لگ گیا)

کال دور ہو گیا مینہ برسا

از آنجملہ یہ ہے کہ بنی مرہ کے تیرہ (۱۳) لوگوں نے مدینہ شریف میں حاضر ہو کر اظہار اسلام کیا، اور کہا (یا رسول اللہ) ہملوگ قحط (کال) میں مبتلا ہو گئے ہیں - ہماری بستیوں میں مینہ بالکل نہیں برسا. گھاس نہیں اُگی - ہم لوگ حضور کی دعا کے امیدوار ہیں حضور نے دُعا فرمائی، کہ "یا اللہ! ان کو بارش سے سیراب کر دے" - جب یہ لوگ اپنی بستیوں کیطرف واپس آئے، تو مینہ برسا ہوا پایا - اور اپنی قوم کو آرام و آسودگی میں دیکھا -

فوراً ہی مینہ برسا

از آنجملہ یہ ہے کہ سلامان کی ایک جماعت (وفد) نے حاضر ہو کر شرف اسلام حاصل کیا - اور شریعت کے احکام سیکھے - (ان)

لوگوں نے حضورؐ سے) عرض کی - کہ ہمارے یہاں قحط اور خشک سالی ہے (بڑی مصیبت کا سامنا ہے) اور حضور سے دعا کی خواستگاری کی - آپ نے دعا فرمائی - (کہ مینھ برسے اور قحط دور ہو جائے) یہ لوگ جب اپنی بستیوں میں پہنچے تو (کیا دیکھا؟ اور کیا پایا؟ یہ) پایا کہ جس دن رسول اللہ صلعم نے دعا فرمائی تھی (ٹھیک) اسی دن سے مینھ برسنے لگا۔

حضورؐ کی وفات کے بعد آپ سے مدد چاہی!

از انجملہ یہ ہے، کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ "جب ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر چکے، تو ایک (دیہاتی) بدوی آیا - اور اس نے اپنے آپ کو (حضور کی) پاک تربت (قبر شریف) پر گرا دیا وہ (قبر پاک) کی خاک سر پر ڈالتا تھا - اور کہتا تھا - یا رسول اللہ! آپ نے جو حکم کیا، ہم نے سنا - اور قرآن مجید کو آپ نے اللہ (کی بھیجی ہوئی وحی) سے پایا اور ہم نے آپ سے سنا آپ سے پایا - اور قرآن میں جو ارشاد خداوندی ہوا ہے اس میں سے یہ بھی ہے - کہ

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ؕ	اگر وہ لوگ (جو) اپنی جانوں پر ظلم کریں، اور تمہارے حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی بخشش کیلئے) شفاعت فرمائیں تو (پھر) وہ لوگ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان پائینگے

آنحضرتؐ کی قبر پاک سے آواز آئی!

(تو یا رسول اللہ!) میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا (اور میری مراد یہ ہے کہ) میرے لئے بخشش کی دعا فرما دیجئے!" قبر مبارک سے آواز آئی "خدا نے تجھے بخش دیا"!

روضہ اقدس پہ حاضر ہو کر دعا

از انجملہ یہ ہے - کہ ابن ابی شیبہ صحیح سند

کے ساتھ فرماتے ہیں: "حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں قحط پڑا۔ ایک شخص (رسولِ خدا کے) روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یارسول اللہ! استسق لامتك فانهم قد هلكوا اپنی امت کیلئے باران رحمت طلب کیجئے۔ اسلئے کہ (پانی نہیں برسا ہے اور) لوگ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو خواب میں نظر آئے۔ اور فرمایا "عمرؓ کے پاس جاؤ۔ اور انکو بارش ہونے کی خوش خبری سناؤ"

کس طرح اسّی دینار روضۂ مقدسہ پر عطا ہوئے

ازآنجملہ یہ ہے کہ محمدؒ بن المنکدر فرماتے ہیں، کہ "ایک شخص نے میرے پاس اسّی دینار امانت رکھوائے۔ اور جہاد پر چلا گیا۔ اور یہ اجازت دے گیا، کہ اگر آپکو حاجت پیش آئے تو آپ اس امانت سے لیکر خرچ کر سکتے ہیں۔ میرے باپ اپنی ضرورت کے وقت اس امانت کو خرچ میں لے آئے۔ وہ آدمی جب واپس آیا تو اس نے اپنی رقم امانت کا مطالبہ کیا۔ میرے والد اسکے ادا کرنے سے عاجز رہے۔ اور کہا "کل آنا، کل جواب دونگا" یہ کہا اور مسجد نبوی (صلعم) میں رت جگا کیا۔ کبھی تھوڑی دیر منبر شریف کے سامنے، اور کبھی روضۂ اقدس کے سامنے استغاثہ و فریاد کرتے رہے۔ ناگہاں اندھیری رات میں ایک فرد ظاہر ہوئے۔ اور اسّی دینار کی تھیلی انکے ہاتھ میں دیدی (اس طرح میرے والد نے) مطالبۂ امانت کی زحمت و تکلیف سے نجات پائی

بھوکے تھے کھانیکا سوال کیا

ازآنجملہ یہ ہے کہ امام ابوبکر بن مقریؒ فرماتے ہیں کہ میں اور طبرانیؒ اور ابو شیخؒ ہم تینوں حرم شریف نبوی میں تھے۔ ہم لوگوں پر بھوک نے غلبہ کیا۔ دو روز اسی حالتِ (فاقہ) میں گذرے جب عشا کا وقت آیا، تو میں نے قبر شریف کے پاس جا کر کہا۔

"یا رسول اللہ! ہم بھوکے ہیں!"

یہ کلمہ کہہ کر میں اپنی قیام گاہ پر) لوٹ آیا۔ اور میں اور ابو شیخ دونوں تو سو گئے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کسی چیز کا انتظار کرنے لگے۔ ناگہاں ایک مرد علوی آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا دیکھتے ہیں کہ دو غلام ان مرد علوی کے ساتھ ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک زنبیل ہے جس میں کھجوریں وغیرہ بہت سی کھانے کی چیزیں ہیں۔ وہ ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے۔ خود بھی کھایا اور ہمیں بھی کھلایا۔ اور جو باقی بچا اسے ہمارے پاس چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ اے لوگو! شاید تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاکر (اپنے بھوکے ہونے کی) شکایت کی۔ میں نے اسی وقت رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں کچھ (کھانا) تمہارے پاس حاضر کروں

حضورؐ نے روٹی عطا فرمائی

از آنجملہ یہ ہے کہ ابن الجلا کہتے ہیں کہ میں مدینہ رسول میں آیا۔ اور مجھ پر دو ایک فاقے گذرے میں نے قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کہا:۔

"یا رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں"

یہ کہکر میں سو رہا۔ (خواب میں) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے ہاتھ میں ایک روغنی روٹی دی۔ آدھی روٹی میں نے سوتے ہی میں کھالی اور جب جاگا، تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

ع اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن

(اگر دنیا و آخرت کی بھلائی کی آرزو ہے ۔ تو ان کی درگاہ میں جا اور جو چاہے انکے حضور تمنا کر)

ع حاشا ان یحرم الراجی مکارمہ
او یرجع الجار منہ غیر محترم

(بعید ہے کہ آپکی عطا و بخشش سے امیدوار رکھنے والا محروم ہو یا پڑوسی لوٹ جائے بغیر مراد پائے ہوئے)

مولیٰ علیؑ کے اشارے سے دریائے فرات اُتر گیا

(۱۱) از آنجملہ یہ ہے، کہ اہل کوفہ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ "یا امیر المومنین اس سال دریائے فرات کا پانی بہت بڑھ گیا ہے۔ ہمارے تمام کھیت خراب ہو گئے۔ کیا ہو، اگر آپ خدائے تعالیٰ سے درخواست کریں کہ پانی کم ہو جائے"

آپؑ اٹھ کر گھر میں تشریف لے گئے۔ سب لوگ دروازے پر آپ کے انتظار میں کھڑے تھے۔ کہ ناگاہ آپ جُبّہ رسولؐ پہن کر، آپؐ کی چادر اوڑھ کر، سر پر آپؐ کا عمامہ باندھ کر، اور آپؐ کا عصا ہاتھ میں لے کر (گھر سے) تشریف لائے۔ گھوڑا منگوا کر اس پر سوار ہوئے۔ تمام لوگ اور آپکی اولاد وغیرہ آپ کی رکاب میں پیدل روانہ ہوئے۔ جب فرات دریا کے کنارے پر پہنچے۔ تو آپؑ گھوڑے سے اُتر آئے۔ اور دو رکعت نماز سُبک (ہلکی) ادا کی۔ اس کے بعد آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عصا ہاتھ میں لئے ہوئے پُل پر تشریف لائے۔ اور عصائے مبارک سے پانی کی طرف اشارہ فرمایا۔ ایک گز پانی اتر گیا۔ لوگوں سے فرمایا! "کیا پانی کا اتنا اترجانا کافی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا "یا امیر المومنین! (پانی کا اتنا اُتار) کافی نہیں ہے!" پھر آپؑ نے ایک بار اور اشارہ فرمایا۔ (اب آپؑ کے دوسرے حکم سے) گز بھر پانی اور اتر گیا۔ (یہ دیکھ کر) لوگ چلا اٹھے کہ "امیر المومنین (بس) اتنا کافی ہے"

حضرت اُویس قرنی کی عظیم الشان شفاعت

از انجملہ یہ ہے کہ اپنے زمانۂ خلافت میں حج کے موسم میں حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا، کہ کھڑے ہو جائیں۔ پھر کہا کوفہ والوں کے سوا سب بیٹھ جائیں۔ پھر کہا کہ

مراد کے رہنے والوں کے سوا سب کوفہ والے بھی بیٹھ جائیں۔ پھر فرمایا،
قرن والوں کے سوا سب مرادی بھی بیٹھ جائیں۔ اب صرف ایک شخص کھڑے
رہ گئے۔ اور وہ حضرت اویسؓ کے چچا انہیں تھے۔ پس امیر المومنین حضرت عمرؓ
نے انہیں سے پوچھا۔ کہ آیا تم اویسؓ کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا، کہ اے
امیر المومنین آپ اویسؓ کو کیوں پوچھتے ہیں؟ واللہ! ہم لوگوں میں ان سے
بڑھ کر کوئی دیوانہ و نادان نہیں ہے! حضرت عمرؓ رو پڑے۔ اور فرمایا میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ اویسؓ
(ایسے مقبول بارگاہِ خدا ہیں) کہ ان کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کی
بکریوں کے برابر (یعنی بے شمار) لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

تصرفات اہلِ فنا و بقا حضرت سیدنا شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں جاننا
چاہیئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی اجازت و مرضی سے اور اسی کے رحم و کرم کی
اہلِ حاجت کی حاجتوں اور مرادوں کا پورا ہونا دو طرح سے ہوا کرتا ہے۔
پہلی ایک تو حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت (سفارش)
کرنے سے۔ اور یہ دعا اور شفاعت کا معاملہ خدا کے مقبول اور برگزیدہ بندوں
نبیوں، ولیوں اور امت کے بزرگوں اور نیک لوگوں سے ظہور میں آتا ہے۔

دوسری (خدا کی دی ہوئی) قدرت تصرف سے۔ (اور یہ حضرات
انبیاء کے علاوہ اہلِ فنا و بقا کیلئے مخصوص ہے) اور یہ بات قدرت تصرف
کی اس طرح پر ہے۔ کہ (راہِ خدا کے) چلنے والے کا قلب (خدا کی بخشش
و رحمت سے) جب نورانی ہو جاتا ہے۔ اور دل کی آنکھ روشن ہو جاتی ہے
اور ایسا ہو جانے کے بعد وہ کسی کو نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کی
طرف (پروردگارِ عالم کی اجازت و مرضی سے) متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور

ہمت دیگر سے کام لیتا ہے۔ اُس وقت مقصود شکل اور صورت اختیار
کرتا ہے۔ اور پردۂ عدم سے (یعنی) وجود میں آجاتا ہے۔ (اور یہ حقیقت میں
خدا ہی کا تصرف ہوتا ہے، جو باذن خداوندی اس بندۂ مقبولِ بارگاہ
سے ظہور میں آیا) اور تصرف کی یہ قدرت اہلِ فنا و بقا کیلئے مخصوص ہے
(اُنکے غیر کیلئے نہیں ہے) اور اس "قدرتِ تصرف" کے واقعات حضراتِ
انبیاء اولیاء سے، اتنے زیادہ ثابت ہوئے ہیں (جو) اندازہ سے بالاتر ہیں
اس بارہ میں اخبار و آثار بہت ہیں۔

تصرفِ نبوی سے کنویں کا پانی زیادہ ہوگیا

ازانجملہ یہ ہے کہ (قبیلۂ بنی سعد کی ایک جماعت (مقام تبوک میں) آئی۔ اور عرض کی
"یا رسول اللہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور گھر والوں
کو کنوئیں پہ چھوڑ آئے ہیں، جس کنوئیں میں اتنا تھوڑا پانی ہے، جو ہمارے
گھر والوں کیلئے کفایت نہیں کرتا۔ التجا ہے کہ حضور حق تعالیٰ سے درخواست
فرمائیں، کہ اس کنوئیں کا پانی زیادہ ہوجائے۔ تاکہ ہم لوگوں کی رفاہیت اور
اور عزت کا سبب ہو۔ (ہمارے علاوہ دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھائیں)
اور ہم لوگوں سے دین کے مخالفوں کی طمع جاتی رہے۔"
(ان کی یہ التجا سُن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے
ایک شخص سے فرمایا کہ، "چند کنکریاں لاؤ!" اس نے تین کنکریاں آپ کے
مبارک ہاتھ پر رکھ دیں۔ حضور نے ان کنکریوں کو اپنے مبارک ہاتھوں
سے مَل کر اسے دیدیں۔ اور فرمایا "لے جاؤ، اور خدا کا نام لیکر ایک ایک
کنکری اس کنوئیں میں ڈال دو۔"
انہوں نے جا کر ایسا ہی کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت

تصرف کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ اس کنوئیں کا پانی جوش میں آگیا۔ اور بہت ہوگیا اور دین کے مخالفوں پر ان کے غلبہ اور شوکت کا سبب ہوگیا

حضورؐ کے تصرف سے پاگل چنگا ہوگیا | انہی جملہ یہ ہے کہ عبدالقیس کا وفد (بارگاہ نبوی میں) حاضر ہوا۔ ایک پاگل کو ساتھ لائے تھے اُسے حضور رسولِ خدا کے سامنے پیش کردیا۔ آنحضرتؐ نے دیکھا، تو پاگل پن کا اثر اُس میں ظاہر تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پاگل کی پیٹھ میری طرف کردیجائے۔ اور آپؐ نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دی اور فرمایا۔

اخرج یا عدو اللّٰہ — نکل جا، اے دشمن خدا!

(آپؐ کے اتنا فرماتے ہی) پاگل پن کا اثر اُسی وقت اُس شخص کی آنکھوں سے دور ہوگیا۔ اور وہ عقلمندوں کی طرح دیکھنے لگا۔ اس کے بعد آپؐ نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر دعا کی، اور دستِ مبارک اس پر پھیرا۔ پاگل پن جو کچھ اثر (ابھی باقی تھا۔ (اب وہ تھوڑا اثر جنون بھی جاتا رہا) بالکل اچھا ہوگیا۔ وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ مگر اب اُسکے چہرہ پر خوبصورتی اور جوانی آگئی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تصرف کے بعد) عقل میں ایسا پورا ہوگیا تھا کہ اس کی قوم میں اس سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہ تھا۔

مشکل کے وقت پکار | مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور فرشتوں کو، اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں"

سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "مولوی صاحب کی اصلی غرض تو حضراتِ انبیاء اولیاء سے مدد مانگنے کا انکار ہے۔ اس جگہ فرشتوں اور پریوں کا ذکر اپنا مطلب نکالنے (اور لوگوں پر اپنی بات کا اثر ڈالنے) کیلئے کیا ہے۔ دوسرے مقاموں میں انہوں نے حضراتِ انبیاء اولیاء کا خاص طور سے ذکر

و بیان کیا ہے (کہ لوگ انبیاء اولیا کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں) اور حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں اور نیک جنوں کا، آدمیوں کی مدد کرنا نصوصِ قاطعہ (کتاب و سنت کی قطعی دلیلوں) سے ثابت ہے،

فرشتوں کی امداد ازانجملہ یہ ہے، کہ اسود ابن عبد المطلب، عاص، بن الوائل، ولید بن المغیرہ اور ابن طلاقہ (ان دشمنوں اور مخالفوں) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھٹھا اور ہنسی کرنے، اور آپ کے ساتھ گستاخی اور ایذاء رسانی کا برتاؤ جاری رکھنے میں جب بہت زیادتی کی۔ تو (ان لوگوں پر خدا کا غضب اس طرح نازل ہوا کہ) ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ اور آنحضرتؐ کے پہلو میں کھڑے ہوگئے (اس وقت) یہ جماعت طواف میں تھی جب ولید ابن المغیرہ، جبریلؑ کے پاس ہو کر گذرا تو حضرت جبریلؑ نے اس شخص کے اس زخم پر جو اس کی ہتھیلی پر تیر کے اٹک جانے سے ہوگیا تھا، اور اب بھر چکا تھا، اشارہ فرمایا اس زخم سے خون جاری ہوگیا اور جاری رہا یہاں تک کہ یہ ابن المغیرہ مرگیا۔ اس کے بعد عاص ابن الوائل (حضرت جبریلؑ کے) پاس سے گذرا۔ اس کے تلوے میں کانٹا چبھنے کا گھاؤ تھا، حضرت جبریلؑ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی، اس کا یہ گھاؤ ہرا ہوگیا اور وہ اسی میں ہلاک ہوگیا اس کے بعد اسود بن عبد المطلب گذرا، حضرت جبریلؑ نے ایک ہرا پتّا اس کے منہ پر مارا، وہ اندھا ہوگیا اس کے بعد ابن طلاقہ گذرا، حضرت جبریلؑ نے اس کے سر کی طرف اشارہ فرمادیا پیپ بہنے لگی۔ اور وہ اسی (عذابِ الٰہی) میں مرگیا۔ اب یہ آیت اُتری:۔

(اِنّا کفینٰک المستھزئین۔ آپ پر استہزاء (ٹھٹھا) کرنے والوں کا ہم نے کافی کام کر دیا۔

بدر کے جہاد میں فرشتے آئے (۲) ازآنجملہ یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں

فرشتوں کا لشکر اُترا تھا) امیرالمومنین حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "ہم جس وقت بدر کے کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے، کہ ناگہاں ایک زوردار ہوا ایسی آئی، کہ اس سے بڑھ کر زوردار ہوا ہم نے نہیں دیکھی تھی۔ اس کے بعد دوسری زوردار ہوا ایسی آئی، کہ اس سے بڑھ کر زوردار ہوا پہلی ہوا کے علاوہ ہم نے نہیں دیکھی تھی، اس کے بعد ایک اور قوی ایسی ہوا آئی، کہ پہلی اور دوسری ہوا کے علاوہ اس سے بڑھ کر قوی اور پُرزور ہوا ہم نے نہیں دیکھی تھی۔

پہلی ہوا کیا تھی؟ ہزار فرشتوں کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام تھے دوسری ہوا، ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ حضرت میکائیل علیہ السلام تھے تیسری ہوا، ہزار فرشتوں کے ساتھ حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے، حضرت میکائیلؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داہنی جانب کھڑے ہو گئے۔ یہاں (حضرت علیؑ نے فرمایا کہ) میں تھا۔ (نیز) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انصار (اہلِ مدینہ) میں سے ایک (انصاری) آنحضرتؐ (روحی فداہ) کے سامنے آئے، اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں ایک مشرک (دشمن بالمقابل) کے پیچھے لپکا جو مجھ سے ایک قدم آگے تھا۔ ناگاہ میں نے اپنے سر کے اوپر کوڑے کی آواز سنی (اسکی آواز جو اپنے گھوڑے کو مارتا تھا، میرے کان میں پہنچی۔ آپ کیا دیکھتا ہوں؟ کہ) جس مشرک کی طرف میں لپکا تھا، (اس سے پہلے کہ میں اس پر حربہ اور وار کروں، وہ قتل ہو چکا تھا) میں نے اُسے (زمین) پر گرا ہوا دیکھا" (یہ بیان سُن کر) آنحضرت نے فرمایا:۔

فرشتوں کی مدد ہاں! یہ فرشتوں کی مدد، اور آسمانی تائید تھی۔ اسی روز حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تین آدمیوں کے کٹے ہوئے سر لائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، ہمیشہ تمہارا مددگار

ہاتھ (لڑائی جیتنے والا) ہے!" حضرت ابوہریرہؓ نے کہا، "ان میں دو شخص ہیں جن کو میں نے قتل کیا۔ لیکن تیسرے آدمی کا سر میں نے نہیں کاٹا، ایک خوبصورت گورے آدمی نے کاٹا۔" آنحضرت نے فرمایا "یہ بات ملائکہ (فرشتوں) کی مدد سے ہے۔"

بہت صحابہ سے اور بھی روایتیں ہیں کہ "ہم ایک دشمن (مقابل) قریشی آدمی پر جھپٹے (کہ اسے قتل کر دیں) اس سے پہلے کہ ہم اس پر تلوار کا وار کریں (کیا) دیکھتے ہیں کہ اس کا سر تن سے جدا ہو چکا ہے۔

ایک جن کا مسلمان ہو کر کافر جن کو قتل کرنا!

از الجن ہے، کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا "ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (مقام) صفا سے باہر آئے۔ یہاں سب مشرک (مخالفین) اکٹھے تھے جن میں ابوجہل بھی تھا۔ اور یہاں ایک بت تھا۔ یہ سب اس بت کی پوجا کر رہے تھے۔ آنحضرتؐ ان لوگوں کے درمیان تشریف لائے، اور فرمایا "اے گروہ قریش کہو لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے)۔" ولید ابن مغیرہ نے ابوجہل سے کہا، کہ "کیا تو چاہتا ہے کہ آج میں محمد (صلعم) کو شرمندہ کر دوں؟" ابوجہل نے اسے قسم دی۔ اور کہا کہ "ضرور ایسا ہی کر۔" ولید ابن مغیرہ نے اس بت کو اپنی گردن پر رکھ لیا۔ اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منہ کر کے کہا کہ "اے محمدؐ! آپ کہتے ہیں کہ میرا خدا میری حبل الورید (میری شہ رگ) سے بھی زیادہ میرے پاس ہے۔ اس وقت تو میرا خدا میری گردن پر ہے۔ آپ کا خدا کہاں ہے؟ تاکہ میں اسے دیکھوں۔" اس کے بعد اس نے بت کو ایک جگہ رکھ دیا۔ قریش نے اس بت کو سجدہ کیا۔ اور دعا مانگنے لگے، کہ اے ہمارے خدا، اے ہمارے سردار! محمدؐ کے قتل پر ہماری مددگاری کر۔ ناگاہ اس بت کے اندر سے ایک آواز آئی، اور چند اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور اہل اسلام کی مذمت میں پڑھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت خاموشی سے

واپس تشریف لے گئے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں، کہ آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے میں بھی واپس چلا آیا، اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے سنا کہ اُس بُت نے کیا کہا؟" فرمایا "ہاں! اے ابن مسعودؓ! وہ شیطان ہے جو بتوں کے اندر گھس جاتا ہے، اور لوگوں کو نبیوں کے قتل پر ابھارتا ہے۔ اور کوئی شیطان حضراتِ انبیاء پر لعن طعن کرنے میں زبان درازی نہیں کرتا ہے مگر (اس کی سزا میں) خدائے تعالیٰ اُسے جلد ہلاک کر دیتا ہے۔" (اس کے) دو یا تین راتوں کے بعد کا واقعہ ہے، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں کوئی آنیوالا آیا اور کہا "السلام علیک یا محمدؐ" (یا رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ "تو آسمان والوں میں سے ہے" اس نے کہا "نہیں"، پھر فرمایا "تو جنوں سے ہے؟" اس نے کہا "ہاں! (میں) ایک جن ہوں)" فرمایا "کیا کام ہے؟ کیوں آئے ہو؟" کہا "میں غائب تھا یہاں موجود نہ تھا، کل مجھے خبر ملی کہ (ہماری) قوم کے ایک کافر مسعر نے رسول خدا صلعم کی ہجو و مذمت کی ہے، تو میں اس کو تلاش کرتا رہا، اور صفا پہاڑ کے قریب پا کر میں نے اسے قتل کر ڈالا۔ اور اس کے شر اور اُس کی شرارت سے حضور کو بچا لیا۔ یا رسول اللہ کل حضور اپنے صحابیوں کو لئے کوہ صفا میں تشریف لے آئیں، میں ایک ایسی بات سناؤں گا، کہ حضور خوش ہو جائیں گے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "تمہارا کیا نام ہے؟" اس نے کہا "(ربیلا نام ہے) سمحج" آپ نے فرمایا "کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس سے بہتر تمہارا نام رکھ دوں؟" اس نے کہا "ہاں! یا رسول اللہ!" آپ نے فرمایا "میں نے تمہارا نام عبداللہ رکھا۔" اس کے بعد وہ جن چلا گیا۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، کہ اس رات سے بڑھ کر لمبی رات کبھی مجھ پر نہیں گزری۔ جب سویرا ہوا، تو ہم لوگ آنحضرتؐ کے ساتھ صفا پہاڑ پر گئے۔ سب مشرک وہاں حاضر تھے۔ آنحضرتؐ اُن کے درمیان تشریف لے گئے، اور ارشاد فرمایا۔

"اے گروہ قریش! کہو لا الٰہ الا اللہ" قریش اُٹھ گئے۔ اور اُس بت کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ اور گڑگڑانے لگے۔ آنحضرت ﷺ کو توہم ہوا کہ شاید آج بھی وہی آواز آنے لگی، جو پیشتر آئی تھی۔ ناگاہ اُس بت کے اندر سے آواز آئی:-

انا عبد اللہ وابن الہیعزل	میں ہیعزا کا بیٹا عبداللہ ہوں۔ میں نے مسعر
وانا قتلت المتجری مسعر	(شیطان) کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے ہمارے پاک نبی ﷺ
وشتمہ نبینا المطہر	کو بُرا کہا تھا اور انکی شان میں نازیبا گستاخی کی تھی)

مشرکوں نے جب سنا تو اُس بت کو بُرا بھلا کہنے لگے۔

فرشتوں اور نیک جنوں کی امداد بہ اجماع

فرشتوں اور نیکوکار جنوں کی امداد و استمداد کے وقوع ہونے میں شک نہیں ہے لیکن اس امداد و استمداد کا وقوع میں آنا اکثر و اغلب حضرات انبیاء و اولیاء کے ساتھ ہی جائز اور صحیح ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

حضراتِ انبیاء اولیاء کی نذر و نیاز

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اور انکی منتیں مانتے ہیں، اور حاجات بر آئی کے لئے نذر و نیاز کرتے ہیں"

حضرتؒ ارشاد فرماتے ہیں: جاننا چاہئے کہ نذر دو طرح پر ہے:-

(۱) **نذرِ عبادت** - یہ خدا کے ساتھ مخصوص ہے

(۲) **نذرِ تعظیم** - یہ ہدیہ اور پیشکش کے معنی میں ہے -

اور نذر تعظیم تمام انبیاء، اولیاء کیلئے اور ملوک و سلاطین، مشائخ اور استادوں کیلئے جائز ہے۔ اور اس کا بکثرت رواج ہے۔ اور یہ "تعظیمی نذر" حقیقت میں ہدیہ ہے۔ پس ہدیہ لینے والا اگر زندہ ہو۔ اور

تو اس نذر کو بجنسہ اُس کے پاس پہنچاتے ہیں۔ اور اگر وہ مُردہ ہو تو اُس کا ثواب اس کی روحِ پاک کو نیاز کرتے ہیں۔

فقہا کا فتویٰ لہٰذا فقہا کہتے ہیں کہ اگر اولیا کو متصرف مستقل نہ جانے اور صفات ازلیہ سے متصف نہ ٹھہرائے۔ بلکہ (یہ سمجھے کہ) انکا تصرف خدا کا دیا ہوا ہے۔ اور اِن کی تمام صفتیں حادث ہیں، قدیم و ازلی نہیں ہیں اور (اعتقاد رکھتے ہوئے) ان حضرات انبیا و اولیا کو (بارگاہِ الٰہی میں) اپنا مطلب حاصل کرنے کا وسیلہ جانے (اور انکی مراسم تعظیمی بجالائے) تو ایسی تعظیم جائز ہے۔ چنانچہ فقہا نے اسکو صاف صاف بیان کیا ہے۔ اور اس بارہ میں اخبار و آثار بہت ہیں۔

حضرات انبیا اولیا کیلئے تعظیمی ہدیہ

حضور کو نذر دیگئی ایک عورت جس کیسا تھ ایک لڑکا تھا حضور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس لڑکے کو ہر روز تین بار ایک دیو پکڑ لیتا ہے۔ آنحضرت اس (لڑکے کا) کام کرنے کیلئے کھڑے ہوگئے اور لڑکے کو لے کر اور اونٹ کے پالان کے سامنے رکھ کر تین بار فرمایا۔

اخسا یا عدو اللّٰہ — اے اللہ کے دشمن دور ہوجا!

اور پھر لڑکا عورت کو دے دیا۔ لوٹتے ہوئے جب ہم اس (عورت) کے گاؤں میں پہنچے تو وہ لڑکے کو لئے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دو بھیڑیں (بطور نذر) پیش کیں۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا ہدیہ قبول فرمالیجئے۔ کیونکہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو راستی کے ساتھ

مخلوق کی طرف بھیجی ہے۔ اُس دن کے بعد پھر میرے لڑکے کو دیو نے نہیں پکڑا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اس سے ایک گوسفند لے لی جائے اور دوسری بھیڑ اسی کو واپس دے دی جائے۔ (کیونکہ غریب ہے۔ اس کی طرف سے ایک ہی کافی ہے اور نذر کافی ہے)۔

ولی اللہ کی خدمت میں نذر دستار | انہی بجملہ یہ ہے کہ (حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی کتاب) نفحات الانس میں منقول ہے

"ایک شخص حضرت شیخ ابو السعودؒ کے پاس آیا، اور آپ کے سر پر دو سو دینار کی قیمتی دستار دیکھی۔ اور اپنے جی میں کہا کہ یہ کیا فضول خرچی ہے۔ کہ ایک درویش دو سو دینار کی قیمتی دستار کیوں اپنے سر پر باندھے؟ دو سو دینار سے تو کتنے ہی درویشوں کے کپڑے بن سکتے ہیں۔ (اور ان کی حاجت پوری ہو سکتی ہے) حضرت شیخ ابو السعودؒ نے نورِ باطن سے (اس شخص کے جی کا) خطرہ اور وسوسہ معلوم کر لیا۔ اور فرمایا "اے فلاں! ہم نے یہ دستار (اپنی خواہش سے) اپنے سر پر نہیں باندھی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو اسے لیجاؤ۔ اور بیچ ڈالو۔ اور درویشوں کے لئے دسترخوان لے آؤ۔" اس شخص نے یہ پگڑی بیچ دی۔ اور (درویشوں کے لئے) ایک پُر تکلف دسترخوان آراستہ کیا۔ دوسرے وقت کی نماز پڑھنے (حضرتؒ کی خانقاہ میں) آیا۔ تو (کیا دیکھتا ہے کہ) وہ ہی پگڑی شیخ کے سر پر موجود ہے۔ تعجب میں پڑا۔ شیخ نے کہا "کیا اچنبھا کرتے ہو۔ فلاں خواجہ سے (اس کی حقیقت) پوچھ لو۔ کہ یہ دستار وہ کہاں سے لائے؟" اس نے پوچھا تو خواجہ نے کہا کہ پچھلے برس میں کشتی میں سفر کر رہا تھا۔ کہ مخالف ہوا چل پڑی۔ (کشتی ڈانواں ڈول ہونے لگی۔ جان کے لالے پڑ گئے) میں نے نذر مانی کہ اگر سلامتی کیساتھ پار ہو جاؤنگا۔

تو ایک اچھی دستار حضرت شیخ ابوالسعودؒ کے لئے ہدیہ پیش کروں گا۔ اب بغداد میں کچھ مہینے تک ڈھونڈا جیسی دستار کو جی چاہتا تھا، ویسی دستار ہاتھ نہ لگی۔ کہ ایک دن میں حضرت ابوالسعودؒ کے سلام کو حاضر ہوتا تو آج فلاں دکان پہ دستار دیکھی، تو کہا کہ یہ شیخ کے لائق ہے خرید کر لے آیا (اور طوفانِ دریا میں جو نیت کی تھی اسے پورا کیا) انتہٰی

نذر و نیاز سے روکنے کی علت کیا ہے؟ | حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "چونکہ مولوی صاحب کی نظر میں حضرات انبیاء اولیاء، بتوں کی مانند حقیر اور اہانت کے قابل ہیں۔ اور نبیوں کے معجزوں اور ولیوں کی کرامتوں پر اعتقاد رکھنے والے ان کے نزدیک مشرک ہیں۔ اس لئے ان حضرات کے نام کی نذر و نیاز کو جان کی تعظیم و جلالت قدر کیلئے ہے روکا ہے (اور ان کے نام کی نذر و نیاز اور اسطرح ان کی تعظیم کرنے کی) ممانعت کی ہے دیگر یہ باتیں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہیں) اور (اہل سنت و جماعت کے مانے ہوئے عقیدوں کا انکار) یہ دائرہ اسلام سے خارج ہونا اور زندقہ و الحاد میں داخل ہونا ہے۔ (پناہ بخدا)

عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اور بلا ٹلنے کیلئے ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین"

لفظ عبد کے معنی | حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں جاننا چاہیئے کہ لفظ عبد کے دو معنی ہیں

(۱) مخلوق - (۲) مملوک

پہلے معنی کے اعتبار سے لفظِ عبد کی جمع عباد آئی ہے - اور دوسرے معنی کی جمع عبید اور دوسرے معنی کے اعتبار سے لفظِ عبد کی اضافت دوسرے کی طرف جائز ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ "ان کا عبد آزاد ہے" "اس کی عورت آزاد ہے"

اور لفظ عبد کبھی مطلق خادم کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں

تفسیروں میں لفظ عبد کے معنی

تفسیر معالم التنزیل میں ہے

وقد یطلق اسم العبد من لا یراد انه مملوک کما یطلق اسم الرب علیٰ من لا یراد انه معبود، هذا کالرجل اذا انزل به ضیف سمّی نفسه عبد الضیف علی وجه الخضوع لا علیٰ وجه الضیف ربه ویقول لغیرک انا عبدک وقال یوسف (علیه السلام) لعزیز مصر انه ربی لم یرد انه معبود کذالک هذا تعالیٰ الله عما یشرکون -

"کبھی لفظ عبد ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جس سے اس کا غلام ہونا مقصود نہیں ہوتا جیسے کہ "نام رب" ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جس سے اسکا معبود ہونا مراد نہیں ہوتا یا ایسے شخص کی مثال ہے کہ اس کے یہاں مہمان ہو تو وہ فروتنی اور تواضع سے "مہمان کا بندہ" اپنا نام رکھتا ہے یہ اس وجہ سے نہیں کہ مہمان اسکا خدا ہے - اور اسی طرح تم دوسروں سے کہتے ہو کہ میں تمہارا عبد (تمہارا بندہ) ہوں اور حضرت یوسف علیہ السلام نے "عزیز مصر کیلئے فرمایا کہ وہ میرا رب ہے" اس کہنے میں آپنے یہ نہیں فرمایا کہ وہ میرا معبود ہے تو ایسے ہی ان ناموں میں نبی اور ولی کیطرف لفظ عبد کی نسبت کرنیکی حقیقت ہے اللہ بلند و برتر ہے اس چیز سے کہ لوگ اسکے غیر کو اسکا شریک کرتے ہیں

(حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں) پس عبد النبی اور غلام نبی کے معنی مملوک

نبی اور خادم نبی ہیں۔ اور لفظ بخش کے معنی رحم کرنے کے ہیں۔
ع گر نہ بخشد کسے برو شاید۔ اس لئے ان ناموں میں شرع کی رو سے عنداللہ کوئی کراہت نہیں ہے۔ ہاں:۔

تعظیم کی خوشبو ان ناموں میں ان حضرات کی خوشبوئے تعظیم آتی ہے اور ان حضرات انبیاء و اولیاء کی تعظیم اہل حق کے مذہب میں تو واجب ہے۔ اور مولوی صاحب کے مذہب میں چونکہ حضرات انبیاء و اولیاء بتوں کے درجہ میں ہیں تو بیشک (ان کے نزدیک) عبدالنبی بجائے عبدالعزیٰ (عزیٰ بت کا بندہ) ہوگا۔ اور عبدالعزیٰ بے شک شرک ہے۔

مرا عہدیست باجاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم

میرا محبوب (حقیقی) کے ساتھ عہد و اقرار ہے کہ جب تک بدن میں جان رکھتا ہوں۔ اس کے کوچہ کے ہوا خواہوں کو اپنی جان کی طرح (عزیز) رکھوں گا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"پھران کے جینے کے لئے کوئی کسی کے نام کے چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بدھی۔ کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے"

بدعت حضرت شیخ العارفین ارشاد فرماتے ہیں:۔

یہ تمام کام سلف صالح سے مروی و ماثور نہیں ہیں۔ ہندوستان کے بعض جاہلوں نے ایسی باتوں کا اقدام کیا ہے۔ تو یہ (تمام باتیں) بدعت ہیں، شرک نہیں ہیں۔ (ایسے جاہل لوگ بدعتی ہیں، نہ کہ مشرک!)

کسی کے نام پر جانوروں کا ذبیحہ

مولوی صاحب لکھتے ہیں:- "کوئی کسی کے نام کے جانور ذبح کرتا ہے"

ذبیحہ ایصالِ ثواب حضرت شیخ العارفین ارشاد فرماتے ہیں:-

یہ لفظ اس فرقہ کے خاص و عام کے ورد زبان ہے۔ لیکن (یہ جو مولوی صاحب نے کہا، کہ کوئی کسی کے نام کے جانور ذبح کرتا ہے تو) اس کے معنی کیا ہیں؟ کیا یہ معنی ہیں، کہ (جس کو ثواب پہنچانا ہے) ذبح کے وقت (نام خدا کے بجائے) اس شخص کا نام لیتے ہیں۔ تو یہ اہل اسلام پر بہتان طراز ہے اس لئے کہ کلمہ گویوں میں سے کوئی بھی ذبح کے وقت غیر حق کا نام زبان پر نہیں لاتا ہے۔ یا (ان کے قول کے) یہ معنی ہیں کہ ذبح کرنے سے پہلے جانور کے لئے یہ بات متعین (ومقرر) کر لیتے ہیں۔ کہ یہ جانور فلاں کے (ایصال ثواب) کیلئے ہے۔ پس اگر یہی صورت صورتِ شرک ہے تو اہل اسلام میں سے ہر ایک مشرک ٹھہرے گا (کوئی بھی الزام شرک سے مامون نہ ہوگا) کیونکہ جس کیلئے جانور کو ذبح کیا جائیگا، وہ تو یا تو مہمان ہوگا۔ یا ارواح ہوں گی۔ اور (مہمان یا ارواح) ذبح سے پہلے متعین ہونگی (کہ یہ ذبیحہ خاطر مہمان کیلئے ہے، یا ارواح کے ایصال ثواب کے لئے) اس تعین (اس نیت) کے بغیر جانور کا ذبح کرنا غیر معقول ہے کیونکہ ذبح کرنا عقل اور سمجھ والے کا کام ہے۔ اور عقلمند آدمی کا کوئی کام غرض و غایت کے بغیر نہیں ہوتا۔

اگر کہا جائے، کہ لوگ جانوروں کو انبیا اولیا کے لئے متعین کر دیتے ہیں۔ اور ایسے جانوروں کا دوسرے مصرف میں صرف کرنا روا نہیں رکھتے۔ پس انبیاء اولیاء کے لئے اور مہمان کے لئے ذبح کرنے کا فرق ظاہر ہو گیا۔ میں کہوں گا کہ یہ فرق اس مدعا کو مفید نہ ہوگا۔ اس لئے کہ لوگ

اپنی اپنی بیویاں دوسروں کو دیدینا بھی تو روا نہیں رکھتے۔ حالانکہ شرع میں نزول جائز ہے۔ جیسے کہ (اوائل اسلام میں) حضراتِ انصار نے حضرات مہاجرین کیلئے کیا ہے۔ (کہ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آنے والے مہاجرین کو آدھا آدھا مال بانٹ دیا، اور کسی انصاری صحابی کی اگر دو بیویاں تھیں تو ایک بیوی کو اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دینے کی غرض سے چھوڑ دیا) تو مولویصاحب کے عقیدے کے بموجب، یہ ہونا چاہیئے کہ (یہ نزول یعنی صحابۂ کرام کا یہ عمل، بھی "شرک" قرار پائے۔

جانور کا بدلہ کیوں نہیں کرتے اس کے علاوہ جب جانور کی تجویز خاطر مہمان کے واسطے کی ہے اُسے دوسرے مصرف میں لے آنا غیر مسلم ہے بالفرض اگر کوئی ایسا کرے (کہ مہمان کے نام کا جانور دوسرے مصرف میں لے آئے) تو اس کا ایسا کرنا، ارادہ کی کمزوری اور طبیعت کے بخل و خست کی بنا پر ہوگا۔

اگر کہا جائے کہ مہمان تو جانور کی چربی اور گوشت سے نفع اٹھاتے ہیں بخلاف اولیاء کے، کہ ان کے لئے ایسا نفع اٹھانیکی صورت مفقود ہے۔

ایصالِ ثواب میں کہوں گا۔ کہ حضراتِ انبیاء اولیاء کیلئے حصولِ ثواب کا دوسرا نفع تو موجود ہے۔ (ان کو ثواب تو پہنچتا ہے)

اگر کہو کہ اس ثواب کا حاصل ہوتا تو بازار کے گوشت سے بھی متوقع ہے پھر جانور کے ذبح کرنے کی کیا حاجت؟

دو ثواب تو میں کہوں گا، کہ جانور ذبح کرنے میں دو ثواب حاصل ہوں گے۔ ایک (خوشنودئی پروردگار کے لئے) ذبح کرنے کا ثواب۔ دوسرا کھانا کھلانے کا ثواب بخلاف بازاری گوشت کے۔ کہ اس میں ایک

ہی ثواب (کھلانے کا) ہوگا۔

احتیاط اور ادب اور حق یہ ہے کہ یہ حضرات انبیاء اولیاء مخلوق میں نہایت اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں، مخلوق سے بے پرواہ اور بے نیاز ہیں۔ اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت قربت (اور نزدیکی) رکھتے ہیں۔ پس ان کیلئے ہدیوں اور نذروں میں بہت احتیاط کرنی چاہئے (کہ مقتضائے ادب ہے) اور بازار کے گوشت بیچنے والے (ٹھیک ٹھیک) طریقۂ سنت پر ذبح کرلے، اور پھر مکھیوں چیونٹیوں وغیرہ سے گوشت کی حفاظت کرنے میں (خاطر خواہ) احتیاط نہیں کرتے (پس زیادہ بہتر ہے کہ طریقۂ سنت کے بموجب خود جانور ذبح کیا جائے، اور ہر طرح کی احتیاط و حفاظت اور صفائی و ستھرائی سے پکوا کر، اور لوگوں کو کھلا کر ان حضرات کو اس کا ثواب ہدیہ اور نذر کیا جائے)

نص کا خلاف نہیں ہے اگر کہو کہ یہ تعلیل (و توجیہ) نص کے مقابلہ پر ہے۔ اور قیاس معرض نص (نص کے مقابلہ میں) باطل ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وما اهل به لغير الله (یعنی جو جانور کہ غیر خدا کیلئے پکارا گیا اور شہرت دیا گیا).

یہ اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ جو جانور غیر خدا کیلئے شہرت دیا گیا ہی حرام ہے۔ اور ایسا ذبح شرک ہے۔ اس لئے کہ ذبح تو عبادت ہے اور خدا کے غیر کے لئے جانور ذبح کرنا، عبادت میں خدا کا شریک ٹھہرانا ہے۔ اوپر آیت میں ایسا مذکور نہیں ہے۔ کہ ذبح کے وقت اگر اللہ کے غیر کا نام لیا جائے تو ایسا ذبیحہ حرام ہو۔ ورنہ حلال۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی صراحت کی ہے۔

اور [لفظ] اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں (ارادہ ذبح) موجب ناقربانی ہو کہ خدا کے سوا کسی غیر کیلئے پکارا گیا ہو
اس لئے کہ لغت میں "اہلال" کے معنی "آواز بلند کرنا ہے" - نہ کہ ذبح کرنا۔

جواب | میں کہوں گا، کہ مولوی صاحب کی تقریر سے تو یہ لازم آتا ہے کہ
اگر غیر اللہ کے نام ذبح کرنے کی نیت کرلی گئی ہو - اور لفظوں میں شہرت نہ دی گئی ہو
تو وہ جانور حلال ہوگا - (حرام نہ ہوگا) اس لئے کہ "اہلال" کے معنی آواز
بلند کرنا ہیں - نہ کہ دل سے یا زبان سے فقط تعیین کرنا - حالانکہ مولوی صاحب
دل یا زبان سے تعیین کرنے کو بھی شرک ٹھہراتے ہیں، تو اس سے خود اُن
کی تفسیر کے مطابق اللہ کی کتاب پر "زیادتی" لازم آتی ہے اور یہ زیادتی جائز نہ ہوگی
دوسرے یہ کہ آیۂ کریمہ میں لفظ "اہلال" مطلق رفع صوت (آواز بلند)
کے معنی میں ہے، بغیر اس کے کہ ذبح کے وقت ہو - تو پھر یہ آیت غیر
اللہ کے نام ذبح ہونے والے ذبیحہ کے حرام ہونے کی دلیل نہ ہوگی حالانکہ ائمہ
اور بڑے بڑے مفسرین قرآن نے اس آیت کو اس ذبیحہ کے حرام ہونے
کی دلیل قرار دیا ہے جسے غیر حق کے نام پر ذبح کیا گیا ہو - بیضاوی میں ہے
اہلال رفع الصوت عند ذبحہ للصنم (جانور کے ذبح کے وقت بت کا نام پکارا جائے تو ذبیحہ حرام ہوگا)

بڑے بڑے مفسرین کیا کہتے ہیں؟ | تفسیر جلالین، تفسیر مدارک،
تفسیر معالم التنزیل، التفسیر کشاف (قرآن مجید کی ان تمام تفسیروں میں یہی ہے کہ
... بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ — غیر اللہ کے نام ذبح کیا جائے

ہدایہ میں ہے | اور فقہ کی کتاب ہدایہ میں ہے، کہ ذبح کرنیوالا
ذبح کے وقت بسم اللہ و محمد رسول اللہ زیر اور عطف کے ساتھ
کہے گا تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا - اگر بلا عطف کے کہے گا، تو مکروہ
ہوگا اور یہ بھی لکھا ہے، کہ ذبح سے پہلے یا بعد کو غیر حق کے نام کا

ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے

تفسیر احمدی اور تفسیر احمدی میں ہے کہ

ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ اور اس جگہ سے معلوم ہو گیا کہ وہ گائے جو
للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا اللہ کے ولیوں کی نذر کی جاتی ہے جیسے کہ ہمارے زمانہ کا رواج و رسم ہے
حلال طیب تو وہ پاک اور حلال ہے (حرام یا شرک نہیں)

(خود مولوی صاحب کے خاندانی بزرگ) **حضرت شاہ ولی اللہ صاحب** محدث دہلوی نے اصول تفسیر میں لکھا ہے کہ

وما اھل بہ لغیر اللہ بتوں کے لئے جو چیز ذبح کی جائے
ای ماذبح للطواغیت (وہ حرام ہے)

پس مولوی صاحب نے آیت کریمہ کے جو معنی بیان کئے ہیں غلط و افتراء اور قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا ہے (پناہ بخدا)

ارشاد نبوی اور فرمانِ مخبر صادق ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

من قال فی القرآن برایہ جو شخص قرآن میں کوئی بات اپنی رائے سے
فلیتبوأ مقعدہ فی النار (گھڑتا یا گرادل بدل کرے) کہے پس
اسکو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیئے۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اگر کہو کہ شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ نے بھی تو آیت مذکورہ کی تفسیر مولوی اسمٰعیل کی طرح (اسی معنی میں) کی ہے۔ میں کہوں گا کہ یہ تفسیر شاہ صاحب کی نہیں ہے، ان ہی مولوی صاحب کا کلام شاہ صاحب میں الحاق و تصرف ہے کیونکہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کی

وفات کے بعد حاشیہ پر بہ علامت (۴) صحیح بڑھا دیا گیا ہی اس اضافہ کی
زیادتی کا قصور ہمارے زمانہ کے علمائے ہند میں مشہور ہے۔
لو سلم فی الخطاء اگر یہ بات مان بھی لی جائے (کہ انہوں نے
خود ہی ایسا لکھا ہے) تو ان کو خطا کا مرتکب ہونا
عجب نہیں (لیکن بہر حال تو بھی)
ان پر افترا کی تہمت نہیں آ سکتی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کی تعریف :حضرت مولانا شاہ
عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ایک مرد میدان حق (سنت) تھے۔
اور مذہب و دین میں بہت راسخ اور ثابت قدم رہے، انہوں نے
دین کی خدمت میں نہایت کوشش کی ہے۔ پس ان کی تقدیر یہ
ان کی یہ تفسیر ایک اجتہادی خطا اور ایک لغزش ہوگی قدس سرہ
(رحمہ اللہ) انکا یہ (عمل) برخلاف مولوی صاحب کے کہ ان کی سب
باتیں کتاب سنت اور اجماع امت کی مخالفت میں ہیں۔ پس مولوی
صاحب کی یہ تفسیر غلط و افترا کہی جائیگی۔ نہ کہ خطا نہ لغزش!
مولوی صاحب لکھتے ہیں :۔

غرض کہ جو کچھ بندہ اپنے جتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ
جھوٹے مسلمان انبیاء و اولیاء اماموں، شہیدوں سے اور فرشتوں
اور پیریوں سے کر گذرتے ہیں اور دعویٰ ایمان کے کئے جاتے ہیں"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں: جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء
اولیاء کی محبت و تعظیم تکمیل ایمان کے لئے جان و مال کا فدا کرنا
ایسا ہی واجب (کتاب و سنت کی قطعی دلیلوں سے) واجب سہے

اور اس پر سلفِ صالحین کا اجماع ہو چکا ہے۔ اسکے برخلاف اصنام و اوثان (بتوں اور مورتیوں) کی توہین و تذلیل لازم ہے۔ پس اصنام و اوثان پر ان حضرات کا قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے۔ (دونوں قیاس بہت فرق رکھتے ہیں)

حُبِّ نبوی شرطِ اسلام ہے

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین

فرمایا رسول خدا صلعم نے تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اسکے نزدیک محبوب ترین نہ ہو جاؤں اسکے باپ، اسکے بچوں سے اور تمام لوگوں سے

جان و مال حضور پر قربان ہے

اور حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابو بکر، فبکی ابو بکر وقال هل انا ومالی الا لک یا رسول الله

(آنحضرت نے فرمایا) مجھے جتنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے نفع دیا اتنا مجھے کسی کے مال نے نفع نہیں دیا (یہ ارشاد سن کر) صدیق اکبر رو پڑے اور کہا یا رسول اللہ میں اور میرا سارا مال حضور ہی کیلئے ہے

اور حضرت عمرؓ ابن خطاب سے روایت ہے:۔

قال امرنا رسول الله صلعم ان نتصدق فوافق ذالک مالا عندی قلت الیوم اسبق ابی بکر ان سبقته یوما فجئت بنصف مالی۔ فقال رسول الله صلعم ما ابقیت لاهلک؟ فقلت مثله واتی ابوبکر بکل ما عنده فقال یا ابا بکر ما ابقیت لاهلک؟

حضور نے ہمیں صدقہ کرنیکا حکم دیا۔ اس زمانہ میں میرے پاس (بہت) مال تھا (جی) میں کہا کہ اگر صدیق اکبر سے نیکی کرنے میں کسی دن بڑھ گیا، تو آج بڑھ جاؤنگا۔ پس میں آدھا مال لے آیا حضور نے فرمایا اے عمرؓ اپنے گھر کے لوگوں کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کیا آدھا اور صدیق اکبر حضور کے ہاں سارا

فقال لھم اللّٰہ ورسولہٗ فقلت لا اسبقہٗ فی شیٔ ابدا ۔

مال حاضر کر دیا۔ حضور نے فرمایا (اے ابا بکرؓ) اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا ؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور رسول کو چھوڑا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نیکی کے کام میں میں کبھی ان کا نہ ہو سکا (نہ بڑھ سکا)۔

ایمان کب کامل ہوگا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

آں حضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ (ہمارے ساتھ محبت کا) کیا حال ہے ؟ تم فقط ہمیں دوست رکھتے ہو۔ یا محبت میں ہمارے سوا بھی کسی کو شریک ٹھہراتے ہو۔ عرض کی محبت شریک (بھی ہوتی) ہے میں حضور کو بھی دوست رکھتا ہوں اور اپنی جان و فرزند و اہل و مال کو بھی دوست رکھتا ہوں۔ پس آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کے سینہ پر مبارک ہاتھ پھیر کر صرف فرمایا اور پوچھا اب کیا حال ہے ؟ اور اب کیسا پاتے ہو ؟ عرض کی کہ اہل و مال کی محبت تو ساقط ہو گئی (جاتی رہی) لیکن اپنی جان کی محبت ابھی باقی ہے پھر حضور نے دوبارہ حضرت عمرؓ کے سینہ پہ دست مبارک رکھا اور پوچھا اب کیسے ہو ؟ کہا سب کچھ ساقط ہو گیا۔ لیکن آپ کی محبت یا رسول اللہ بڑھ کر اب تو آپ ہی کی محبت رہ گئی ہے)

رباعی

عمرم ہمہ صرف در وفایت بادا	میری تمام عمر آپ کی وفا میں صرف ہو
جان و دل و دین فدایت بادا	جان و دل و دین سب آپ پر قربان ہو
محبوب من از جان و دل و عمر تو ئی	آپ جان و دل و زندگی سے زیادہ مجھے محبوب
ہر چیز من خستہ برایت بادا	ہیں خستہ کی ہر چیز آپ کے لئے ہو۔

محبت کا منشاء یا حسن ہے یا احسان

جاننا چاہئے کہ محبت کا منشاء

اور مودّت (محبت) کا باعث یا حسن ہے یا احسان :- اور تمام مخلوق میں (سب سے بڑھ کر اور سب سے) کمال کے ساتھ (حسن و احسان یہ) دونوں صفتیں سید کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں منحصر ہیں۔ آپ تمام مخلوق میں (ہر لحاظ سے) اجمل و اکمل (حسین ترین و کامل ترین) ہیں۔ (حسن و احسان) حقیقت میں تو حضرت واہب العطیات (خدا) کی ذات کامل الصفات میں منحصر و مقصود ہیں

جمال و کمال الٰہی کا آئینہ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسکے جمال و کمال کا آئینہ ہیں۔ پس محبوبیت کی نسبت چاہے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف کریں، چاہے حضرت رسالت صلعم کی طرف کریں، دونوں صحیح ہیں۔ حقیقت میں دونوں ایک ہیں (حُسن و احسان، حق سبحانہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں، جو آئینہ جمال محمدیؐ میں آشکارا ہیں) (رباعی)

ہم حسن و جمال بے نہایت داری
ہم جود و کرم بحدّ غایت داری
ہم حسن ترا مسلّم است و ہم احسان
محبوب توئی کہ ہر دو آیت داری

آپؐ میں (یا رسول اللہ) بے انتہا حسن و جمال بھی ہے اور حد سے زیادہ بخشش و کرم بھی ہے آپ کیلئے حُسن و احسان دونوں مسلّم ہیں۔ آپ ہی ہیں، کہ حُسن و احسان، دونوں نشانیاں آپ میں (بدرجہ کمال) موجود ہیں۔

(کلام حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ختم ہوا)

(یہ تو تھا کہ اہلِ اسلام کا ایمان و اعتقاد ہے)

اور کفار تو بتوں کو خدا ٹھہراتے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتلاتے اور حضرت مسیح و حضرت عزیر علیہما السلام کو خدا کے بیٹے جانتے ہیں۔ یہ الوہیت میں شرک کرنا (خدا کا ساجھی) ٹھہرانا ہے۔ پس سلف صالح سے

صاف ایسا گمان محض غلط اور بے بنیاد ہے سلف صالح تو ان حضرات انبیاء اولیاء کو بارگاہِ الٰہی کے مقبول (بندے) ہونے کے درجے میں سمجھتے ہیں اور مقام قربِ الٰہی حاصل ہونے کے ذریعے ان حضرات کو سمجھتے ہیں اور ان کا اثبات عبودیت ہے نہ الوہیت۔ (یہ ان حضرات کو خدا کا بندہ ثابت کرنا ہے نہ کہ خدا ٹھہرانا)۔

کیا اکثر اہلِ اسلام مشرک ہیں؟

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

سچ فرمایا اللہ رب العزت نے سورۂ یوسف میں

وما یؤمن اکثرھم باللہ (ترجمہ) اور ان کے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے

الا وھم مشرکون مگر اس حال میں کہ وہ شرک کر لیتے ہیں۔

حضرت فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں! یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے اور "ایمان" سے مراد یہ ہے کہ ذات و صفات میں خدا کو (تنہا و یکتا) ماننا یعنی ان (بت پرستوں) کا (زبانی اقرار ہے) اور جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے باوجود یہ لوگ بتوں کی پوجا و بندگی میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ اقرار یعنی یہ ہیں کہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو ان کا یہ ایمان (اقرار) شرک کے شائبہ سے پاک ہو اور یہ بات ان میں ثابت و متحقق نہیں ہے۔

مفسرین کیا فرماتے ہیں؟

تفسیر مدارک میں ہے

وما یؤمن اکثرھم فی اقرارہ باللہ (اور ان کے ایمان دار نہیں ہیں اللہ کی معرفت) بخلقہ اللہ وخلق السموات (کا) اقرار کرنے میں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں الا وھم مشرکون بعبادۃ (الا اللہ) نے پیدا کیا ہے اور حال یہ کہ وہ بتوں کی پوجا الوثن والجمہور علی

اکثر یا جمہور کا اتفاق اس آیت پر ہے کہ

انما نزلت فی المشرکین — یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے۔

(حقیقت تو یہ ہے کہ یہ آیت عرب کے مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر مولوی صاحب نے ابلہ فریبی کے طور پر اس امت (اسلامیہ) کے ایمان والوں کے لئے نازل ہونا قرار دیدیا۔ (جس امت مرحومہ کے افراد) سعادت ازلی کے تقاضے سے حضرات انبیاء اولیاء کے عاشق و شیفتہ ہیں (ان سے محبت و عشق تو رکھتے ہیں) ان کی تعظیم تو بجالاتے ہیں۔ مگر ان کی بندگی اور پوجا نہیں کرتے ہیں نہ ان کو کسی طرح بھی خدا کا شریک قرار دیتے ہیں)

اللہ اور اللہ کے رسول کا مطلب و مدعا کچھ اور ہوتا ہے مگر مولوی صاحب اسے کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔ یہی انکا شیوہ اور وطیرہ دیکھا جاتا ہے۔

(بہر حال یہ آیت مشرکین عرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ اس آیت کی شان نزول ہے جو اوپر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور اس آیت کا ایک خاص مفہوم بھی ہے جس کی تفسیر حضرت سیدنا شیخ اعاذ فرح ... نے ارشاد فرمائی ہے

شرک دو طرح کا ہے

اور ظاہر ہے کہ یہ آیت مشرکین پر نازل ہوئی ہے اسکی وضاحت یہ ہے کہ شرک کی دو قسمیں ہیں

(۱) شرک جلی (۲) شرک خفی

(۱) "جلی شرک" (حقیقی شرک) = ہے کہ خداوند عالم کی ذات میں یا صفات میں یا عبادت میں کسی کو شریک (خداوند عالم کا ساجھی) ٹھہرائے اور یہ شرک کفر ہے۔ نہیں بخشا جائے گا اور یہ شرک ایمان کے خلاف (اور ایمان کی ضد) ہے۔

فلا یجتمعان فی مادۃ واحدۃ — پس ایک ہی مادہ میں (شرک و ایمان) اکٹھے نہیں ہوں گے

(۲) "خفی شرک" یہ ہو کہ غیر حق کے وجود کا ملاحظہ کرے۔ اگرچہ امکانی
لباس ہی میں ہو۔ اس لئے کہ تمام عالم حضرتِ حق کے جمالِ قدیم کے مظاہر اور
مجالی ہیں۔ (تمام عالم میں حق تعالیٰ کے جمالِ قدیم ہی کے ظہور اور جلوے ہیں)
اور اغیار کا وجود معروض وموہوم ہے (فانی ہے۔ باقی نہیں ہے) اور
یہ شرک (خفی) مباینِ ایمان (خلافِ ایمان) نہیں ہے۔ پس یہ ایک ہی مادہ
میں اکٹھا ہو سکتا ہے۔

تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اکثر مومن ہیں، جن کا ایمان شائبۂ
شرکِ خفی سے مبرّا نہیں ہے۔ اس لئے کہ واصلانِ مقامِ توحید (وجودِ اغیار کو
ملاحظہ نہ کرنے والے اور مقامِ توحید پر پہنچے ہوئے عارفین باللہ) نہایت
ہی تھوڑے ہیں۔

ایک علمی نکتہ

اور مولوی صاحب نے مومنوں کیلئے "شرک جلی" کا اثبات
کرنے کو اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ مگر (آیت کا) واؤ
حالیہ (اس معنی کا) انکار رکھتا ہے۔ اس لئے کہ حال میں مشروط یہ ہے کہ عامل
ذی الحال کے ساتھ مقترن فی الزمان ہو۔
پس لازم آئے گا کہ یہ ایک ہی شخص ایک ہی وقت ایک ہی زمانہ میں مومن
بھی ہو اور کافر بھی ہو۔ (بیک وقت کفر و ایمان دونوں سے متصف
ہو) اور یہ محال ہے۔

آیت کے خاص معنی

اگر گہری نظر سے دیکھا جائے، تو اس آیت کا
(خاص مفہوم) غیر حق وجود وہمی کی نفی میں مبالغہ ہو۔

سچا ایمانی عقیدہ

مولوی صاحب لکھتے ہیں، کہ:۔
"وہ اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم تو شرک نہیں کرتے ہیں

بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! جس نے یہ جواب دیا، وہ سچا مومن صحیح الاعتقاد ہے۔ حضرت صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے لیکر اب تک اہل سنت وجماعت کا اعتقاد یہی ہے۔ جو شخص کہ بارگاہ حق سبحانہ تعالیٰ میں حضرات انبیاء اولیاء کے قرب و قبول کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اور (عطاء و بخشش خداوندی) ان کو غیبی علم اور قدرت تصرف سے متصف نہیں مانتا اور ان حضرات کو امان دنیا و آخرت کا وسیلہ نہیں سمجھتا وہ سخت گمراہ ہے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور یہی بداعتقادی ہے کہ اسی بداعتقادی کی وجہ سے ابوجہل اور ابولہب دنیا و آخرت کا ٹوٹا پانے والوں سے ہو گئے اور دنیا و آخرت کے ناز و نعمت سے ناامید ہو گئے۔

اگر کہا جائے کہ ان (دشمنان اسلام) کا دنیا و آخرت کے خسارہ میں رہنا لات و عزیٰ کی (بتوں) کی پوجا کرنے کی وجہ سے ہوا نہ کہ کسی دوسری وجہ سے میں کہوں گا کہ بارگاہ رسالت میں ان کے غرور و دشمنی کو کیا لات و عزیٰ کی پوجا کرنے سے کم درجہ کی (برائی و بدبختی) جانتے ہو۔ نہیں نہیں بلکہ ان کا غرور ان کی دشمنی خدا کے تعالیٰ کے ساتھ، اور اس کے رسول کے ساتھ، یہ دونوں باتیں ثمرہ خلود نار (جہنم میں داخل ہونیکا باعث) ہیں اسلئے (ہستی خدا کے منکر) ملحد اور حضرات انبیاء کی جلالت قدر کا انکار کرنیوالے تما سفہا اہل اسلام کے عقیدہ میں دوزخی ہیں۔

حضرات انبیاء و اولیاء کی قدرت تصرف بخشش و عطائے الٰہی سے ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں

اور یہ قدرت تصرف

کی انہی نے بخشی ہے اور اسی کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔"
حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! "خدائے تعالیٰ کے عالم میں تصرف کی قدرت حضراتِ انبیاء، اولیاء کو حاصل ہے۔ اور اس پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ اور اس بارے میں بہت اخبارِ نبوی، اور آثارِ صحابہ کرام ہیں۔

ایک یہودی کا مسلمان ہونا

(۱) از آنجملہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں، کہ ایک بہت خوبصورت یہودی تھا مجلسِ نبویؐ میں بہت آیا کرتا تھا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ مجھے بہت افسوس ہے کہ اس حُسن و جمال کا وجود تو دوزخ کی آگ میں جلے اس نے کہا کہ میں اپنا دین دوسرے دین کیلئے نہیں چھوڑنے کا۔ دوسرے دن وہ آنحضرتؐ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ تو آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

وحورٌ عینٌ کامثال
اللؤلؤ المکنون ؎

(جنت میں) بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی (گویا) سیپوں میں رکھے ہوئے آبدار موتیوں کی طرح

ستر حوریں ملنے کی ضمانت

اس یہودی نے عرض کی "یا رسول اللہ! کیا ایسی ایک حور کیلئے آپ میرے واسطے ضامن ہو سکتے ہیں؟" حضور نے ارشاد فرمایا! "(ایک ہی نہیں بلکہ) میں اس کا ضامن ہوتا ہوں، کہ ستر حوریں (تم کو) ملیں گی۔

وہ یہودی ایمان لے آیا۔ اور اچھا مسلمان رہتا رہا۔ جب اس کا انتقال ہوا۔ تو آنحضرتؐ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جب لوگ

نے اسے قبر میں اُتارا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسکی قبر میں اُترے اور قبر سے جب باہر تشریف لائے۔ تو آپ کی مبارک پیشانی پسینے پسینے تھی، اور کرتا کندھے سے پھٹ گیا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ (یا رسول اللہ! یہ کیا ماجرا تھا) تو آپؐ نے فرمایا! میں نے (اس قبر سے باہر نکلنے میں) دیر اس وجہ سے کی۔ کہ حوریں اس (مرنے والے) کے سامنے پیش کی گئیں۔ ہر ایک کا کہنا یہ تھا کہ میں اس کیلئے ہوں۔ یہاں تک کہ ستر حوریں آگئیں۔ اور انہوں نے میرا جامہ کھینچا (یہاں تک کہ وہ مونڈھے پر سے) پھٹ گیا۔

جنت کا محل دلانے کی ذمہ داری

(۲) از آنجملہ یہ ہے کہ ایک شخص سیدنا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے آیا۔ اور دس ہزار درہم لایا۔ اور کہا! میں حج کیلئے جارہا ہوں پس میرے لئے ایک گھر خرید لیجئے تاکہ جب میں (بیت اللہ) کے حج سے لوٹ کر آؤں تو میں اس گھر میں اپنے بال بچوں سمیت سکونت کروں" جب وہ حج سے لوٹ کر آیا تو وہ حضرت امام جعفر) صادق کے پاس آیا۔ فرمایا تیری لئے میں نے بہشت میں ایک مکان خرید لیا ہے، کہ اس کی ایک حد منتہی ہوتی ہے، رسول اللہ صلعم پر۔ اور دوسری حد علیؑ پر۔ اور تیسری حد حسنؑ پر، اور چوتھی حد حسینؑ (علیہما السلام) پر۔ یہ (اس مکان کا) قبالہ ہو جو میں نے لکھ دیا ہے۔

اس شخص نے جب یہ سُنا تو کہا "میں راضی ہوں"! قبالہ لیکر گھر پہنچا اور بیمار ہو گیا۔ اور وصیت کی، کہ یہ قبالہ اسی کے ساتھ قبر میں رکھدیا جائے جب اس نے وفات پائی تو یہ قبالہ اس کے ساتھ قبر میں رکھدیا گیا ایک روز

صبح کو لوگ اس قبر پر گئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ) قبالہ قبر کے اوپر (موجود) ہے اور اس قبالہ کی پشت پر لکھا ہوا ہے کہ "جعفر بن محمد نے جو وعدہ کیا تھا خدا نے پورا کر دیا!"

اللہ کے پیارے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"اور وے لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "ہاں! حضرات انبیاء اولیاء عزیزان بارگاہ حق ہیں۔ اور ان کی رضا اور ان کا غضب خدا کی رضا اور خدا کا غضب ہے۔ لہٰذا ابوجہل اور ابولہب انکارِ احمد مختار صلعم کی وجہ سے اور فرعون و ہامان حضرتِ موسیٰ بن عمران کی عداوت کی وجہ سے دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے۔ اور آخرت میں جہنم داخل ہوئے۔

گرت عقل و رائے است زنیاں رمی | اگر تو عاقل اور فرزانہ ہے تو ایسے لوگوں سے
کہ دیوانہ در جامۂ آدمی | بھاگ (یہ منکر بدبخت) آدمی کے لباس میں شیطان ہیں

اس گروہِ عالیہ (انبیاء اولیاء) سے کینہ اور دشمنی دونوں جہاں کی شقاوت و بدبختی ہے۔ اور یہ کونین (دو جہاں) کی خواری اور بے عزتی کیطرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (جیسے کہ ہمارے زمانہ میں بھی دیکھنے میں آیا......

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"اور اس کی جناب میں (خدا کی جناب میں) ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں۔"

وکیل؟

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں:- ان حضرات (انبیاء اولیاء) کو (بارگاہ الٰہی میں) کسی نے بھی نہ تو اپنا وکیل کہا ہے نہ کہنا ہے۔ صرف مولوی صاحب ہی ہیں جنہوں نے ان حضرات کے لیے توہین کے طور پر لفظ وکیل استعمال کیا ہے۔

ان کے ملنے سے بیشک خدا ملتا ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔ "اور ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے۔"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں: "(حضرات انبیاء اولیاء کے ملنے سے خدا کا ملنا) یہ سچا عقیدہ ہے۔ جو شخص کہ ان حضرات کے ساتھ محبت کا رابطہ اور تعظیم کا لگاؤ مضبوط نہیں رکھتا۔ اور ان حضرات کے دامن پر ارادت و اعتقاد کا چنگل نہیں مارتا وہ دنیا و دین کی سعادت سے محروم رہتا ہے۔ اس لئے ابوجہل اور اس کے ساتھی دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، جو حضور (روحی فداہ) پر جان و مال سے فدا اور قربان تھے۔ اونچے مقاموں میں پہنچے اور دنیا و آخرت کی سربلندی و کامرانی کے صاحب مقام ہوئے اور جمعوں میں اور عیدوں میں اونچے منبروں میں اور تختوں میں مختلف زبانوں پر ان کی تعریف و ستائش کا ذکر خیر جاری ہوا۔

اویسی طریقہ میں بھی، واسطہ اور وسیلہ ہے

اگر کہا جائے کہ اویسی طریقہ کے حضرات تو انبیاء اولیاء میں سے کسی کا توسل کئے بغیر وصول الی الحق (قربت و نزدیکی حق تعالیٰ) تک پہنچے ہیں پس خدا تک پہنچنے کیلئے حضرات انبیاء اولیاء کے ساتھ (معاملہ) روحانی اور رابطہ قلبی شرط ٹھہرا۔

روح بزرگ مربی ہوتی ہے

میں کہوں گا کہ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں "اویسی" وہ شخص ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی روح مثالی (انسانی) صورت اختیار کر کے بعد اس کے سلوک کی مربی ہوتی ہو۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ اس روح بزرگ نے اس کی راہ نمائی کی ہو۔ پس وصول الی الحق (حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچنا) ان

حضرات کے وسیلے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ چاہے (یہ حضرات) زندہ ہوں، یا (اس) عالم سے پردہ فرما چکے ہوں یہ بات صوفیائے کرام کی کتابوں میں کھلے طور پر بیان کی گئی ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"اور جتنا ان کو مانتے ہیں۔ اتنا اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں"

کفر و ایمان کا فرق

سیدنا حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! یہ سچ اور برحق ہے۔ کیونکہ اللہ کی ہستی (کا اقرار) اور اس کی تعظیم ہر شخص کے باطن میں جبلی اور فطری طور سے (بکو) مضبوط ہے اسلئے تمام آدمی (ملحدین کے سوا) گو انکے مذہب و ملت جدا جدا اور (راہیں) الگ الگ ہیں۔ مگر اسکے باوجود سب اقرار کرتے ہیں، کہ خدا ہے اور (مالک) ہے، کہ تمام عالم خدا کا محکوم و مغلوب ہے۔ (اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی) ایمان و کفر میں فرق ہے۔ اور یہ فرق رسالت کے اقرار و انکار کی (وجہ سے) ہے اقرار رسالت کے باوصف امت کے مرتبوں میں فرق ہوتا ہے یہ (اس لئے) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (رابطہ) محبت میں فرق ہے کسی (میں) محبت کا رابطہ بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ کسی میں کم ہے۔ اسلئے اہل سنت و جماعت

حضرت صدیق اکبرؓ کی فضیلت

نے لکھا ہے حضرات صحابۂ کرام میں سے کسی کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مرتبے میں (نہیں) رکھا ہے۔ (جنہوں نے یہ فرمایا کہ)

(اہل) انا ومالی الا لک — (یا رسول اللہ، میں اور میرا مال سب)

یا رسول اللہ! — حضور ہی کے لئے ہے۔

حاصل نشود رضائے سلطاں
تا خاطرِ بندگاں نہ جوئی ،

" بادشاہ " کی خوشنودی حاصل نہیں ہو سکتی
جب تک کہ بندگانِ شاہی کی دلجوئی نہ کرے

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

" اور اُن کے پکارنے سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے "

پانچوں فرض نمازیں ، اور آنحضرت کو پکارنا

حضرت سیدنا شیخ العارفین فرماتے ہیں
یہ برحق اور راست ہے - لہٰذا نمازِ پنجگانہ
میں کمالِ اعزاز و اکرام کے ساتھ آنحضرت
(صلے اللہ علیہ وسلم) کو ہم یاد کرتے ہیں - اور خطاب کے صیغہ سے ہم اہلِ
اسلام آنحضرت کو (درود و سلام) پہنچاتے اور کہتے ہیں

السلام علیک ایہا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

اے نبی اللہ آپ پر سلام - آپ پر اللہ
کی رحمتیں اور برکتیں ہوں !!

اور یہ وہ سنت سنیہ (وہ روشن طریقہ) ہے کہ آنحضرت کے عہد سے
لے کر (اب تک ، تمام اہلِ اسلام کا معمول ہے اور قیامت تک یہ رسم
(یہ سنت) یوں ہی جاری رہے گی - اگرچہ زنادقہ اور ملاحدہ اس سے
کراہت کریں ... "

خالص دین کو خرافاتیں کہہ دیا

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

" اور اسی طرح خرافاتیں بکتے ہیں "

حضرت فرماتے ہیں " جاننا چاہئے کہ دین کی بڑائی کے لئے
اہلِ اسلام کے عقائد حقہ سچے اور برحق عقیدوں کا نام مولوی صاحب
نے " خرافات " رکھا ہے - ہاں !! اہلِ باطل حق (باتوں) کو باطل ہی
جانتے ہیں - ورنہ باطل پر ان کا قیام محال ہو جائے -

بہت - چوں رہِ کجاں بیش شاں براست بود چونکہ راہِ کج (ٹیڑھے رستے) پر چلنے والوں
راہِ راست زپیشِ شاں کج نمود کو راستہ ان کے نزدیک سیدھا راستہ تھا اسنے

سیدھا راستہ ان کو ٹیڑھا نظر آیا

کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کو جھوٹی کہانیاں ٹھہرا دیا

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-
"ان باتوں کا سبب یہ کہ خدا اور رسول
کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا ہے اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے ہیں"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں :" جاننا چاہیئے کہ علمائے دین اور ائمہ مجتہدین نے شرع محمدی کے عقائد و اعمال کو کتاب و سنت (کلام خدا و رسول) سے اور دلائل عقلیہ سے اور اجماع امت اور قیاس (غرض ہر طریقہ و طریقہ) سے ثابت کیا ہے - اور ہر ایک دلیل اپنے مقام پر مذکور ہے اور یہ عقائد و اصول اور فقہ کی کتابیں ہیں (جو ان دلیلوں کی وضاحت کرتی ہیں) اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج کے دن تک (سن ہجری کے) بارہ سو سے زیادہ سال کا زمانہ ہے تمام امت مرحومہ کے عابد گزار اور زاہد اور صلحا اور ابرار کا یہی عقیدہ تھا اور یہ تمام بزرگان دین ان عقیدوں پر ہی گذرے ہیں (اس حقیقت کے باوجود یہ مولوی صاحب ہیں، کہ ایک نیا طریقہ اختراع کرنے کے ارادہ سے امت مرحومہ کے) ان تمام عقیدوں کو عقل سے بنائی ہوئی "جھوٹی کہانیاں" قرار دیتے ہیں، اور اپنے باطل عقائد اور اعمال کے ثابت کرنے کے لیے بالکل بے محل (قرآن مجید کی) آیتیں اور (رسول اللہ صلعم) کی حدیثیں لکھتے ہیں - تاکہ ان کے نادان معتقدوں کو یہ گمان ہو کہ وہ حق بجانب ہیں اور ان کا بیان کتاب و سنت کی سند کے ساتھ ہے اور آیتوں کی تفسیر

(یہ اپنی رائے اور خواہشِ نفس کے موافق (کلامِ الٰہی کے) لفظوں کی دلالت کے خلاف (مطلب و معنی پیدا کرتے) اور سلفِ صالح کی روایت کے مخالف نئے معنی اختراع کرتے ہیں۔ اگر ان کے کلام کو سچ مان لیا جائے تو غور و تامل کے بعد یہ گمان پیدا ہوگا کہ آنحضرت (روحی فداہ) کا خدا کی طرف سے) مبعوث ہونا اور (حضراتِ صحابہ کا راہِ خدا میں جہاد کرنا اور اکابرینِ کار دین کی خاطر جانبازی کرنا اور ائمہ مجتہدین کا بذلِ اجتہاد کرنا (یہ سب کچھ معاذ اللہ) لغو اور فضول ہے۔ اور ان سلف صالحین میں سے کوئی بھی دین کے رائج کرنے اور اسلام کے احکام جاری کرنے (کے منصب و مقام پر نہیں پہنچا تھا۔ اور (ان میں سے کسی نے بھی (اللہ) اور اللہ کے رسول کے کلام کو نہیں سمجھا مگر اب زمانۂ ظہورِ دجال کے قریب مولوی صاحب نے ہی (سمجھا) اور اسلام کی ترویج میں حسنِ قیام کیا۔ اور خطۂ دہلی سے نکل کر تمام عالم میں اسلام کو پھیلا دیا۔ یہاں تک کہ حق نے اپنے مرکز پر قرار پکڑا۔

میں کہتا ہوں کہ (حق نے اپنے ٹھیک مرکز پر قرار نہیں پکڑا اور گمراہی اس سے بھی بڑھ کر خوبرنائی اور زیب و زینت کی صورت اختیار کرے گی تاکہ فوج کا پچھلا حصہ فوج کے پہلے حصے کے برابر آجائے" (اور ایسا ہونا) حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کی سچائی کا ظاہر ہونا ہے۔

آپ نے فرمایا:

جھوٹے دجال پیدا ہوں گے

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم

آخری زمانہ میں ایسے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو ایسی جھوٹی حدیثیں لائیں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی ہوں گی تم ان سے بچنا اور ان کو اپنی آنکھوں

اِیاکم و اِیاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم

(دور رکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو فتنہ میں ڈال دیں اور تم کو گمراہ کر دیں)

حضرت مولانا رومؒ نے ایک ہدایت فرمائی ہے؟

حضرت مولانا جلال الدین عرف حضرت مولانائے روم اپنی مثنوی میں ارشاد فرماتے ہیں:-

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نشاید داد دست
حرف درویشاں بدزدد مرد دوں
تا بخواند بر سلیمی زاں فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر
تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
کار مرداں روشنی و گرمی است
کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

چونکہ بہت شیطان آدم کی صورت کے ہیں (بہت سے آدمی نما شیطان بھی ہیں) اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں (ارادت کا ہاتھ) نہ دینا چاہئے۔ کمینہ لوگ درویشوں کی باتیں چراتے ہیں تاکہ ان (چرائی ہوئی باتوں کے ذریعہ سیدھے سادے لوگوں پر (گمراہ کر دینے والا) منتر پھونکیں۔ شکاری اس غرض سے سیٹی بجاتا ہے تاکہ وہ چڑیوں کو دھوکہ دے۔ اور (جال میں پھنسائے) مردانِ حق کا کام روشنی اور گرمی ہے اور کمینہ لوگوں کا کام حیلہ بازی اور بے شرمی ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:- "اور غلط رسموں کی سند پکڑی،

ہم سوادِ اعظم سے جدا نہیں ہو سکتے

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں: "معجزہ اور کرامت کے برحق ہونے کا اعتقاد، صحابہ کرامؓ کی تعظیم پاک اہلِ بیتؓ کی محبت اور چاروں اماموں امام ابو حنیفہؒ

امام شافعیؒ، امام احمد حنبلؒ اور امام مالکؒ کی پیروی اور امتِ مرحومہ سوادِ اعظم کا اتباع، اور اجبارِ سلف رگذرے ہوئے بزرگانِ دین) کے ساتھ نیک گمان رکھنا، اور (راہِ خدا میں) ان کے نقشِ قدم پر چلنا، (یہ تمام باتیں) کل اہلِ سنّت و جماعت کی عمل میں آئی ہوئی رسمیں ہیں۔
اور ہم لوگوں پر ازل کا قلم یوں ہی چل چکا ہے۔ ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست	دوست نے ایک رشتہ (ایک ڈورا) میری
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست	گردن میں ڈال رکھا ہے جہاں جہاں

جاتا ہے مجھے لے جاتا ہے۔

ہم لوگ مولوی صاحب کے مَن گھڑت طریقے کے پیچھے نہیں چل سکتے اور اپنے آپ کو سوادِ اعظم کے باہر نہیں کر سکتے" مولوی صاحب لکھتے ہیں
"اور اگر اللہ و رسول کے کلام کو تحقیق کرتے تو سمجھ لیتے"

صدرِ اسلام کی اطاعت میں ہی امان و نجات ہے

اکابرِ سلف (یعنی) حضراتِ صحابہؓ تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین صدرِ اسلام میں شرع (اسلام) اور معرفتِ حق کے ظاہر کرنے کے لئے اور اسلام کے عقیدوں حکموں کی تنظیم و ترتیب و تفصیل کیلئے مخلوق ہوئے ان حضرات نے (کلامِ خدا و رسولؐ کے) لفظوں کی تحقیق اور نصوص کے موارد اور معانی کی تفتیش (کما حقہ) کی، اور (اس طرح) استخراج مسائل کیا۔ اور کتابوں کی تدوین کی۔ اور علموں میں سے صرف و نحو ادب و بلاغت فقہ و اصول اور حدیثوں (کی کتابوں) اور قرآن مجید کی تفسیروں کی تصنیف میں مشغول ہوئے اور شریعت و معرفت کے ہر ایک گہرے اور باریک بھید کو اچھے لباس میں ظاہر (نمایاں) اور آراستہ کیا تو پھر ہم لوگوں کو

کیا آثار سلف کی پیروی کرنیوالے، اور ان کے مذہب پر اعتقاد رکھنے والے اس کی کیا حاجت ہے کہ اس بے دست و پائی کے ہوتے ہوئے (جو ظاہر ہے) اس سمندر میں تیرنے کا قصد کریں۔ جس کا کنارہ ناپید ہے۔ اور موجودہ زمانہ کے بعض مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ جیسے لوگوں کیطرح گمراہی کے بھنور میں پڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں، ہاں! اصول فقہ کو دیکھنا اور اس میں غور و فکر کرنا جائز ہے۔ تاکہ تقلید کرنے والے کو اپنے امام کی کتاب و سنت یا آثار سے استخراج مسائل کرنے کی) مساعی جمیلہ پر اطلاع و آگاہی حاصل ہو اور تقلید کی استعداد قوت پکڑے۔ نہ اس لئے غور و فکر کرنا کہ آثار سلف کا انکار کریں۔ اور اللہ کے نیک بندوں، اور عبادت گزاروں کے حلقہ سے نکل جائیں۔ اور الحاد و زندقہ میں داخل ہو جائیں

شفاعت کا عقیدہ جزو ایمان ہے

حضرات مقبولین بارگاہ کا گنہگاروں کی شفاعت کرنا ہر طرح ثابت ہے

آیت کی مراد بتوں کی شفاعت کا انکار ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"چنانچہ سورہ یونس میں اللہ صاحب نے فرمایا":-

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ قل اتنبئون اللہ بما لا	اور اللہ کے سوا ایسی چیز کی پوجا کرتے ہیں جو ان کا بھلا نہ کرے اور نہ برا کرے کہتے ہیں کہ یہ (بت) ہمارے سفارشی ہیں (اے نبی) کہیے کہ کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ نہیں جانتا

یعلم فی السموٰت ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔

نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں سے (ان بت پرستوں) کے شرک کو حق سبحانہٗ تعالیٰ ہر طرح بری ہے۔

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! "یہ آیت بتوں کی پوجا کرنے اور بتوں سے مدد مانگنے اور (بتوں سے) شفاعت چاہنے کو باطل ٹھہرانے میں اتری ہے۔ اور قرآن شریف کی تفسیر کرنیوالے تمام (اہل علم حضرات) نے بالاجماع (متفقہ طور پر) لفظ ھؤلاء سے بت مراد لئے ہیں۔ پس اس آیت میں حضراتِ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے اور شفاعت چاہنے سے رد کرنے میں مولوی صاحب کیلئے کوئی سند اور حجت نہیں ہے۔ اگر کہا جائے کہ "مورد" کا خاص ہونا، "حکم" کے خاص ہونے کا موجب نہیں ہے اس وجہ سے یہ حکم عام ہے، انبیاء و اولیاء سب ہی کے لئے ہے۔

حکم انبیاء و اولیاء کے لئے نہیں ہے

میں کہوں گا، کہ (آیت کے حکم کو عام ٹھہرا کر ان حضرات کو بھی اگر حکم میں شامل سمجھا جائے) تو حکم کے عام ہونے کی وجہ سے (بتوں کی طرح) ان حضرات کو بھی (معاذ اللہ) جلا ڈالنا، توڑ دینا، اور ان کی ذلت و توہین کرنا جائز ماننا پڑیگا۔ حالانکہ ان حضرات کی ذلت و توہین کرنا منع (بلکہ کفر) ہے۔

امام حسینؓ کا قاتل کافر ہے

اسی وجہ سے حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام (شہید کربلا) کا قاتل بالاجماع کافر ہے۔

حکم کا عموم مورد کے جنس ہی میں ہوگا

اور حکم کا عام ہونا مورد کے جنس ہی میں ہونا چاہئے۔ دوسری جنس میں نہ ہونا چاہئے اور حضراتِ انبیاء و اولیاء بتوں کی جنس سے نہیں

(بہرطرح کہ آدمی اور پتھر ایک ہی جنس سے نہیں ہیں، الگ الگ ہیں)
مولوی صاحب لکھتے ہیں :-
"جن لوگوں کو پکارتے ہیں ان کو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی۔
نہ فائدہ پہنچانے کی، نہ نقصان کر دینے کی۔"

کھلا ہوا مغالطہ حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "حق سبحانہ تعالے نے یہ آیت جتوں کے بارے میں اتاری ہے۔ جن پر خدا کا غضب ہے اور مولوی صاحب حضراتِ انبیاء اولیاء کو جو ان کے مبغوض ہیں، اس آیت کا مصداق انکو ٹھہرا دیا اور قبول کیطرف سے آنکھ بند کر لی یہ کھلا ہوا مغالطہ

حضراتِ انبیاء اولیاء کی قدرت و تصرف (حضراتِ انبیاء اولیاء کی جس قدرت تصرف کا مولوی صاحب کو انکار ہے) حقیقت یہ ہے کہ نصِ قرآنی میں خدائے تعالیٰ نے اسکا اثبات فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ! وابرئ — اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کا یہ کہنا بیان
الاکمہ والابرص وحی — فرمایا کہ میں جنم کے اندھے اور کوڑھی کو چنگا، اور
المَوتیٰ باذن اللہ۔ — مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ اللہ کے حکم سے :

پس ان حضرات کی قدرتِ تصرف (عطیۂ خداوندی) کا انکار (کلامِ الٰہی کی صاف و صریح نص کا) انکار ہے۔ (اور نص کا انکار) الحاد اور زندقہ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ - مولوی صاحب لکھتے ہیں۔
"بلکہ انبیاء اولیاء کی شفاعت جو ہے، سو اللہ کے اختیار میں ہے"

شفاعت کا اختیار حضرتؒ ارشاد فرماتے ہیں! اگر "اختیار" سے مُراد حضراتِ انبیاء اولیاء کی شفاعت کو قبول فرمانا یا قبول نہ فرمانا ہے۔ تو یہ مسلّم ہے اہلسنت و جماعت کا اعتقاد

یہی ہے) لیکن یہ بات مولوی صاحب کے مدعا کو مفید نہ ہوگی کیونکہ ان
حضرات سے (بارگاہ الٰہی) میں "سفارش" کرنے کی التجا کیجائیگی تو اسکا
نتیجہ بعد میں ظاہر ہوگا۔ لیکن یہ حضرات شفارش کی التجا کرنیوالوں
کے لیئے دعا اور شفارش (خدا کی بخشی ہوئی عزت و وجاہت کی بنا پر)
اپنے اختیار سے کریں گے۔ اسکے بعد جناب حق مختار ہے کہ دعا و شفاعت
کو چاہے رد کردے یا قبول فرمائے۔

اور اگر مراد "اختیار" سے یہ ہے کہ جب ان کو شفاعت کی خدا سے
اجازت ملے گی تب ہی دعا و شفاعت کریں گے تو یہ مجموعہ بھی درست
نہیں ہے، اس لئے کہ جناب حق تمام باتوں کا مالک و مختار ہے اس
کے باوجود بہت سے کام ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے اختیار میں رکھے ہیں
جیسے کہ دیکھنا اور سننا اور کھانا اور پینا (اور اسی طرح کے اور بہت
سے کام، اور دعا و شفاعت ان ہی اختیاروں میں) سے ہے۔
اسلئے تمام امت مومنہ (تمام ایمان والے) بغیر اسکے کہ (پہلے سے) اجازت
ہو اپنے لئے دعا اور غیر کیلئے شفاعت و (سفارش) کرتے اور کہتے ہیں
ربنا اغفرلی ولوالدی — اے خدا میری اور میرے ماں باپ کی بخشش فرما
اور کہتے ہیں۔
ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین — اے ہمارے پروردگار ہمکو اور ہمارے ان بھائیوں
سبقونا بالایمان — کو بخش جو ایمان کیساتھ ہم سے پہلے گذرے ہیں
اور کہتے ہیں
اللھم اغفر لحینا ومیتنا الخ — یا اللہ ہمارے زندوں اور مردوں کی بخشش فرما
اور یہ سب کچھ "شفاعت" ہے جس کے قبول فرمانے کا حق تعالے نے

وعدہ فرمایا ہے۔ ان میں کوئی اذن (یا اجازت) کیساتھ مشروط نہیں ہے اور یہ سب مولوی صاحب کے دعویٰ کو رد کرتی ہیں جو دعویٰ کہ انہوں نے اپنی کتاب کی فصل اشراک فی التصرف میں کیا ہے) ۔ (اس بحث کی زیادہ تفصیل آگے آئے گی۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

• اور ان (انبیاء اولیاء وغیرہ) کے پکارنے اور نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ اور عمل

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "اگر ان حضرت سے مدد کا چاہنا اور امداد کا نہ چاہنا (ان کو پکارنا اور نہ پکارنا) دونوں برابر ہوتے۔ تو ہرگز حضرات صحابہ کرام جو خلق میں سب سے زیادہ برگزیدہ اور سب سے بڑھکر عقلمند (تھے) زمانہ میں اس بات پر قدم آگے نہ بڑھاتے۔ اور (خود) آنحضرت صلعم ایسے جائز قرار نہ دیتے۔ اور اس کے دلائل اور شواہد بہت ہیں۔

سرطان کا پھوڑا اچھا ہونے کیلئے بارگاہِ رسالت سے استمداد

(۱) اذا تجلہ ہے کہ شرحبیلؓ جعفی نے کہا کہ "میں آنحضرت (روحی فداہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلعہ (سرطان یعنی کینسر) کا (لا علاج) پھوڑا میری ہتھیلی میں ظاہر ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ سرطان کا پھوڑا مجھے ایذا دے رہا ہے۔ (اس پھوڑے کی وجہ سے) میں تلوار کا دستہ اور گھوڑے کی لگام نہیں پکڑ سکتا۔ تو حضور رسول خدا صلعم نے فرمایا "میرے پاس آکر بیٹھ جاؤ" میں آپ کے پاس جا کر بیٹھ گیا پھر فرمایا "اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو کھول دو" میں نے اپنی ہتھیلی کھولدی آپ نے ایک بار میری

ہتیلی پر پھونک دیا، اسکے بعد اپنی مبارک ہتیلی اس پر مل دی (سرطان کا پھوڑا) ایسا دور ہو گیا۔ گویا ہوا ہی نہ تھا۔ (اور اس لاعلاج پھوڑے کا آپ کے تصرف کے بعد) نام و نشان نہ رہا۔

اندھی آنکھیں روشن ہوگئیں

(۲) ازانجملہ یہ ہے کہ شواہد النبوۃ میں ہے کہ ایک شخص اندھا ہو گیا تھا۔ وہ (ایک) بزرگ حضرت عبد اللہ ابن المبارک کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کر دیجئے کہ خداوند تعالیٰ میری آنکھوں کو بینائی بخش دے آپ نے کھڑے ہو کر لمبی دعا کی۔ خدائے تعالیٰ نے میری آنکھوں کو روشنی بخشی سلف میں سے ایک صاحب نے فرمایا، کہ ان نابینا کو میں نے اس وقت بھی دیکھا کہ نابینا تھے اور اس وقت بھی دیکھا کہ بینا ہو گئے تھے۔

شبہات کا جواب

اگر کہو کہ ان حضرات انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے اور شفاعت چاہنے کا جائز ہونا، جو ان روایتوں سے ثابت ہوا۔ زندوں سے (مدد مانگنے اور شفاعت چاہنے سے) نسبت رکھتا ہے۔ اور دہلوی صاحب کی مراد یہ ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنی اور شفاعت چاہنی جائز نہیں ہے۔

میں کہوں گا کہ مُردوں سے مدد مانگنی اور مُردوں سے شفاعت کا خواستگار ہونا۔ اگر شرک ہے تو زندوں سے (مدد کا مانگنا اور شفاعت چاہنا بھی شرک ہوگا اسلئے کہ زندہ لوگ خدا نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جائز ہو جو خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔

اگر کہا جائے کہ نفس امداد شرک کا سبب نہیں ہے۔ بلکہ غیر حق کو پکارنا شرک ہے تو میں کہوں گا کہ زندوں کو پکارنا بھی شرک ہوگا کیونکہ

یہ بھی غیر حق ہیں (خدا نہیں ہیں)

اگر کہا جائے، کہ مُردہ تو سننے کی قدرت نہیں۔ تمہارا اسلئے مُردہ کو پکارنا شرک ہے، میں کہوں گا، کہ سننے کی قوت حاصل ہونے کی وجہ سے خدا ہونا لازم نہیں آتا۔ کہ ان کو پکارنے کا معاملہ (جو معاملہ کہ خدا کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے) صحیح اور درست ہو۔

اگر کہا جائے، کہ اعتقاد میں خطا واقع ہونے سے مامون نہ ہوگا کہ نہ سننے والے کو سننے والا جانا۔ میں کہوں گا، یہ گمان بھی فاسد ہے اس لئے کہ مُردوں کو سننے کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ مُردوں کیلئے خطاب سلام کے ساتھ، جو شرع میں وارد ہوا ہے

سلام علیکم دار قوم مومنین — اے قوم مومنین! تمہارے گھروں (تمہاری قبروں میں) تم پر سلام

اس سلام و خطاب کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔

"اشراک فی العلم" کی فصل میں اس کا زیادہ بیان کیا جائے گا۔ طول و بسط کے ساتھ)

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہو جاتا ہے"

تعظیم اور سجدہ اور عبادت اور ۱ — حضرت فرماتے ہیں "جاننا چاہئے کہ عبادت (پوجنا) اور چیز ہے اور تعظیم کرنا دوسری شے ہے۔ اور مولوی صاحب نے تعظیم کو "پوجنا" ٹھہرا دیا ہے۔ تاکہ عوام کو حضرات انبیاء اولیاء کی تعظیم اور بزرگی کے اعتقاد)

سے رخصت ہو۔ اور وہ دائرہ اسلام سے باہر چلے جائیں اور یہ ان کی بہت بڑی شکار اندازی ہے۔

عہدِ عباسیہ کے فلاسفہ و زنادقہ

عباسی بادشاہوں کے زمانہ میں جو زنادق پیدا ہوئے تھے انہوں نے اسلام میں بہت بڑا فتنہ برپا کیا اور بہت کوشش معتقدات اسلامی کے خلاف کی۔ مگر کچھ حاصل نہ کر سکے۔ لیکن مولوی صاحب نے تھوڑے عرصہ میں اسلام کی بنیاد ڈھانے میں وہ کام کیا کہ دجال اس کا دسواں حصہ کبھی نہ کر سکے گا۔

اگر کہو کہ حضرات انبیاء اولیاء کی تعظیم و بزرگی سے نفرت دلانے میں مولوی صاحب کو کیا فائدہ ہے۔

ازلی اشقیاء کا کام

میں کہوں گا کہ کفار قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت دلانے کی کوشش میں کیا فائدہ تھا اور حضرت سید الشہداء (امام) حسین علیہ السلام کے روضہ کو زمین سے برابر کر دیا اور اس میں کھیتی کرائی تو اس میں (شاہِ بغداد) متوکل عباسی کا کیا فائدہ تھا۔ بات یہ ہے کہ کفار قریش کو آنحضرت سے اور متوکل عباسی کو خاندان نبوت و رسالت (آپ سے) عداوت تھی مقصود ان کا یہ تھا کہ کینہ و دشمنی کی بھڑاس سے ان کے سینہ کو شفا ہو جائے۔ جو لوگ ازلی شقی ہیں یہ مرض ان کے لوازمات سے ہے کہ وہ ہمیشہ ان حضرات (انبیاء اولیاء) کا نور بجھانا اور ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے سینہ کی آگ کو ٹھنڈک پہنچے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں

" اور اللہ صادق نے سورہ زمر میں فرمایا ہے کہ

والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفا ان اللہ یحکم بینھم فی ما ھم فیہ یختلفون ان اللہ لا یھدی من ھو کاذب کفار ؀

جنہوں نے اللہ کے سوا اور والی بنایا۔ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کو اتنی بات کیلئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے پاس اور نزدیک کر دیں ؛ اللہ ان میں فیصلہ کرے گا۔ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا جو جھوٹا ناشکرا ہو۔

یہ بتوں کی عبادت و شفاعت کا رد ہے

یہ آیت بتوں کی عبادت و شفاعت کو رد کرنے کے بارے میں اتری ہے۔ حضراتِ انبیاء، اولیاء کی تعظیم و بزرگی، اور ان سے شفاعت طلب کرنے کی نفی اور ممانعت میں نازل نہیں ہوئی ہے اور ان حضرات کے اجلال و تعظیم اور ان سے شفاعت چاہنے کی نفی میں مولوی صاحب کیلئے یہ آیت کوئی حجت نہیں ہوگی۔ کیونکہ حضراتِ انبیاء، اولیاء نہ تو بت ہیں۔ نہ بتوں کی جنس سے ہیں۔ نہ امتِ مرحومہ میں کوئی حضراتِ انبیاء اولیاء کی پوجا کرتا ہے۔

عبادت اور ہے اور تعظیم اور ہے

(از مترجم) یعنی آنحضرت صلعم کے زمانہ کے کفار تو بتوں کی "پوجا" کرتے تھے۔ اور بہانہ یہ کرتے تھے کہ خدا سے اپنی قربت و نزدیکی ان کی پوجا کرنے کے ذریعے چاہتے ہیں۔ خدا نے انکو ایسا کہنے میں "کذاب" (جھوٹا) ٹھہرایا ان کے برخلاف اہل اسلام میں کوئی بھی حضراتِ انبیاء اولیاء کی عبادت (پوجا) نہیں کرتا ہے ان کی بس تعظیم کرتا ہے۔

وتعززوہ وتوقروہ (اے ایمان والو) نبی صلعم کی تعظیم و بزرگی کرو!
تو حضرات انبیاء کی تعظیم ارشادِ خداوندی کو بجالانا ہے۔ اس کو کفارِ عرب کی پرستشِ اصنام کے مانند قرار دینا اہلِ اسلام پر افتراء ہے عبادت اور ہے اور تعظیم اور۔ دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"یعنی جو بات سچی تھی کہ اللہ اپنے بندوں کی طرف سب سے زیادہ نزدیک ہے اس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کر اوروں کو حمایتی ٹھہرایا"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! "اگر اللہ تعالیٰ کا بندوں سے سب سے زیادہ قریب و نزدیک ہونا، توسّل و استمداد بالغیر (یعنی حضرات انبیاء اولیاء کا وسیلہ اختیار کرنے اور ان سے مدد چاہنے) کو باطل کرنیوالا ہے، تو اور وسیلے اور واسطے بھی شرک قرار پائیں گے۔ (مثلاً) نفس کی بقا کیلئے کھانے پینے کا وسیلہ اور جنت میں داخل ہونے کیلئے نیک عملوں کا وسیلہ، اور اولاد کیلئے نکاح و مباشرت کا وسیلہ، اور لڑائی اور جہاد میں تلوار کا اور ہتھیاروں کا وسیلہ۔ (تو کیا یہ سب وسیلے بھی باطل ٹھہرینگے؟) لیکن اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ نہ دین کے اکابر میں سے) کسی نے بھی ایسا فرمایا ہے (کہ ایسے واسطے اور وسیلے اختیار کرنا شرک ہو جاتا ہے) پس حق سبحانہ تعالیٰ سے بندوں کے قرب و اتصال کا ہونا، یہ ان حضرات (انبیاء و اولیاء) کا وسیلہ اختیار کرنے اور ان سے مدد چاہنے کو باطل کرنیوالا نہ ہوگا۔ البتہ بتوں اور مورتیوں کو وسیلہ ٹھہرانا، اور ان سے مدد چاہنا یہ بالکل باطل (اور کھلی گمراہی ہے)

واسطۂ وجودِ شئے | اس لئے کہ کسی شئے کا ہونا (کسی شئے کے) واسطہ

(وسیلہ) ہوتا ہے، اور اسے جاننے کا ذریعہ (کہ کون سا مقصد کس واسطہ سے حاصل ہوتا ہے) عقل ہے۔ جیسے کہ دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ایمان ہے، اور نجاتِ آخرت کیلئے ذریعہ اور واسطہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔ وغیرہ) پس بتوں کی آفرینش کا دین و دنیا کی (حاجات) کیلئے ذریعہ ہونا عقل و نقل سے ثابت نہیں ہے۔ تو بتوں کا وسیلہ اختیار کرنا حماقت و سفاہت کے سوا اور کچھ نہیں ہے بخلاف حضرات انبیاء اولیاء کے۔ کہ ان کی آفرینش (کینونت) کا دین و دنیا کے مصالح (کیلئے) واسطہ ہونا نصوص قاطعہ (کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کی قطعی) دلیلوں سے ثابت ہے۔ پس ان حضراتِ انبیاء و اولیاء کو بتوں پر قیاس کر لینا اور ان کی (شان میں) وہ حکم جاری کرنا جو بتوں کیلئے ہے الحاد و زندقہ اور نمرود و شداد کی طرح کی سخت گمراہی ہے!"

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

واسطہ کا انکار "اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی، کہ وہ محض اپنے فضل کرم سے بلا واسطہ کسی کے سب مرادیں پوری کرتا ہے اور سب بلائیں ٹال دیتا ہے اس کا حق نہ پہچانا، اور اس کا شکر ادا نہ کیا۔ بلکہ یہ بات اور واسطے بیچ میں لگا دیئے"

واسطے مصلحت الٰہی ہی ہیں حضرت فرماتے ہیں: "بیشک اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے۔ کہ ہر چیز کو کسی واسطہ کے بغیر پیدا کر دے۔ لیکن حکمت و مصالح اور (اسباب) کے سبب جن کو تفصیلی طور پر جان لینے سے انسانی عقل قاصر ہے، (خدا نے) ایک چیز کا دوسری چیز سے علاقہ اور واسطہ بنایا ہے۔ جیسے کہ پھل کا تعلق درخت سے اور مال کی بڑھوتری کا علاقہ تجارت اور زراعت کا تعلق کھیتی سے اور فضل و انعامات (اور علم و ایمان) کا واسطہ

بادشاہوں (اور حکومتوں) سے، اور جنت میں داخل ہونے کا تعلق ایمان اور اعمالِ صالحہ سے (خدا ہی نے) لگا دیا ہے۔ پس ان کھلے کھلے (واسطوں اور) سببوں کے باوجود (واسطہ اور وسیلہ سے) انکار ہٹ دھرمی ہے۔

غلط توجیہہ | اس مقام میں اگر یہ کہا جائے کہ "ناشکر" اور "شرک" کے جو الفاظ (مولوی صاحب نے) لکھے ہیں۔ ان کا سبب و مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حضرات انبیاء اولیاء کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں (وہ مشرک اور خدا کے ناسپاس گزار ہیں) کسی دوسری چیز کا واسطہ اختیار کرنے والے ان کے نزدیک مشرک اور "ناشکر" نہیں ہیں۔

غلط توجیہہ کا رد | میں کہوں گا کہ جس طرح حضرات انبیاء اولیاء (خدا نہیں ہیں) بلکہ غیرِ حق ہیں۔ اسی طرح دوسری چیزیں بھی غیرِ خدا ہیں (جن کا وسیلہ ہر شخص اختیار کرتا ہے) تو جب سبب ایک ہے تو حکم کا اختلاف کیوں؟ (دونوں کا حکم بھی ایک ہونا چاہئے) ورنہ یہ تو قوم شداد کا الٹا دو زندہ ہوگا۔

شرک کی بے پناہ ہمہ گیری | مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے۔ گو کہ یہ ہی جان کر کہ اسکے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے، سو وہ بھی مشرک ہے"

اہل سنت کا اعتقاد بارگاہِ رسالت کیساتھ | اہل سنت وجماعت کا عقیدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر اب تک آنحضرت (ارواحنا فداہ) کے متعلق ان دو شعروں کے مطابق چلا آتا ہے

۵

(۱) نماند بہ عصیاں کسے در گرو (۱) گناہ کے سبب کوئی شخص قید میں نہیں رہنے کا

که دارد چنیں سیدی پیش رو — جبکہ اسکا ایسا سردار موجود ہے،

امت مرحومہ کے پشتیبان

(۳) چہ غم دیوارِ اُمّت را کہ دارد چوں تو پشتیبان
چہ باک از موجِ بحر آں را کہ باشد نوح کشتیبان

(۳) امت کی دیوار کو کیا ڈر ہے جبکہ (یا رسول اللہ آپ) دیوارِ امت کے پشتی بان ہیں، اُسے سمندر کے طوفان کا کیا ڈر؟ جس کے نوح علیہ السلام کشتی بان ہوں،

[illegible] ہے بارگاہِ رسالت کے ساتھ اہل سنت وجماعت کا اعتقاد) مگر مولوی [illegible]احب جیسا کہ اس عقیدہ رکھنے والے کو مشرک ٹھہراتے ہیں شاید ان [illegible]دیک بطلیموس اور ابن سینا ہی موحد ہوں گے (موحد سمجھے [illegible] جانے والوں سے خدا کی پناہ)

سورۂ مومنون کی آیت

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

" اور اللہ صاحب نے سورۂ مومنون میں فرمایا

[illegible] بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون سیقولون [illegible] قل فانّی تسحرون (یعنی!) کہہ دیجئے کس کے قبضہ میں ہے تصرف ہر چیز کا؟ اور وہ نگہبانی کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نگہبانی نہیں کر سکتا۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو تب بتا دیں گے وہ اللہ کو، کہہ تو پھر تم کس طرح دھوکے فریب میں پڑے ہو!

[illegible]

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں: " اس آیت کا نازل ہونا خدا کے لئے ازلی قدرت ثابت [illegible] کے بارہ میں ہے، اور بتوں سے قدرت کی نفی بطریق استفہام و [illegible]ام فرمائی گئی ہے (یعنی بتوں میں ازلی قدرت کا نہ ہونا ان کے [illegible]) ہونے کی نفی کرتا ہے اور بتوں کا خدا نہ ہونا ان کی پوجا کرنے [illegible] ٹھہراتا ہے۔ پس آیۃ کا حاصل مطلب بتوں کے پوجنے والوں کی

حماقت وسفاہت کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ ان بتوں کا کھلے طور پر خدا نہ ہونا دیکھتے ہوئے بھی ان کو عبادت کا حق دار جانتے ہیں۔ پس اس آیت میں حضرات انبیاء اولیاء کی قدرت تصرف (کے خلاف) اور ان کی تعظیم و اجلال کی نفی میں مولوی صاحب کیلئے کوئی حجت (کوئی دلیل) نہیں ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کے لئے ازلی قدرت کا خاص ہونا اس سے چیونٹی اور مکھی کی حادثہ (غیر ازلی) قدرت کی نفی بھی لازم نہیں آتی۔ چہ جائیکہ (یہ بات) حضرات انبیاء اولیاء کی قدرت حادثہ کی نفی پر دلالت کرے۔ جو حضرات انبیاء اولیاء کہ عزیز ترین بندگان الٰہی ہیں۔ اور بیماروں کو شفا اور مردوں کو زندہ کرنے کی صفت رکھتے ہیں۔

اور استحقاق عبادت کی نفی سے استحقاق تعظیم کی نفی لازم نہیں آتی اس لئے کہ عبادت اور تعظیم دو متغائر (ایک دوسرے سے جداگانہ) چیزیں ہیں۔ پس حضرات انبیاء اولیاء تعظیم و بزرگی کے مستحق ہیں جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ بخلاف بتوں اور مورتیوں کے کہ ان کی اہانت نص (حکم خدا) سے واجب ہے۔ پس جو حکم کہ بتوں کے لئے ہے اسے تمام مخلوق کے لئے ثابت کرنا زندقہ اور الحاد کے سوا کیا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے ؟

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے"

نتیجہ تو خاص ہے مگر اسے عام کر دیا

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "آیہ کریمہ بتوں کے لئے خاص ہے پس آیت کا نتیجہ بھی ان ہی کے لئے مخصوص ہوگا۔ مگر مولوی صاحب نے اس بغض و عناد سے

جو ان کو حضراتِ انبیاء اولیاء کے ساتھ ہے جس طرح آیہ کریمہ کا اطلاق (انبیاء، اولیاء، اور اصنام سب کے لئے) عام کر دیا ہے اس کے نتیجہ کو بھی (رب پرستوں اور مسلمانوں سب کیلئے) عام کر دیا ہے و تاکہ اہلِ سلام کو حضراتِ انبیاء اولیاء کی تعظیم و اجلال (کا حق ادا کرنے) سے وحشت زدہ کر دیں۔ حالانکہ یہ حضرات نہ تو اصنام ہیں۔ نہ معنیِ اصنام۔ (اس لئے ان حضرات پر اس آیت کا اطلاق ہو نہیں سکتا۔)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی ہے"

قدرتِ تصرف

حضرتؒ فرماتے ہیں! (اللہ نے تو ایسا نہیں فرمایا) یہ خدائے تعالیٰ پر افترا و بہتان ہے اسلئے کہ آیت کی المعانی دلالت یہ ہے کہ ملکوت شیء یعنی ہر شئے کی مملکت و سلطنت و قدرت قبضہ میں ہے)

یہ ترجمہ اس بنا پر ہے کہ (لفظ) ملکوت مصدر مبالغہ (لفظ) ملک کا ہے یہ کہ، ہر شے کی حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات سے ہے کہ جسے چاہے پناہ دیتا ہے۔ کسی اور کے اختیار میں نہیں ہے، کہ جسے اس نے پکڑا ہے اس کو بغیر اس کی مرضی کے پناہ دے۔ جیسے کہ (آیہ کریمہ کا لفظ علی استعلاء کا فائدہ دیتا ہے۔

اور اس سے یہ لازم نہیں آتا، کہ خدا نے کسی کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی ہے۔ اسلئے کہ حق تعالیٰ کی تمام صفتیں ازلی ہیں اور آیہ کریمہ حق تعالیٰ کیلئے جس قدرت کا اثبات کرتی ہے۔ اور غیر خدا کیلئے

جس (قدرت) کی نفی یہ بھی (خدا کی صفت) ازلی ہوگی اور حق تعالےٰ کیلئے قدرتِ ازلیہ کا خاص ہونا۔ اس سے قدرتِ ممکنہ کا حق تعالیٰ کے لیے خاص ہونا لازم نہیں آتا۔ اسلئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ واجب ہے اور واجب کی صفتیں بھی ازلی ہیں اور ممکن اور اس کی صفتیں حادث ہیں (ازلی نہیں ہیں) پس ممکن (یعنی مخلوق) کی صفت کو واجب (یعنی خالق) کی صفت ٹھہرانا ذاتِ واجب میں عیب لگانا ہے، اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے) اور حالت یہ ہے کہ مچھر اور مکھی (میں بھی یہ طاقت و قدرت ہے کہ) وہ اپنی قدرت سے ہوا پر اڑتی، اور زمین پر چلتی ہے۔ اور اپنے لیے کشش آب و دانہ کرتی ہے۔ پس ممکن (یعنی مخلوق) کی قدرت کا انکار، حس کا انکار اور جبر کا اقرار ہوگا۔

تدبیر کا انکار

اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب کی مراد اس قدرت کی نفی ہے جو قدرت کہ خدا کے ساتھ مخصوص ہو جیسے کہ مُردہ کو زندہ اور (زندگی سے) مایوس بیماروں کو تندرست کر دینا تو میں کہوں گا، کہ جبر کے لازم آنے سے تدبیر کا انکار لازم آتا ہے (اور تدبیر کا انکار) کفر ہے۔

معجزۂ عیسوی

اس لئے کہ مُردوں کو زندہ، اور بیماروں کو چنگا کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

قال اللہ تعالےٰ: انی قد جئتکم بآیۃٍ من ربکم، انی اخلق لکم من الطین، کھیئۃ الطیر، فانفخ فیہ فیکون طیرا، باذن اللہ وابری الاکمہ

(اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان فرمایا کہ انہوں نے کہا) بیشک میں تمہارے پروردگار کیطرف سے تمہارے پاس ایک نشان (معجزہ) لایا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندگی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے

وأحی الموتیٰ باذن اللّٰہ	حکم سے پرند ہو جاتی ہے اور میں اللہ کے حکم سے جنم کے اندھے اور کوڑھی (سفید داغ والے) کو چنگا کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے میں مُردے زندہ کر دیتا ہوں

اس نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ مُردوں کے جلانے اور لا علاج بیماروں کو اچھا کرنے اور مٹی سے پرند بنا کر اور ان پر پھونک مار کر ان کو پرند کی طرح اڑا دینے کی کیسی عظیم قدرت و طاقت حق تعالیٰ نے آپ کو بخشی اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے ایسی قدرت موہوبہ کا انکار (گویا نص قرآن کا انکار ہے)

قدرت عطائی

اور اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب کی مُراد قدرت مستقلہ کا انکار کرنا ہے عطائی قدرت کی نفی نہیں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرتِ تصرف جس پر نصِ قرآن ناطق ہے، وہ قدرتِ موہوبہ (قدرت عطائی) ہے۔

قدرت مستقلہ؟

میں کہوں گا۔ کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت تو کیا ہے بلکہ کافہ اہل اسلام سے کبھی کوئی ایک بھی ان حضرات کیلئے قدرتِ مستقلہ (ذاتی اور ازلی قدرت) کا قائل نہیں ہے (بلکہ ان میں سے ہر ایک اس بات کا قائل و معتقد ہے۔ کہ قدرتِ تصرف ان حضرات کیلئے خدا کی بخشی ہوئی اور خدا کی عطا فرمائی ہوئی ہے۔ بلکہ ہمارا تو پکا اور مضبوط اعتقاد یہاں تک ہے کہ رفتارِ گام اور گفتارِ دہان (یعنی قدموں سے چلنا اور اپنے منہ سے بولنا) جو ہر شخص سے وجود میں آتا ہے یہ سب کچھ بس خدا ہی کا عطا کیا ہوا ہے۔ (اہل اسلام کا اعتقاد تو یہ ہے مگر) مولوی صاحب نے بے دینی کی بنا پر تمام اگلے بزرگانِ دین کی

تکفیر کر دی۔ جو (حضراتِ انبیاء، اولیاء کیلئے قدرتِ موہوبہ اور قدرتِ عطائے الٰہی کے معتقد ہیں) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت موہوبہ کا ہی انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان حضرات کی قدرتِ عطائے الٰہی کا انکار کر دیا (چنانچہ) ان کا یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی" یہ تو ان حضرات کی عطائی قدرت تصرف کی نفی کرنے میں (ان کی طرف سے) ایک کھلی ہوئی نص (کھلا ہوا ثبوت) ہے۔ ایسے صاف وصریح کلام کی یہ تاویل کرنی کہ مولوی صاحب تو قدرتِ مستقلہ کی نفی کر رہے ہیں۔ خود ان کی عبارت اور خود ان کے صاف لفظوں کے خلاف ہے۔ اور یہ اُن کے قول کی ایسی توجیہہ کرنی ہے۔ جس توجیہہ پر وہ خود راضی نہیں ہیں۔

توجیہ القول بمالم	کہنے والے کی بات کا ایسا مطلب ٹھہرانا جس
یرض بہ القائل۔	پر خود کہنے والا راضی نہیں ہے۔

اب یقیناً اس کلام میں (جس کا مفہوم حضراتِ انبیاء، اولیاء کی قدرتِ تصرف، بہ عطائے الٰہی کا انکار ہے) زندقہ اور الحاد کے سوا کوئی احتمال باقی نہیں رہا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت کے کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے اور خدا کے برابر قوت کا بتوں میں ہونا نہیں مانتے تھے حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! زمانہ رسالت کے کافر اگرچہ بتوں کو حق تعالیٰ کے برابر نہیں جانتے تھے۔ لیکن الٰہ اور مستحقِ عبادت تو مانتے تھے یعنی بتوں میں خدا کے برابر قوت کا ہونا ثابت نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہ تو مانتے تھے

کرنت خدا ہیں - اور عبادت کے مستحق ہیں - جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

کئی خدا ماننے والے

اراغب انت (بت پرست باپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام) عن آلھتی سے کہا) کیا میرے خداؤں (معبودوں) سے منہ پھیرتا ہے

وقال اللہ تعالےٰ لو کان فیھما (فرمایا اللہ تعالیٰ نے) اگر آسمان وزمین میں
آلھۃ الا اللہ لفسدتا اللہ کے سوا اور خدا (اور معبود) ہوتے تو (آسمان وزمین میں) فساد برپا ہوجاتا (تمام عالم خراب ہوجاتا)

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

"بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ جانتے تھے"

بتوں کو خدا کے بندے نہیں مانتے تھے

حضرتؒ ارشاد فرماتے ہیں "آیت کریمہ کا منشاء یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے کافر لوگ بتوں کو خدا کے برابر نہیں جانتے تھے - اور بتوں میں خدا کے برابر کی قوت کا ہونا ثابت نہیں کرتے تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار بتوں کو "خدا کے بندے" جانتے تھے اسلئے کہ (خدا اور بتوں) دونوں میں برابری کا نہ ہونا ایک کے خدا ہونے اور دوسرے کے بندہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے - اس واسطے جائز ہے کہ (کافروں کے پندار میں خدا اور بت) دونوں ایک جنس سے ہوں - ایک غالب ہو، دوسرا مغلوب (اس کے علاوہ) دوسری نصوص قطعی دلیلوں سے ثابت ہے کہ (پیغمبر خدا کے وقت کے) کفار بتوں کو خدا جانتے تھے - اور (خدا سمجھ کر) ان کی پوجا کرتے تھے (اگرچہ) مغلوب ہونا الوہیت کے منافی ہے (جو مغلوب ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا) لیکن (ایسی باریک باتوں کو) سمجھنا ارسطو و افلاطون

کی شان ہے۔ یہ اُن احمق بت پرستوں کا کام تھا۔ جو بتوں کے سامنے عبادت کے سجدے کرتے اور بتوں کو عبادت کا مستحق جانتے تھے (یعنی یہ کفار بتوں کو خدا کے برابر نہ ٹھہراتے ہوئے بھی بتوں کو خدا ہی سمجھتے اور ان کی پوجا کرتے تھے اور ان کے سامنے عبادت کے سجدے کرتے تھے)

بت پرستوں کا کفر و شرک

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز کرنا اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی کفر و شرک ان کا تھا"

حضرت ارشاد فرماتے ہیں! "یہ حضراتِ انبیاء و اولیاء کو بتوں اور مورتیوں پر قیاس کر لینا ہے۔ اور یہ باطل ہے اسلئے کہ کافر لوگ بتوں کو (جیسا کہ بیان کیا گیا ہے) خدا جانتے تھے اور خدا کے سوا غیر خدا پر خدا ہونیکا اعتقاد کرنا کفر ہے، دوسرے یہ کہ شارع علیہ السلام نے قرار دیا ہے کہ بتوں کا احترام اور بتوں کی تعظیم کفر کی نشانیوں میں سے ہے۔ جیسے کہ عقائد کی کتابوں میں صاف طریقے سے بیان کیا گیا ہے اور بتوں کیلئے نذر و نیاز اور ان کی شفاعت کا اعتقاد اور ان کی تعظیم یہ سب کفر (کی باتیں) ہیں اور اس قسم کی باتوں میں سے کوئی بات حضراتِ انبیاء و اولیاء میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے کہ نہ تو اہل سنت و جماعت حضراتِ انبیاء اولیاء کو خدا جانتے ہیں نہ ان کی تعظیم کرنے کو شارع علیہ السلام نے کفر کی نشانی قرار دیا ہے، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان حضرات کی محبت و تعظیم کا واجب ہونا تو نص (کلام الٰہی) سے ثابت ہے!

حضور کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کی جائے

قال اللہ تعالیٰ (اے ایمان والو! نبی کی آواز پر لا ترفعوا اپنی آواز کو اونچی نہ کرو۔

اصواتکم فوق صوت النبی

حضور کی تعظیم بجالانیکا حکم

قال اللہ تعالیٰ (کہا اللہ تعالیٰ نے) اے ایمان والو رسول کو
وتعزروہ وتوقروہ کی خوب تعظیم و توقیر کیا کرو (سورہ فتح)

محبت نبوی شرط ایمان ہے

(اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے)
لا یؤمن احدکم تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہ ہوگا جب تک
حتی اکون احب الیہ من نفسہ کہ میں اسے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

چہرہ پاک کو دیکھنا عبادت ہے

(اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے)
النظر الی وجہ
علی عبادۃ حضرت علیؓ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے،

آل نبی کی محبت

(اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے)
حب آل محمد آل محمد کی محبت جہنم کی آگ سے بچنے
امان من النار (الی غیر ذلک) کا ذریعہ ہے۔
اس کے علاوہ اور بہت سی دلیلیں ہیں (جو حضرات انبیاء اولیاء کی
محبت و تعظیم کے لئے نص ہیں)

کفر و سرکشی میں برابر؟

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔
"سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اسے
اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے"
حضرتؒ فرماتے ہیں "ابوجہل کے ساتھ کفر و سرکشی میں برابر تو وہ لوگ
ہوں گے۔ جو حضرات انبیاء اولیاء کی تعظیم و توقیر کو برا جانیں اور
ان کی تعظیم و توقیر کا انکار کریں اور ان کو اور ان کے
ماننے والوں کو جاہلیت (عرب) کے بتوں کے برابر ٹھہرائیں۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"سمجھنا چاہئے کہ شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اسی کے مقابل جانئے"

شرک تین طرح کا ہے

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں: شرک (جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے) تین قسم کا ہے۔

(۱) خدا کی ذات میں (کسی کو) شریک کرنا، یہ خدا کے علاوہ کسی غیر حق کو قدیم اور ازلی اور تمام نقصوں اور عیبوں سے پاک ثابت کرنا ہے۔

(۲) (غیر حق کو) خدا کی صفتوں میں شریک ٹھہرانا، یہ خدا کی ازلی صفتوں میں سے کسی صفت کا غیر حق تعالیٰ میں ثابت کرنا ہے۔

(۳) (خدا کی عبادت میں حق تعالیٰ کے کسی غیر کو شریک کرنا (یہ کسی غیر حق کو عبادت کا مستحق قرار دینا ہے)

اسلام میں توحید کیا ہے؟ اور شرک کیا ہے؟ دونوں کا یہ فرق ذہن میں رکھتے ہوئے اب یہ دیکھنا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک شرک و توحید کیا ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"شرک کے معنی یہ کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور انہیں اپنے بندوں کے ذمہ بندگی کے نشان ٹھہرایا ہے۔ وے چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی"

بعض اعمال کئی جہتوں کے ہوتے ہیں

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں کہ "بعض اعمال ہیں جو کثیر الجہات

(بہت جہتوں والے) ہوتے ہیں جیسے کھانا کھلانا جب ان کی نسبت مالداروں کی طرف ہوگی تو یہ تعظیم ہوگی۔ اور فقیروں اور رشتہ داروں کی طرف نسبت ہوگی تو صلۂ رحم ہوگا۔ اور حق تعالیٰ کی طرف نسبت ہوگی تو عبادت ہوگی۔ اور مثال کے طور پر یہ سمجھ لیا جائے) کہ سفر کرنا اگر بیوپار کے لئے ہے۔ تو اس کی نسبت مال بڑھانے، اور مال کے زیادہ کرنے کی طرف ہوگی۔ اور اگر بادشاہ کی طرف ہو، تو کسی حاجت کے پورا کرنے کی طرف ہوگی۔ اور اگر سفر اُستاد کی طرف ہو تو اسکی نسبت علم حاصل کرنے کی طرف ہوگی۔ اور مشایخ (حضراتِ اہل ارشاد وہدایت) کی طرف اگر سفر کی نسبت ہے۔ تو یہ نسبت باطنی صفائی (اور تعلیم روحانی) کی طرف ہوگی اور اگر بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرف سفر کیا ہے، تو اس کی نسبت حج ادا کرنے اور روضۂ مصطفےٰ (کی زیارت کرنے) کی طرف، ہوگی اور اگر مشاہد کی طرف سفر ہے تو اس کی ادائے سنت کی طرف نسبت ہوگی۔ (حقیقت شرعی تو یہ ہے مگر) مولوی صاحب نے ان سب باتوں کو ابلہ فریبی کی راہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کی مخصوص عبادتوں کے تحت میں درج کر دیا ہے (کہ یہ تمام باتیں خدا نے اپنے لئے خاص کی ہیں۔ اور ان باتوں کو اپنے بندوں کے ذمہ بندگی کا نشان ٹھہرایا ہے) اور ان باتوں میں سے کسی بات کے کرنیوالے کو مولوی صاحب نے مشرک قرار دیا ہے پس ان کے کہنے کے موافق تو روضہ رسول اللہؐ کی زیارت کا (سفر) کرنیوالے بھی) مشرک ٹھہرتے گئے۔ اور مولدِ نبوی (اور سیرۃ نبوی) کی مجلس میں شریک ہونیوالے بھی۔ اور یہی حال ان کے تمام مغالطوں کا ہے وہ مسافر اگر بیوپار کیلئے گیا ہو۔ تو مشرک ہوگیا۔ مقدمہ کی پیروی کے لئے ر

سفر کیا ہے تو مشرک بن گیا۔ (وغیرہ)

تعظیمی سجدہ

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"جیسے سجدہ کرنا"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! "سجدے میں دو جہتیں (دو صورتیں) ہیں ایک تعظیم، دوسری عبادت۔ عبادت کا سجدہ خدا کے غیر کے لئے ہر حال میں شرک ہے۔ اور بلا اختلاف شرک ہے۔ اور تعظیمی سجدہ بشرطیکہ مسجودیت نہ ہو، (بمنزلہ سلام کے ہو اور) جائز ہے۔ اور دنیاوی غرض سے ہو، جیسے کہ بادشاہ کو، یا کسی دولت مند کو دنیاوی شوکت کے لحاظ سے تعظیمی سجدہ کرنا، یہ مکروہ ہے۔ فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ بات لکھی ہے۔" (تحقیق تو اس مسئلہ میں یہ ہے جو اوپر بیان کی گئی)، مگر مولوی صاحب نے مطلق سجدہ کو خدا کی مخصوص عبادتوں سے قرار دیا ہے (اور یہ خیال و لحاظ نہیں رکھا، کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو خدا کے حکم سے تعظیمی سجدہ کیا۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ماں باپ نے اور گیارہ بھائیوں نے تعظیمی سجدہ کیا۔ تو کیا یہ سب مشرک ہو گئے۔ پناہ بخدا!)

جانور ذبح کرنے اور منتیں ماننی

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور اسی کے نام کے جانور ذبح کرنا اور اسکی منتیں ماننی"

حضرت فرماتے ہیں! "اس بیان میں جو مغالطہ ہے اسکا ذکر اور بیان پیشتر گذرا۔

مشکل کے وقت پکارنا

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اور مشکل کے وقت پکارنا"

حضرت فرماتے ہیں! "ندا (پکارنے) اور دعا کی بہت سی جہتیں ہیں

کبھی منادی کو (جسے پکارا ہو اُسے) اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے پکارا جاتا ہے جیسے یا زید (اے زید) کبھی مدد مانگنے کیلئے، جیسے یالمزید۔ کبھی تعجب کیلئے، جیسے یالماء (اے پانی) یا للہ واہی (اے زمانہ کی سختیو!) کبھی تسخیر کیلئے، جیسے یا ارض ابلعی۔ (اے زمین نگل جا) کبھی حسرت ظاہر کرنے کو، جیسے رب انی وضعتہا انثیٰ (اے میرے رب میں نے تو اس لڑکی کو جنا)

ندائے عبادت

اور ندا (پکار) کبھی محض عبادت کی موافقت میں ہوتی ہے، جیسے اللھم ربنا (اے میرے اللہ۔ اے میرے پروردگار!) اگر کہا جائے کہ تمام دعا اور ندا عبادت ہے (خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہے)، تو پھر تمام عالم مشرک ہو جائیگا خاص کر اس وقت کہ کسی کا گدھا دلدل میں پھنس جائے۔ یا کسی کے گھر میں آگ لگ جائے اور وہ پڑوسیوں کو (اس مشکل کے وقت) پکارے کہ آؤ اور گدھے کو دلدل سے نکال دو۔ (آگ لگ گئی ہے آؤ، اور میرے گھر کی آگ بجھادو) (اس بحث کا باقی حصہ کلام اشراک فی العلم میں زیادہ آرہا ہے)

حاضر و ناظر

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا"

حضرتؒ فرماتے ہیں!" اس مغالطہ کا جواب آگے چل کر آیت ومن اضل ممن یدعوا کے تحت میں آئے گا۔

قدرت تصرف

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور تصرف کی قدرت ثابت کرے"

حضرتؒ ارشاد فرماتے ہیں؟ حضرات انبیاء و اولیاء کے لئے قدرت تصرف ثابت،

اس پہ اعتقاد رکھنا ایمان کا جزو ہے - اور اس کا انکار کرنا کفر گمراہی و سرکشی ہے - یہ بیان عنقریب آئے گا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس بات میں انبیا و اولیا و جن، شیطان، بھوت، پری میں کچھ فرق نہیں"

حضرتؒ فرماتے ہیں: حضرات انبیاء، اولیاء کی بے ادبی کرنے میں مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں، اور ابوجہل اور اس کے ساتھیوں میں کوئی فرق نہیں ہے - دونوں کا اعتقاد ایک سا اور اس بے ادبی و بدعقیدگی کا انجام و حشر بھی ایک سا۔

یہود و نصاریٰ پر خدا کا غصہ

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"چنانچہ اللہ صاحب نے جیسا بت پوجنے والوں پر غصہ کیا ہے، ویسا ہی یہود و نصاریٰ پر۔ حالانکہ وے لوگ اولیاء انبیا سے یہ معاملہ کرتے تھے - چنانچہ سورہ برأت کے گیارہویں رکوع میں فرمایا ہے

اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم وما امروا الا ليعبدوا الها واحدا لا اله الا هو سبحانه عما يشركون۔

(ترجمہ) انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا - اور مسیح ابن مریم کو (خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا) مگر انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کو پوجیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں آیا کی ہر انکے شرک سے"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں: روایت ہے کہ (آنحضرتؐ کے زمانہ کے یہود) حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے - خود قرآن مجید میں ہے کہ:۔

قالت اليهود عزير ابن الله

کہا یہود نے عزیر کو اور کہا نصاریٰ نے

وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ نے مسیح کو خدا کا بیٹا۔
اور (خدا کا بیٹا ٹھہرانا) بہالوہیت میں شریک کرنا اور (خدا ہونے میں خدا کا ساجھی قرار دینا) ہے۔ نیز لفظ ارباب کا آیت میں مفرد، غیر مضاف ہونا دلالت کرتا ہے کہ "ارباب سے مراد الٰہ (خدا) ہے تفسیر مدارک میں ہے، کہ ارباب کی تفسیر الٰہ ہے
اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ
وما أمروا الا لیعبدوا الٰہا واحدا سبحانہ عما یشرکون ان پر یہ حکم تھا کہ اکیلے خدا کو پوجیں اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ انکے شرک سے پاک ہے
یہ نص ہے (جس سے ثابت ہوا) کہ وہ لوگ احبار و رہبان کو (یعنی اپنے عالموں اور درویشوں کو) الٰہ (خدا) جانتے تھے۔ اور ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ پس مولوی صاحب نے جو آیت لکھی ہے) اس کا نازل ہونا اس لئے ہے کہ احبار و رہبان کے خدا ہونے اور ان کی پوجا کرنیکی نفی کرے۔ حضرات انبیاء اولیاء کی تعظیم اور جلالت قدر اور ثبوت علم غیب عطائی اور قدرت تصرف کے انکار پر مبنی نہیں ہے (یعنی یہ آیت اس لئے اتری کہ جو لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا ٹھہرانے اور ان کی پوجا کرتے تھے ان کی گمراہی کی مذمت کرتے اسلئے نہیں اتری کہ حضرات انبیاء اولیاء کی تعظیم و بزرگی اور ان کے عطائی علم غیب و قدرت تصرف کا انکار کرے۔

جزو ایمان "حقیقت یہ ہے کہ انبیاء اولیاء کے معجزہ وکرامت کا اقرار کرنا اور ان کی عزت و عظمت و بزرگی کو ماننا ایمان کا جزو ہے اور نہ ماننا کفر ہے پس یہ کہنا کہ آیت کے مفہوم میں حضرات

انبیاء اولیاء بھی شامل ہیں بالکل غلط ہے۔ بلکہ کلام خدا میں معنوی تحریف

انبیاء اولیاء کا مرتبہ بہت اونچا ہے،

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ
"بلکہ چھوٹے بڑے سب اسی کے بندے عاجز ہیں عجز میں برابر"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "(خدا کے سب چھوٹے بڑے بندے عاجز ہونے میں برابر ہیں" ایسا ہرگز) نہیں ہے بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) حضراتِ انبیاء اولیاء باوجودیکہ (خدا کی مخلوق اور اسی کے) بندے ہیں مگر علوم و معارف میں خدا کے تمام بندوں سے ممتاز ہیں اور (لاعلاج) بیماروں کو تندرست کرنے اور مُردوں کو جلانے اور دوسری (امتیازی و اعزازی) نشانیوں کیساتھ میں مخصوص و ممتاز ہیں ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود	آسمان عرش کی نسبت نیچا ہے، ورنہ وہ
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود	خاک کے تودہ سے بہت اونچا ہے۔

ایک لاکھ احمد بریلوی (حضرت علیؓ کے غلام) قنبر علی کے برابر نہ ہوں گے

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون	(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) عزت تو اللہ اور اسکے رسول اور ایمان والوں کے لئے ہی ہے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔

تعجب ہے کہ بے ادب گستاخ لوگ اللہ کی اتاری ہوئی آیتوں (کے پردہ) میں کیا کیا افترا اور کیسی کیسی معنوی تحریفیں کرتے ہیں اور فاسد تاویلوں سے کیونکر ایمان کو کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔ مگر ایسی کوشش کے باوجود مومنین کے ذرا فکر و غور کرنے پر سب تاویلیں پایۂ اعتبار سے گر کر خاک میں مل جاتی ہیں

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ

ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمن عبدا لقد احصاھم وعدھم عدا - وکلھم اتیہ یوم القیامۃ فردا ۔

ہر شے کہ جو آسمانوں اور زمین پر ہے اس کے حضور اقرار بندگی کے ساتھ تابع (فرمان) ہو کر حاضر ہوگی - بے شک وہ اُن (سب چیزوں) کی گنتی جانتا ہے - اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اکیلا خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔

حضورؒ فرماتے ہیں !" (جو آیت پہلے ارشاد ہوئی ہے) یہ آیت اس کی دلیل ہے

وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولدا

نہیں لائق ہے خدا کو کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔

الوہیت میں شریک ہونیکا بطلان فرمایا گیا ہے

یعنی یہودی اور عیسائی عُزیر اور مسیح (علیہما السلام) کو خدا کے بیٹے اور کفار عرب سے بعضے لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے - پس اُنکے رد میں خدا نے فرمایا

وما ینبغی للرحمن

یہ بات شانِ الٰہی کے سزاوار نہیں -

سب بندۂ خدا اور مخلوق ہیں

استدلال کا حاصل (مطلب) یہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے (نہ اسکے بیٹے ہیں نہ بیٹیاں) اس لئے تمام لوگ جو آسمانوں زمین میں ہیں ان میں سے ہر ایک مرنے کے بعد خدا کے سامنے بندگی کے لباس میں حاضر ہوگا۔ اور عالمِ برزخ میں جسموں کے فنا ہونیکے باوجود پورا پورا حساب دینا ہوگا - اور قیامت کے دن حق تعالیٰ کے روبرو اکیلے اکیلے بلا اہل و مال حاضر ہونا پڑے گا۔

ان مذکورہ بالا تینوں حالتوں میں سے ہر ایک حالت لازمۂ عبودیت ہے۔ نہ کہ منافیٔ نبوت ہے - اسلئے کہ (ہر ایک حالت) جنسِ عبودیت

سے ہوگی (یعنی یہود اور عیسائی جن کو خدا کا بیٹا ٹھہراتے ہیں۔

جو بندہ ہو وہ بیٹا نہیں ہو سکتا

خدا نے فرمایا ہے کہ وہ کو محض عبودیت سے ہیں (بندے ہوتے ہوئے خدا کے بیٹے ہو نہیں سکتے) پس آیت میں تو خدا کے بیٹے ہونے کا رد فرمایا گیا ہے۔ جو اگی الوہیت کے بطلان کو مستلزم ہے نہ یہ کہ حضراتِ انبیاء اولیاء میں قدرتِ تصرف کا ہونا ان کے خدا ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ (یعنی) اس آیت سے حضراتِ انبیاء اولیاء کی قدرتِ تصرف حادثہ (عطائے الٰہی) کا بطلان نہیں ہوتا۔ کیونکہ صفاتِ الٰہی سب کی سب (قدیم) ازلی ہیں (نہ کہ حادث اور نو پیدا) پس بطلانِ الوہیت خدا کے سوا اور کسی کی ازلی صفتوں کے بطلان کو مستلزم ہوگا۔ اس سے صفاتِ حادثہ کا باطل ہونا لازم نہیں آئیگا

یعنی آیت کریمہ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ خدا نہ تھے۔ نہ خدا کی ازلی صفتوں سے متصف تھے۔ اس سے حضراتِ انبیاء اولیاء کی صفاتِ حادثہ (نو پیدا) کا انکار لازم نہیں آتا)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور اس کے قبضہ میں عاجز ہے کچھ مقدور نہیں اس کا"

تمام مخلوق سے ممتاز اور بالاتر

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں:۔

"حضراتِ انبیاء اولیاء اور فرشتے خدا کے بندے ہیں۔ اسکے باوجود (الٰہی) علوم و معارف (ان کا حصہ ہیں (اور اس بات میں (یعنی خدائی بھید جاننے میں) وہ تمام بندگانِ خدا سے ممتاز اور مخصوص ہیں (مخلوق میں کوئی ان کے برابر نہیں ہے) اور (لاعلاج) بیماروں کو اچھا کر دینے، اور مُردوں کو جلا دینے۔ اور

چاند کے دو ٹکڑے کر دینے اور پانی برسانے کے ساتھ موصوف ہیں ،
اور حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت جبریل علیہ السلام کو ذی قوۃ اور شدید القویٰ کی صفت سے موصوف فرمایا ہے ۔
پس خدا کے سامنے ان کا عاجز و کمزور ہونا ان کے مرتبۂ عبودیت (بندگی کے درجہ) میں ہے ، اور اس سے ان حضرات کی قدرت (عطائی) کے ثبوت کی نفی نہیں ہوتی ہے (اور یہ ایسی بات ہے جو بالکل ظاہر ہے ۔ اسلئے کہ ہر شخص اپنے سے اعلیٰ کے مقابلہ میں اپنی جگہ کمزور اور ادنیٰ کے مقابلہ میں زور آور ہوتا ہے ۔
اور رعایا میں وہ شخص احمق ہوگا ، کہ و[illegible] کا مرتبہ بادشاہ کے مرتبہ سے نیچا دیکھ کر وزیر کی حقارت کرے [illegible]ور سمجھے کہ وزیر بھی مثل دوسری رعیت کے ہے اور کچھ مقدور نہیں رکھتا ، اور یہ سمجھ ہو جائے گا ، اس کے عیال و مال کے تباہ و برباد ہو جانیکا

آیت کے مطلب میں زیادت

مولوی صاحب لکھتے ہیں

" اور وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے کسی کو کسی کے قابو میں نہیں دیتا "

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں ! " یہ بات [illegible] صاحب کی تحکم اور آیت کے معنی سے خارج ہے آیت اس معنی پر دلالت نہیں کرتی (کہ کسی نبی یا ولی کو تصرف کرنے کی قدرت خدا نے [illegible]

الفاظ کے اعتبار سے یا صورت کے اعتبار سے ؟

اسکے علاوہ میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ کلام آیا حقیقت کے اعتبار سے ہے

یا صورت کے اعتبار سے؟ اگر حقیقت کے اعتبار سے ہے تو مسلم ہے (ہمارا بھی یہ ہی اعتقاد ہے) کیونکہ تمام مظاہر میں حق سبحانہ تعالےٰ ہی ظاہر ہے۔ پس تمام افعال کا فاعلِ حقیقی وہ ہی ہو گا۔

حضرات صوفیہ وجودیہ کا مذہب

اور یہ حضرات صوفیہ وجودیہ کا عین مذہب ہے۔ اور یہ بات مولوی صاحب کے مدعا کے لئے مفید نہ ہو گی اسلئے کہ حضراتِ انبیاء اولیاء (ایجاد وافعال) حق سبحانہ تعالی کے اکمل مظاہر ہیں (جن کا ہر کام، ہر حرکت وسکون خدا ہی کے تحت فعل اور خدا کے تحت مرضی ہے) پس اُن سے توسل والتجا حق تعالیٰ سے ہی التجا کرنا ہو گا۔

وسیلے خود حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں

اور (ایک ایک میں بس خدا ہی کا تصرف کرنا اور کسی کو کسی کے قابو میں نہ دینا) اگر یہ صورت کے اعتبار سے ہے۔ تو یہ بات ممنوع ہے (نہیں مانی جاسکتی) اسلئے کہ حق تعالیٰ نے باقتضائے حکمتِ ازلیہ ایک ایک کام (مخلوقات میں سے) ایک ایک کو سونپ دیا ہے۔ جیسے کہ انبیاء کو ہدایت کا اور اولیاء کو ارشاد کا، اور بادشاہوں کو عدل وانصاف کا، اور طبیبوں کو معالجہ کا اور حضرت جبرئیلؑ کو وحی پہنچانے کا اور عزرائیل کو روح قبض کرنے کا، اور کراماً کاتبین (فرشتوں) کو اعمال نامے لکھنے کا کام سپرد فرمایا ہے (اس کے علاوہ اور ہر کام۔

پس اگر کوئی ہدایت کیلئے انبیاء کے پاس اور (تعلیم روحانی اور) ارشاد کے لئے حضراتِ اولیاء اللہ کے پاس اور عدل وانصاف کیلئے بادشاہوں کے پاس، اور بیماریوں کے علاج کے لئے طبیبوں کے پاس جائے

تو یہ شرک نہ ہوگا۔ اور یہ بات حق تعالیٰ کی الوہیت اور (مذکورہ بالا) ان تمام بندوں کی عبودیت (بندۂ خدا ہونے) کے منافی نہ ہوگی۔

وکیل؟

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"کوئی کسی کا وکیل اور حمایتی نہیں بننے والا"

حضرتؒ فرماتے ہیں:"حضراتِ انبیاء اولیاء کی شفاعت (جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے) یہ اس کی نفی میں اشارہ ہے اُنہوں نے حقارت کی راہ سے جیسا کہ ان کا دستور ہے شفاعت کا نام "وکالت اور حمایت" رکھا ہے۔" اشراک فی التصرف" کی فصل میں اس کا مزید بیان اہل سنت وجماعت کی طرف سے کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

سینکڑوں آیات

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ

" ان مضمون کی آیتیں قرآن شریف میں اور بھی سینکڑوں ہیں"

حضرتؒ فرماتے ہیں (جبکہ ان کے نزدیک آثارِ سلف کی پیروی کتاب و سنت کے معانی کے استخراج کیلئے واجب نہیں ہے (یعنی جب مولوی صاحب کے نزدیک اللہ اور اللہ کے رسول کی باتیں سمجھنے کیلئے سلف صالح کے نشانِ رفتار پر چلنا، اور ان کے بتلائے ہوئے مطلب کو ماننا واجب نہیں ہے) تو پھر (سینکڑوں آیتیں کیا) تمام قرآن کو ہی اپنی گڑھی ہوئی باطل باتوں کی طرف منہ پھیر دینا آسان ہوگا۔

(بس ایسی جرأت کرنے والوں کے لئے) حضرت مخبر صادق کی یہ فرمان ظہری کافی ہے:۔

"جس نے قرآن میں اپنی رائے چلائی۔ وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے"

چار اماموں کی تقلید

لیکن دین کے بڑے لوگوں (سلفِ صالحین) کے رگ و ریشہ میں حق تعالیٰ کی ہیبت (جلالی) اور (خدا کی بے نیازی کا) خوف سمایا ہوا تھا (اس کے علاوہ طبیعتوں کی جودت اور کثرتِ اطلاع (حقائق شریعت کے بارے میں) ان کو حاصل تھی اسکے باوجود انھوں نے چاروں اماموں کی تقلید کو لازم پکڑا۔ اور قرآن وحدیث کے) جو معنی حضراتِ صحابہ اور تابعین سے مروی تھے ان کو بدرقۂ راہ بنایا دیں دورِ آخر کے فتنوں اور آفتوں سے امان ان ہی حضرات سلفِ صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے میں ہے،

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"جس نے ان دو چار آیتوں کے معنی بھی سمجھ لئے وہ شرک توحید کے مضمون سے خبردار ہو گیا"

ہمارے لیئے سلف صالح کافی ہیں

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں! اہل سنت و جماعت کے عقائد کی کتابوں میں تمام ضروری مسئلے جو ایمان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ طول اور بسط کے ساتھ (خوب واضح طریقہ سے) بیان کر دیے گئے ہیں۔ پس اہل سنت و جماعت ان باطل اور فاسد باتوں کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ ان گڑھی ہوئی باتوں کے محتاج وہ ہی لوگ ہوں گے جن کا حشر فلاسفہ و زنادقہ کے ساتھ ہونے پر ازل کا قلم چل چکا ہے۔ ؎

بہ بدبختی و نیک بختی قلم
بگردید وما ہمچناں در شکم

بدبختی اور نیک بختی پر قلم چل چکا
اس حال میں کہ ہم ماں کے پیٹ میں تھے

شرک و توحید کیا ہے؟

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اب یہ بات تحقیق کیجائے کہ اللہ صاحب نے کون کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے سو وے باتیں بہت ساری ہیں"

حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں "جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ازلیتِ ذات یا ازلیتِ صفات یا استحقاقِ عبادت میں کسی کو شریک ثابت کرنا (یہ شرک ہے) اور علم میں شریک ثابت کرنا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرح کا علمِ ازلی (کسی اور میں) مانا جائے۔ حضرات انبیاء (علیہم السلام) اور اولیائے کرامؒ کے علوم و معارف خواہ ان کی نسبت اور ان کا علاقہ خواہ عالم غیب کے ساتھ ہو یا عالم شہادت کے ساتھ ہو۔ سب خدا کے بخشے ہوئے اور خدا کے عطا کئے ہوئے ہیں۔ پس احادث ہیں، قدیم نہیں ہیں (نہ ذاتی و ازلی ہیں) پس غیب سے علاقہ رکھنے والے حادث علم کو غیر حق کیلئے ثابت کرنا ازلی علم باری میں اسے شریک ٹھہرانا نہ ہوگا (اس لئے یہ شرک نہ ہوگا)

کاہنوں اور نجومیوں کی بات

اگر کہو کہ کاہن اور نجومی جو آگے ہونیوالی باتوں کی خبرے دیتے ہیں (اس تقریر کی رو سے تو) ان کو سچا ماننا لازم ٹھہرتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا علم بھی حادث ہے (ازلی اور قدیم نہیں ہے)

نجومی اور کاہن کو ماننا قرآن کا انکار ہے

میں کہوں گا کہ کاہنوں اور نجومیوں کے علم کو سچا ماننے کی ممانعت اس لئے آئی ہے کہ اس سے کفر لازم آتا ہے۔ شرک کی وجہ سے ممانعت نہیں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

من اتیٰ کاھنا فصدقہ فیما یقول فقد کفر بما انزل اللہ تعالیٰ علیٰ محمدؐ

جو کاہن کے پاس آئے اور اسکی کہی ہوئی بات کی تصدیق کرے وہ کافر ہوا اس چیز کے ساتھ جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے محمد پر (صلے اللہ علیہ وسلم)

(آغاز اسلام میں) اگر لوگ کاہنوں کی بات کو سچ مان لیتے تو قرآن سے ان کے ایمان کے ڈگمگا جانے یا بدل جانے کا اندیشہ تھا (پھر یہ بات بھی ہے کہ آنحضرتؐ

(روحی فداہ) کے مبعوث ہونے کے بعد جنوں اور شیطانوں کا ملاء اعلیٰ (عالم بالا میں پہنچنا موقوف ہوگیا تھا۔ اور وہ (پہلے کی طرح) کاہنوں کو بھی خبریں دینے کے قابل نہیں رہے تھے۔ پس (کاہنوں اور نجومیوں کی تباہی ہوئی) جھوٹی خبروں کی تصدیق کرنے کو کفر فرمایا۔ جب کہ وہ قرآن کے خلاف بھی تھیں۔

قرآن کے خلاف کسی بات کی کوئی تصدیق اگر یوں بھی کریگا یا شبہہ کا تو ہوگا

مقبولین بارگاہ کا معاملہ اور ہے

لیکن حضرات انبیاء، اولیاء کی بات اور ہے۔ ان کا غیبی علم وحی یا الہام یا مکاشفہ ہے ان کے علم کا منشا منبع و سرچشمہ ذات باری ہے پس حضرات انبیاء اولیاء کی تصدیق کرنی ٹھیٹھ ایمان و اسلام ہے، اور ان کی خبروں کا انکار کفر ہے۔

نص قرآن مجید سے ثبوت

قال اللہ تعالےٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء، فامنوا باللہ ورسلہ، وان تومنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم ۝

فرمایا اللہ تعالیٰ نے (اے عام لوگو! اے نجومیو اور کاہنو) اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہیں غیب کی باتیں بتائے۔ ہاں (غیب کا علم دینے کے لئے اللہ) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہے تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور پرہیزگاری (اختیار) کرو تو تمہارے لئے بہت بڑا ثواب ہے۔

(یعنی اللہ تعالیٰ ہر کس و ناکس کو غیبی علم دیدے۔ یہ اس کی شان نہیں ہے غیبی علم کے لئے تو اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے۔ بس ان ہی کو غیب کی باتوں کا علم عطا فرماتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ پر۔ اور اس کے رسولوں پر (اور اسی کے ساتھ عملی زندگی میں اللہ اور اس کے رسولوں کے حکموں کی پیروی کرو۔ اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا چلن اختیار کئے رہو

اور حسن اعتقاد اور حسن عمل دونوں سے آراستہ ہو جاؤ تو) پھر تمہارے لئے بہت بڑا اجر و ثواب ہے!)

معارف اولیاء اللہ

(حضرتؓ فرماتے ہیں) اور حضرات اولیاء اللہ کے علوم و معارف حضرات انبیاء کے علوم و معارف کا پرتو ہیں۔ پس۔ حضرات اولیاء اللہ کی باتوں کی تصدیق کرنا حضرات انبیاء کی تصدیق کرنے کے مرتبہ میں ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ

اور عقائد نسفی میں ہے

ویکون ذلك معجزة للرسول الذی ظهرت الکرامة لواحد من هذه الامة	رسول اللہ صلعم کی امت میں کسی کرامت کا ظاہر ہونا، یہ رسول اللہ صلعم کا ہی معجزہ ہے

(یہ ہے صحیح اسلامی عقیدہ جو سلف صالحین کا مذہب و اعتقاد ہے مگر مولوی صاحب کے نزدیک) حضرات انبیاء و اولیاء کیلئے یہ اعتقاد رکھنا کہ انہیں علم غیب (خدا کی طرف سے) حاصل ہوا۔ شرک ہے (حالانکہ ایسا اعتقاد شرک نہیں ٹھیٹھ ایمان ہے۔ پس ایمان کو شرک ٹھہرا دینا یہ الحاد اور زندقہ ہے

حضرات انبیاء کی بتائی ہوئی غیبی باتیں

اس لئے کہ (یہ ہی حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں) جنہوں نے (بندگان خدا کو ذات واجب الوجود کی خبر دی۔ اور اس کی (خدا کی، ذاتی اور ازلی صفتوں کی خبر دی) اور فرشتوں کے وجود کی اطلاع دی اور (قیامت) اور جنت اور دوزخ اور پل صراط اور میزان اور حور و قصور کی اطلاع دی۔ اور بتایا کہ دجال، آئے گا اور دابۃ الارض نکلیں گے اور یاجوج ماجوج خروج کریں گے اور (آخری زمانہ میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور

سورج پچھم کی طرف سے نکلے گا (وغیرہ)

اور یہ سب غیبی باتیں اور غیبی خبریں ہیں۔

پس حضراتِ انبیاء، اولیاء کو ان غیبی باتوں کا جاننے والا ماننا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا کی طرف سے انہوں نے ان باتوں کو جانا اور لوگوں پر ظاہر کیا، تو اگر یہ اعتقاد شرک ہے تو پھر نمرود اور فرعون کے سوا کوئی موحد نہ ہوگا

اگر کہا جائے کہ حضراتِ انبیاء، اولیاء کا غیبی باتوں کو جاننا وحی اور الہام کے ذریعہ سے ہے۔ اور مولوی صاحب کو وحی اور الہام کا انکار نہیں ہے پھر شرک کیسے ہوگا

میں کہوں گا، کہ اس کو تسلیم کر لینے کی تقدیر پر حضراتِ انبیاء و اولیاء کا علم غیب ثابت کرنے والے مشرک نہیں قرار پائیں گے (جو ان حضرات کے علم غیب بذریعہ وحی و الہام کے قائل و معتقد ہیں)

اقرار وحی و الہام دل سے نہیں ہے

مگر (مولوی صاحب کا) وحی و الہام کا اقرار تو محض لفظی اقرار ہے معنوی نہیں ہے (اور اس کا ثبوت خود ان کا کلام ہے) جیسے کہ خود انہوں نے "اشراک فی العلم" کی فصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے تحت میں۔

واللہ لا ادری واللہ لا ادری قسم اللہ کی میں نہیں جانتا قسم اللہ کی میں نہیں جانتا

مجمل غیبی خبریں

لکھا ہے کہ "۔ اور اگر کچھ بات اللہ نے اپنے مقبول بندوں کو وحی اور الہام سے بتا دی کہ فلاں کا انجام بخیر ہے۔ یا برا؟ سو وہ بات مجمل ہے (نہ کہ مفصل)

مفصل غیبی خبریں

(حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں) "اکثر باتیں ہیں جن کی حضراتِ انبیاء علیہم السلام نے خبریں دی ہیں۔ وہ تفصیل کے ساتھ ہیں، اجمالی نہیں ہیں۔ جیسے کہ حضرت یوسفؑ اور

اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین وغیرہ کے قصے (کہ یہ سب نہایت مفصل ہیں۔

نورِ نبوت اور اخبارِ غیب

اور ان (اخبارِ غیب بذریعہ وحی والہام کے علاوہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی اور الہام کے سوا نورِ نبوت اور مکاشفہ سے بھی (غیب کی باتیں) ارشاد فرمائی ہیں۔ جیسے کہ جنت دوزخ اور ساتوں آسمانوں اور فرشتوں اور ارواح حضرات انبیاء کی باتیں ہیں (گو آپ نے نورِ نبوت اور مکاشفہ سے دیکھ کر بیان فرمائیں کہ وحی اور الہام سے فرمائیں)

باطنی آنکھیں

اور یہ (نورِ نبوت اور مکاشفہ) ظاہری آنکھوں کی طرح ان حضرات کی ملک ہے۔ کہ جب چاہتے ہیں ان باطنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں)

اس مقام کی اور باتیں "فصل اشتراک فی العلم" میں تفصیل کیساتھ بیان کی گئی ہیں،

تصرف اپنے ارادہ سے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا یہ اللہ ہی کا اختیار ہے

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "قوت کے معنی ہیں توانائی" اور قوت جو کمزوری کی ضد ہے کبھی ازلی ہوتی ہے جو خدا کیساتھ مخصوص ہے (اور کبھی حادث جو حضراتِ انبیاء اولیاء کو خدا عطا فرماتا ہے۔

ازلی قدرت کیا ہے؟

"قدرتِ ازلی" کے معنی یہ ہیں کہ اس پر کبھی عدم کا (نہ ہونے کا) زمانہ نہیں گذرا اور وہ ازل (ہمیشہ) سے ہے اور "ازلی قدرت" بس حق سبحانہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے خدا کے سوا اور کسی کیلئے اس کا ثابت کرنا شرک ہے اور تمام عالم کا وجود و عدم دجود (ہونا اور نہ ہونا) اسی قدرتِ ازلی کا ظہور ہے (اثر ہے)

قدرتِ حادث کیا ہے؟ اور قدرتِ تصرف کبھی حادث (نو پیدا ہوتی) ہے (ازلی اور قدیم نہیں ہوتی) "حادث" کے معنی یہ ہیں، کہ عدم کا زمانہ (یعنی نہ ہونے کا زمانہ) اس پر گذرا ہے ایک زمانہ میں نہ تھی اب پائی جاتی ہے۔

قدرتِ حادث کس کی صفت ہے اور اس دوسرے معنی کیساتھ ممکن اشیاء (مخلوقاتِ خدا) موصوف ہوتی ہیں اور قید کرنا، مار ڈالنا، بیچ دینا، خرید کرنا، کھانا اور پینا، کھلانا اور پلانا، دینا نہ دینا (وغیرہ وغیرہ یہ سب) اثراسی قدرتِ حادثہ کا ہے۔

یہ شرک نہیں ہے پس اتنی قدرتِ تصرف کا (نہ محض) حضراتِ انبیاء اولیاء کیلئے، بلکہ زید و عمر کسی کے لئے بھی ثابت کرنا شرک نہیں ہے۔ اسلئے کہ یہ تو ممکنات کیلئے صفاتِ حادثہ کا ثابت کرنا ہے لہٰذا دولت مندوں سے کھانا پینے اور کپڑے لتے اور مکان کی مدد کا چاہنا اور دشمنوں سے بچاؤ کیلئے بھائیوں اور دوستوں سے مدد مانگنی اور بیماری سے اچھا ہونے کیلئے طبیبوں سے علاج کا خواستگار ہونا اور ان لوگوں کے پاس ہدیوں اور پیشکش کا لیجانا، (یہ سب کچھ) جائز اور درست ہوگا اور تمام بنی آدم کا ایسا ہی معمول ہے اگر یہ باتیں جائز اور درست نہ ہوں (بلکہ شرک ٹھہرادی جائیں) تو پھر ہر ایک شخص مشرک ہو جائے گا۔

استمداد انبیاء اولیاء اور جبکہ ایسے دنیا داروں سے تصرف کیلئے کہنا اور طلبِ حاجت کرنا جائز ہوا تو ان حضراتِ انبیاء اولیاء مقبولین بارگاہِ الٰہی سے مدد (اور طلبِ حاجت) اور ان کے حضور میں نذروں اور ہدیوں کا پیش کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔

اگر کہا جائے کہ جو باتیں انسانی عادت کے خلاف ہیں اور انسانی قدرت میں

نہیں ہیں جیسے کہ مردوں کو جلا دینا، بیماریوں کو اچھا کرنا وغیرہ) اگر اس مراد کے حاصل کرنے کیلئے ان حضرات کے سامنے ہدیے وغیرہ پیش کئے جائیں تو ایسا کرنا اسلئے شرک ہوگا کہ ان امور میں ان سے مدد چاہنے سے ان کی الوہیت کا اعتقاد لازم آتا ہے اور غیر خدا کو "الٰہ" اعتقاد کرنا اور خدا کے سوا کسی کے لئے الوہیت ثابت کرنی شرک ہے۔

قدرت حادث کا اعتقاد اعتقادِ الوہیت کو مستلزم نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ جو بات عام لوگوں کی عادت کے خلاف ہے اور ان میں نہیں پائی جاتی (جیسے کہ مردوں کو جلانا اور بیماروں کو تندرست کرنا وغیرہ) اور حضرات انبیاء اولیاء سے اس بات میں مدد چاہی جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضراتِ انبیاء اولیاء میں قدرت تصرف ازلی ثابت کردی کیونکہ جائز ہے کہ حضراتِ خواص کو جو حادثِ قدرت (درگاہِ الٰہی) سے عطا ہوئی ہے وہ عوام کی عادت عامہ سے بڑھ کر ہو اور وہ قدرت (عطائی اس امر کے وجود میں لانے اور (اس مراد کے) حاصل ہونے کا سبب ہو جائے جس کی ان حضراتِ خاصانِ حق سے خواستگاری کی ہے۔

(بیشک) وہ قدرتِ تصرف خدا کی عطا و بخشش سے ہوتی ہے جیسا کہ نص قرآنی ناطق ہے

معجزہ عیسوی

قال اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان فرمایا

وابرئ الاکمہ کہ میں جنم کے اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا اور مردہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ کو زندہ کرتا ہوں اذن الٰہی سے۔

پس جو باتیں کہ عادت (و قدرت) عامہ سے بالاتر ہیں (جیسے اندھوں کے لئے بینائی، مردوں کے لئے زندگی اور کوڑھی کے لئے تندرستی وغیرہ انکے لئے حضرات انبیاء اولیاء سے مدد اور اعانت کا خواستگار ہونا اور ان کے سامنے

ہدیوں اور نذروں کا پیش کرنا بے شک جائز ہوگا اور اس سے شرک لازم نہیں آئیگا

آنحضرت کی خدمت میں تندرستی کی استدعا اور آپ کی خدمت میں ہدیہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابو براءؓ نے بارگاہِ رسالت (صلے اللہ علیہ وسلم) میں دو گھوڑے اور دو نجیب ہدیہ بھیجے آپ نے فرمایا کہ میں (کسی) مشرک کا ہدیہ قبول کر لیا کرتا، تو ابو براء کا ہدیہ لے لیتا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکے جسم میں ایک پھوڑا ہے اور وہ شفا و تندرستی کا طالب ہے اسلئے یہ ہدیہ آپکے پاس بھیجا ہے آپنے ایک ڈھیلا زمین سے اٹھایا اور پاک لعاب دہن اس پر ڈالا۔ اور فرمایا یہ ڈھیلا پانی میں ڈالدیا جائے۔ اور اس پانی کو پی لیا جائے ابو براءؓ نے اسکے موافق عمل کیا اور شفا پائی

مردوں سے مدد مانگنے کا اعتراض

اگر کہا جائے کہ زندہ انبیاء اولیاء سے مدد مانگنی جیسا کہ ان روایتوں سے ثابت ہوا یہ تو جائز ہے مگر مولویصاحب کی مراد یہ ہے کہ مُردوں سے مدد نہ چاہی جائے یہ شرک ہے

اعتراض کا جواب

میں کہوں گا کہ اعانت و مدد کا مانگنا اگر اعتقادِ الوہیت کی (اور خدا مان لینے کی) دلیل ہے تو پھر مدد اور اعانت خواہ زندوں سے چاہی جائے، خواہ مُردوں سے، دونوں شرک ہونے میں برابر ہونگی۔ اور اگر مدد مانگنی اعتقادِ الوہیت کی دلیل نہیں ہے تو خواہ زندہ سے مدد چاہی جائے خواہ مردہ سے برابر ہوگی (دونوں میں کسی سے بھی مدد مانگنے سے) شرک لازم نہیں آئے گا۔

بعد وفات قدرت تصرف

اگر کہا جائے کہ مُردوں کو تصرف کی قدرت نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ تمہارا قول مان بھی لیا جائے تو اس صورت میں (مُردوں میں قدرت تصرف ہونے کا) اعتقاد بس

اتنا ہی تو ہوگا کہ) واقعہ کے خلاف ہوگا۔ شرک نہ ہوگا۔
مگر مردوں کا قادر نہ ہونا جائز نہیں ہے۔ (اس کا زیادہ بیان اشتراک فی التصرف کی فصل میں آئے گا)

سماع موتیٰ اگر کہو، کہ مردے نہ سنتے ہیں نہ جانتے ہیں (علم و سماعت دونوں نہیں رکھتے)

تو ایسا فرض کرتے ہوئے میں کہوں گا کہ یہ اعتقادی خطا ہوگی۔ کہ نہ سننے والے کو سننے والا جاننا اور یہ شرک کا سبب نہ ہوگا۔ جیسے کہ کسی نے بہرے کو یہ سمجھ کر پکارا کہ وہ سن سکتا ہے اور بہرے نے نہیں سنا۔

اور مردوں کا نہ سننے والا ہونا بھی ممنوع ہے جیسے کہ اشراک فی العلم کی فصل میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

(۵) اعتقاد کہ جزو ایمان ہو جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء اولیاء کے جن تصرفات کے انکار میں مولوی صاحب مبالغہ کرتے ہیں اور جن تصرفات کے معتقدوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں وہ سب اہل سنت و جماعت کے مذہب میں متحقق اور ثابت ہیں۔ پس ان حضرات کے تصرفات کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا تو جزو ایمان ہے۔

تصرفات انبیاء و اولیاء اور حضرات انبیاء اولیاء کے تصرفات کا ثبوت اور اس کی دلیلیں قرآن میں حدیث میں اور آثار صحابہ کرامؓ میں بہت ہیں طول ہو جانے کے اندیشہ سے اس مقام میں ان کا بیان نہیں کیا گیا۔

جن نصوص کی تفسیر میں مولوی صاحب نے مطلب کچھ کا کچھ بنا دیا ہے ان کی خود ساختگی اور اس) تحریف کے رد میں "تصرف کا ثبوت ضرورت

دحاجت کے بقدر آگے بیان کیا جائیگا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

افعال کثیر الجہات

"اور تیسری بات یہ ہے کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں

حضرت فرماتے ہیں "جاننا چاہیے کہ بہت باتیں ایسی ہیں کہ ان میں بہ کثرت جہتیں ہوتی ہیں۔ اور یہ بیان اوپر گذر چکا۔

ان باتوں میں سے ایک بات مثلاً سفر کرنا ہے (سفر) کرنا کبھی حج کیلئے ہوتا ہے کبھی بیوپار کیلئے۔ کبھی استادوں سے علم حاصل کرنے اور حضرات مشائخ سے روحانی تعلیم اور باطن کی صفائی کے لئے کبھی شاہی دربار میں پہنچکر حاجت پیش کرنے کیلئے کبھی جنگ وجہاد کیلئے کبھی دار الکفر سے ہجرت کرجانے کی غرض سے

مولوی صاحب نے تمام جہتوں (تمام مقصدوں) سے سفر کرنے کو عبادت قرار دے دیا ہے۔ اور آیت حج میں خدا کا یہ فرمانا

واذن فی الناس بالحج	اور لوگوں میں حج کی وہ عام پکار کردے
یاتوک رجالا الخ	تیرے پاس حاضر ہونگے پیادہ چل کر۔ الخ۔

اسے مولوی صاحب نے اپنے (دعوی کے ثبوت کی) دستاویز بنایا ہے اور اس طرح تمام سفروں کو یہاں تک کہ پاک روضۂ نبوی اور دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو شرک ٹھہرا دیا ہے اور علت یہ پیدا کی ہے

"دور کے مکان کی طرف جانے کے قصد وارادہ سے سفر اختیار کرنا عبادت ہے اسلئے شرک ہے

اور حج کی اس علت کو آیۂ حج کا مفاد (و مقصد و مفہوم) قرار دے کر لکھ ڈالا کہ

"پس غیر بیت اللہ کے لئے سفر کا اختیار کرنا شرک ہوگا"

بیت اللہ کبھی غیر خدا ہے خدا نہیں ہے!

میں کہوں گا کہ مولوی صاحب کا ایسا کہنا دکہ غیر بیت اللہ کیلئے سفر کا اختیار کرنا شرک

ہے) کئی وجوہ سے مخدوش ہے۔ (۱) اگر ان کے اس مقدمہ (تعلیلیہ) کو مان لیا جائے، تو اس صورت میں بیت اللہ (خانہ کعبہ) کیلئے سفر کرنا بھی شرک ٹھہرے گا۔ اسلئے کہ "سفر کرنا عبادت ہے۔ اور غیر حق کی عبادت کرنی عبادت میں خدا کا شریک قرار دینا ہے اور بیت اللہ (خدا کا گھر) خود خدا نہیں ہو) اگر کہا جائے کہ بیت اللہ کی زیارت بیت اللہ کی نیت کے ساتھ نسبت کرنے سے تو تعظیم ہے۔ اور حق تعالیٰ کیطرف نسبت کرنے سے عبادت ہے۔

زیارتِ روضۂ نبوی

تو میں کہوں گا، کہ اس تقریر کے بموجب حضرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک (کی زیارت) کیلئے سفر کرنا بھی جائز ہوگا۔ اس لئے کہ ایسا کرنا روضۂ نبوی کی نسبت سے تو "تعظیم" ہے۔ اور حق تعالیٰ کیطرف نسبت کرنے سے عبادت ہے۔"

(۲) مولوی صاحب اپنے پیر سید احمد صاحب بریلوی کے ساتھ روضہ نبوی صلعم اور اصحاب کرام کی زیارت کے لئے مدینہ پاک گئے تھے (اللہ اس کے شرف و تعظیم کو زیادہ کرے) پس وہ خود اپنے ہی قول کے بموجب مع اپنے پیر صاحب کے مشرک ہو جائیں گے۔

زیارت حرمِ نبوی اور شفاعت

(۳) روضۂ رسول اللہ صلعم کی زیارت و ترغیب کے واسطے بہت سی حدیثیں آئی ہیں

قال صلعم من جاءنی زائراً لا تعمہ حاجۃ الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون شفیعاً لہ یوم القیامۃ۔

فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے، جو میری زیارت کے ارادہ سے میرے دربار میں آیا اور میری قبر کی زیارت کے علاوہ (اُسکی کسی اور حاجت نے اسے گھر سے) نہیں نکالا تو قیامت کے دن اس کیلئے شفاعت کرنا میرے ذمے ضروری ہوگا

بعد وفات شریف زیارتِ بارگاہِ نبوی

وقال صلعم من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔

اور آپ نے فرمایا:۔

"میری وفات کے بعد جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔"

اور اکثر حدیثیں اس بارے میں آئی ہیں۔

پس حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے (روکنا) اور یہ کہنا کہ مدینہ کا سفر روضۂ نبوی کی زیارت کی نیت سے نہیں بلکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی نیت سے کرو) اور زیارتِ نبوی صلعم سے تنگ دل رہنا سرکشی و کفر کے سوا اور کیا ہوگا!

سفر بزرگوں کی زیارتِ قبور کیلئے

اگر کہا جائے کہ روضۂ مصطفیٰ صلعم کی زیارت تو جائز ہے۔ اور نفی سے مراد دوسرے بزرگوں کی زیارت ہے۔ تو میں کہوں گا کہ شاید حضرت مصطفیٰ صلعم میں الوہیت خدا (ہونا) حلول کئے ہوئے ہے۔ کہ ان کے پاس روضۂ کی طرف تو عبادت کا سفر کرنا تو جائز ٹھیرا۔ (اور دوسرے بزرگوں کی زیارتِ قبور کیلئے سفر کرنا شرک ہو گیا)

ہر مقصد کے لئے سفر کرنا کیا ہوگا

(۴) پھر تقاضا یہ ہے کہ اگر ہر نیت کو دور دراز کا سفر کرنا "عبادت" میں داخل ہے تو علم اور فقر اور طلبِ مال کے لئے سفر کرنا بھی شرک ٹھیرا جس سے لازم آیا کہ علم کے طلب کرنے والے (طلباء اور راہِ خدا) کو ڈھونڈھنے والے فقراء اور تجارت کا پیشہ کرنیوالے بیوپاری سب کے سب مشرک ہیں۔

مگر دنیا کے شروع سے کسی نے بھی ایسے احمق پن کی باتیں نہیں کہیں تو یہ باتیں ظاہر ہے کہ بالکل باطل اور لغو ہیں۔

ایک رشاد کا خلاصہ

اس سے بڑھکر حماقت کیا ہوگی کہ سید احمد صاحب بریلوی کو جو ایک مرد اُمّی تھے۔ اور علم و خبر کے خالی۔ ان کو حضرت مسیح علیہ السلام کی دی ہوئی بشارتِ احمدی کا مورد قرار دیا

انی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

دیکھا حضرت عیسیٰؑ نے انجیل میں خوشخبری دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آنیوالے ہیں اور انکا نام احمد ہوگا

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اسکی تعظیم کرتے رہیں"

اقرار رسالت شرط ایمان ہے

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں! جاننا چاہیے کہ مولوی صاحب نے ان بحثوں میں جو گذر چکی ہیں جس طرح اہلِ سنت وجماعت کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ حضرات انبیاء اولیاء کے واسطے (عطائی) علم غیب اور (حادث) قدرت تصرف اور ان حضرات کی تعظیم بجلالت قدرہ کے ثابت کرنیوالے ہیں۔ اسیطرح اس مبحث میں بھی وہ اپنی عادت پر چلے ہیں۔ اور بندگانِ خدا کو ان حضرات کے اعزاز واکرام سے نفرت دلائی ہے۔ لیکن جاننا چاہیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کو تنہا یاد وتعظیم مفید صحت ایمان وحصول امان نہیں ہے (رسالت پناہ کا بھی صحتِ ایمان وحصول امان کیلئے شرط ہے) ابوجہل اور اس کے ساتھی اسی لئے (دنیا ہی میں) اپنے گھر اور وطن سے ویران و برباد اور آخرت میں ہمیشہ کیلئے داخل دوزخ ہوئے کہ رسول مختارؐ وصحابہ کبارؓ کے ساتھ دشمنی اور بخوت وغرور کیا۔ باوجود دیکھہ (ابوجہل وغیرہ) ان سب مخالفوں کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات کو واجب

ہونے کا اور حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال کا انکار نہ تھا تو ذکر لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کو ملا کر شرط ایمان ٹھہرا۔

پس (رسالت کا اقرار، اور صحابہ کرام کی تعظیم، اور پاک اہل بیت کی محبت اور اماموں اور (خدا کے) ولیوں کی فضیلت کو ماننا (سچا مسلمان ہوتا ہے) اور اسی میں) خارجی، رافضی اور معتزلہ ہونے اور دوسرے عیبوں (اور دینی خرابیوں) سے امان و برأت ہے۔

اسی لئے ہمیں حکم ہے۔ یہ کہ ہم اذان و اقامت میں، اور کلمۂ شہادت میں آنحضرت کے نام نامی کو حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ ملائیں۔ اور خدا کی یاد کے ساتھ آنحضرت کو بھی یاد کریں (اور کہیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں) اور اس معنی میں (حق تعالیٰ کا یہ فرمانا ہے ورفعنا لک ذکرک اور (اے نبی!) ہم نے تمہارے (اجلال و اکرام کیلئے تمہارا ذکر بلند کیا

خلعت خداوندی (یہ ہے وہ خلعت خداوندی جس سے آپ کا اعزاز واکرام فرمایا گیا ہے اور (خود حق سبحانہ تعالیٰ نے)

آپ کو یہ شرف عطا فرمایا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم جمعوں میں عیدوں میں منبروں کے اوپر اور تختوں پر (بیٹھ کر حضور کا ذکر) اور صحابۂ کبار کی فضیلت، اور پاک اہل بیت کے کرم و سخاوت، اور (ان سب کی) جلالت قدر، اور بلندی شان و عظمت کو بیان کریں اور لوگوں کو بیدار کرتے رہیں تاکہ وہ ان حضرات کو یاد رکھیں) اور ان کی یاد و ذکر میں اہتمام کریں۔ اور (ان کی یاد سے) غفلت کرنے والے غفلت سے باز آئیں ؎

مرا عہدے است با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہواداران کویش را چو جانِ خویشتن دارم

محبوب حقیقی (حق سبحانہ تعالیٰ سے) میرا اقرار ازلی) ہو چکا ہے کہ جب تک جسم میں جان ہے تیرے مقبولین بارگاہ کو میں اپنی جان کی طرح (عزیز رکھوں گا (یہ ہے اہل سنت کا مذہب و عقیدہ) اور مولوی صاحب کی رائے ہے کہ (مسلمان) ان میں سے کسی کا نام نہ لیں۔ اور ان کے اعزاز و اجلال میں کوشش نہ کریں۔ مگر یہ مشربِ فلاسفہ زنادقہ ہے (اور بس

نامِ خدا کے ساتھ نامِ رسول

(خود حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل یہ ہے کہ (روایت میں آیا ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ بنتِ اسد کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ جنازہ (قبر میں اتارنے کیلئے) لایا جائے (اور اس موقع پر خود زبان پاک سے یہ فرمایا۔

بسم اللہ و علیٰ اسم رسول اللہ کہو اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ کے نام پر اور روایت یہ ہے کہ حضرتِ آدم صفی اللہ نے اپنی خطا کی بخشش مانگتے ہوئے نامِ خدا کے ساتھ نامِ رسول ملایا اور کہا۔

اللّٰھم بحق محمد و آلہ ان تغفر لی خطیئتی۔ اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی اولاد کا واسطہ، میری بخشش فرما!!

یہ تو سعادت کا تمغہ ہے

پس اگر حضرتِ آدم صفی اللہ اور حضرت محمد حبیب اللہ نامِ خدا کے ساتھ نام غیر خدا لینے میں (معاذ اللہ) مشرک ہو گئے۔ تو ایسا شرک ہمارے لئے تو سعادت کا تمغہ، اور دیانت کا زیور ہے۔

اگر کہو، کہ ان حدیثوں کے راوی اہل سنت ہیں۔ اور یہ مشرک تھے

اور تمہاری تمام دلیلیں ایسی ہی ہیں جن سے تم دلیل لائے ہو پس اُن پہ بھروسہ نہ کرنا چاہئیے

میں کہوں گا کہ ہم سنی مذہب والے ہیں۔ اور اہل سنت کے اقوال واعمال ہمارے لئے سند و حجت ہیں۔ فلاسفہ اور زنادقہ کو اگر اس سند و حجت پر یقین اور بھروسہ نہیں ہے تو پھر وہ فلاسفہ کے (آخری) معلم ابو علی سینا کو (اپنا پیشوا) مان لیں۔ وہ ان کے لئے کافی ہوگا (مگر ہمارے لئے تو ہمارے سلف صالحین ہی کافی ہیں)

شرک کی بُرائی ورتوحید کی خوبی

شرک و توحید

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"پہلی فصل میں ذکر ہے شرک کی برائی کا اور توحید کی خوبی"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں! امت کے گذرے ہوئے بزرگوں کی کتابوں میں (سب کچھ بیان فرمایا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا بیان اور رسالت کی حقیقت کا بیان - اور یہ کہ قرآن مجید کلام قدیم ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی (تمام امت سے) بڑھکر فضیلت ہے۔ خلافت راشدہ برحق ہے امامت (حقہ) صحیح ہے۔

(اس کے علاوہ) ناجی اور خارجی اور معتزلی (مسلمانوں میں جتنے باطل فرقے پیدا ہوئے) ان کے مذہب کا رد و بطلان فرمایا ہے اور مولوی صاحب کی حالت یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے عقائد میں (سب بزرگان ملت

اسلامیہ کے معتقدات اور ان کی تحقیقات سے) آنکھیں بند کرکے حضرات انبیاءؑ کے معجزوں اور حضرات اولیاء اللہ کی کرامتوں کے انکار کرنے پر اور سلفِ صالحین (گذرے ہوئے بزرگانِ اسلام) کو کافر بنانے پر (آستین چڑھا کر) آمادہ ہوگئے۔ اور جو آیتیں اور جو حدیثیں بتوں اور مورتیوں کی پوجا کو رد کرنے میں آئی ہیں مطلب و معنی کا ادل بدل کرتے ہوئے ان آیتوں اور حدیثوں کو اپنے باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کی دستاویز بنایا ہے۔ پس ان کا مذہب (اور شرک و توحید وغیرہ کے بارہ میں ان کا بیان مسلمانوں کے) تمام اہلِ فرقوں کی برائیوں کا جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام باطل فرقوں کو پست کردے (اور صحیح عقیدہ والی اسلامی جماعت کا بول بالا رکھے جو اسلام کا سوادِ اعظم ہے) آمین

مجمل شرک کا بیان

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"پہلی فصل بچنے میں شرک سے یعنی اس میں مجمل شرک کی برائی کا ذکر ہے"

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا	اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اس سے نیچے کے گناہوں کو جسے چاہے معاف کردیگا اور جس نے خدا کا ساتھی ٹھہرایا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا

حضرتؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں شرک کی ممانعت ہے اور گناہ شرک کی بخشش و معافی نہ ہونے کی دھمکی ہے۔ اور شرک (جیسا کہ بیان گذرا) خدا کا ساتھی ٹھہرانا ہے (یعنی کسی غیرِ خدا کو خدا کی ذات و صفات میں واجب سمجھنا یا عبادت کا مستحق قرار دینا، یہ شرک کی تعریف ہے)

اعتقاد اہلِ ایمان

اور حضرات انبیاء اولیاء کیلئے یہ جائز ماننا کہ انکو

خدا نے تصرفِ حادث کی قدرت دی اور غیبی باتوں کا علم عطا فرمایا۔ اور ان حضرات کے اعزاز و اجلال کی نیت اور غرض سے ہدیے اور نذریں ان کے لئے پیش کرنی اور ان کے متبرک مزاروں کی زیارت کرنی (یہ سب باتیں بھی جائز اور درست ہیں) ایسا ماننے سے بمعنی مذکور کوئی شرک لازم نہیں آتا

مولوی صاحب لکھتے ہیں

پھر اگر پہلے درجہ کا شرک ہے جس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا یہ ہی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا۔ نہ اس سے باہر نکلے گا، نہ مرے گا،

شرکِ خفی اور جلی

حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں! شرک دو طرح کا ہے (۱) شرکِ جلی (۲) شرکِ خفی اور اس کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے!

(شرک جلی کی) سزا، دوزخ میں داخل ہونا ہے۔ اور اسباب پر نظر رکھنا اور مسبب (پیدا کرنیوالے حق سبحانہ تعالیٰ) سے غفلت کرنا یہ ہے شرک خفی۔ اور اس کی جزا یہ ہے کہ دیدارِ حق تعالیٰ سے حجاب پردہ ہو جاتا ہے

تمام اہل ظاہر شرک خفی میں مبتلا ہیں

اور تمام اہل ظاہر بجز اہل فنا و بقا کے اس شرک خفی میں مبتلا ہیں

ع درین نوعے از شرک پوشیدہ ہست
کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست

اس قسم کی باتوں میں ایک شرک پوشیدہ ہے کہ زید نے مجھے آزار دیا۔ اور عمر نے مجھے زخمی کر دیا "

شرک جلی مراد وہی ہے

اور آیت شریف میں مراد "شرک" جلی ہے (کہ اس کی بخشش و معافی نہیں اسی لئے اس

شرک کی تعریف ضلالاً بعیداً (بڑی لمبی گمراہی) سے فرمائی گئی ہے
پس آیت کا مورد (و مصداق) بتوں اور ستارہ ولی کے پجاری ہونگے
نہ کہ حضراتِ انبیاء اولیاء (کے) معجزہ اور کرامت پر اعتقاد رکھنے والے
اور جو اصطلاح کہ مولوی صاحب نے اختراع کی ہے اس کی اہل اسلام
کو (اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ہے
اس لئے کہ مولوی صاحب نے خاصکر اسے شرک رنا قابل بخشش
ٹھہرایا ہے۔ اگر حضراتِ انبیاء اولیاء میں (بہ عطائے الٰہی) غیبی علم اور تصرف
کی قدرت ہونے کا اعتقاد کیا جائے۔ زید کی تعظیم اور عمر کی اہانت
کرنے کو شرک نہیں بتایا۔ حالانکہ عارفوں (بارگاہِ حق کے خاص
الخاص بندوں) کے نزدیک غیرِ حق کو جو بھی ہو، جو کچھ بھی ہو وجود میں
دیکھنا یہ بھی شرک ہے اس خفی شرک کی جزا مشاہدہ جمال و جلال حق پر
اس عالمِ دنیا میں پردہ پڑجانا ہے۔
مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"بعض تقصیریں اس ڈھب کی ہیں، کہ جن میں بغاوت نکلتی ہے"

کیا انبیاء اولیاء کی ہتک اطاعت ہے؟

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! یہ بات ہم نے قبول کی کہ بعض تقصیریں ایسی ہیں کہ ان سے
بغاوت نکلتی ہے، لیکن کیا یہ باتیں اطاعت ہیں۔ کہ بارگاہ سلطانی کے ملازموں
کو مثلاً وزیروں کو امیروں کو حاکموں کو اور والیوں کو، جو عزو شب قرب و
حضور سلطانی اور عنایت والطاف خسروانی سے مشرف و ممتاز ہیں۔ ذلیل کیا
جائے ان کی توہین کی جائے اور چوہڑے اور چمار کی ذلیل صفتوں
سے متصف بنایا جائے اور اس طرح لوگوں کو ان سے نفرت دلائی جائے

اور گمان کیا جائے کہ بارگاہِ شاہی میں وہ دوسرے انسانوں سے ممتاز نہیں ہیں اور عزل و نصب کرانے اور لوگوں کی حاجتیں پیش کرنے اور بارگاہِ شاہی میں سفارش کرنے کی قوت نہیں رکھتے ہیں"

افراط بھی بغاوت ہے اور تفریط بھی

(عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا اور یہودیوں نے آپ کی نبوت کا قطعی انکار کیا، تو یہ افراطِ نصاریٰ اور تفریطِ یہود دونوں بغاوت ہیں مگر اس لئے کہ افراط نصاریٰ کا منشا حماقت ہے اور تفریط یہود کا منشا عداوت ہے حق تعالیٰ نے از راہِ رحم دنیا کی ریاست و سلطنت کو عیسائیوں کے ہاتھوں میں باقی رکھا اور یہود کو عداوتِ حضرت مسیح کے سبب دین و دنیا میں خسارہ پانے والا کر دیا۔

اہل سنت افراط و تفریط دونوں سے مبرّیٰ ہیں

آج اہل سنت و جماعت ہی "سیدھی راہ پر ہیں کہ حضراتِ انبیاء اولیاء کو پایۂ الوہیت (خدا ہونے کے درجہ سے) نیچے رکھتے ہیں اور ان حضرات کو اللہ کے بندے جانتے ہیں۔ اور ان کو شفاعت کا جو درجہ حاصل ہے اور انہیں غیبی باتیں جاننے کا اور تصرف کی قدرت کا خدا سے جو منصب و مقام عطا ہوا ہے ان صفت حادثہ سے ان کے متصف ہونے کے سبب ہر ایک آدمی سے بڑھ کر انہیں ممتاز اور قابل احترام سمجھتے ہیں زمانہ حاضرہ کے یہود کی طرح ان حضرات کو چوہڑے اور چمار نہیں کہتے۔ اور طرح طرح رذائل سے ان کو موصوف نہیں کرتے۔

حضرت لقمان کی نصیحت بیٹے کو

مولوی صاحب لکھتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ واذ قال لقمان (کہا اللہ تعالیٰ نے) جب لقمان نے اپنے بیٹے سے
لابنہ وھو یعظہ یا بنی کہا اور نصیحت کرتا تھا اس کو کہ اے میرے بیٹے
لا تشرک باللہ ان الشرک اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو البتہ شرک بڑا ظلم ہے
لظلم عظیم

حضرتؒ فرماتے ہیں! یہ آیت بتوں کی پوجا اور غیر خدا کو ملنے کے بارہ میں ہے اور یہ باتیں کہ حضرات انبیاء اولیاء غیبی باتیں خدا کے عطا سے جانتے تھے اور تصرف کی قدرت بطریق حدوث انہیں حاصل تھی ان باتوں کا انکار کرنے میں مولوی صاحب کیلئے اس آیت میں کوئی حجت نہیں ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا"

حضرتؒ ارشاد فرماتے ہیں! (عقلمند تجاکر) کیا انہوں نے لقمان کو بھی فلاسفہ اور زنادقہ سے گمان کیا ہے کہ انہوں نے شرک کا عیب اور بہت بڑا ظلم ہونا اپنی سمجھ بوجھ سے جان لیا۔ نہیں نہیں (لقمان محض عقلمند اور حکیم ہی نہ تھے) بلکہ بعضے علمائے اسلام تو اس طرف گئے ہیں کہ لقمان ایک نبی تھے (ان کے بارے میں مذہب) مختار یہ ہے کہ وہ حکمائے مومنین میں سے تھے اور ابتدا میں فتویٰ لکھا کرتے تھے جب حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے تو لقمان ان کی نبوت پر ایمان لے آئے اور اسی ایمان پر دنیا سے گئے بس انکا کلام آسمانی کتابوں کے موافق ہے۔ مقتضائے عقل سے محض عقل کی پرواز نہیں ہے اس لئے کہ اہل سنت کے عقیدہ کی رو سے عقل بشری اسرار شرع کے کما حقہ ادراک سے قاصر ہے بلکہ شرع میں قیاس اور عقل سے باتیں بنانی منع ہے

حضرات انبیاء اولیاء کی کھلی توہین

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل کو دیا جیسے بادشاہ کے سر کا تاج چمار کے سر پر رکھ دیجئے"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں یہ حضرات انبیاء اولیاء کے حال پر اوران کے بلند مرتبوں کے معتقدوں پر (جو اہل سنت وجماعت سے ہیں) چوٹ کی ہے۔ اس قول پر خدائی پھٹکار! جو حضرات انبیاء اولیاء کو چمار سے کنایہ کرے اور ان کی تعظیم بجالانے کی وجہ سے اہل سنت کو کافر ٹھہرائے

مولوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں

"ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل تر ہیں"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں امت اسلامیہ کے ایمان والوں نے حضرات انبیاء اولیاء کے فضائل و مآثر میں کتابیں تصنیف کی ہیں اوران فضیلتوں اور خوبیوں کو باب وار اور فصل وار ایک تہذیب و آراستگی کے ساتھ بیان کرنے میں مساعی جمیلہ (بہتر ین کوششیں) کی ہیں اور ہر ایک فضیلت اور ہر ایک درجہ جس سے حق تعالیٰ نے ان حضرات کا اعزاز واکرام فرمایا ہے اس فضیلت و رتبہ سے ان کا مخصوص ہونا ثابت کیا ہے اسکو علم سیر کہتے ہیں

یہی حضرات عالم کا سبب وجود ہیں

ان حضرات کے حالات دلپذیر کے مطالعہ سے یقین ہوتا ہے کہ دنیا دعقبیٰ کی پیدائش ان حضرات ہی کیلئے ہے ان کا ظہور ہی تمام عالم کا سبب

وجود ہے (حقیقت تو یہ ہے مگر) مولوی صاحب ہیں کہ دربارگاہِ الٰہی کے اپنے مقبولین و محبوبین کو چماروں سے بدتر کہتے اور ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ میں نہیں پہنچا دیا

اگر کہا جائے۔ کہ مولوی صاحب کا کلام حق تعالیٰ کے مقابلہ میں ہے کفر جب تھا کہ مطلق اہانت کرتے

میں کہوں گا کہ کون عاقل پسند کریگا۔ کہ بادشاہِ وقت کے مقابلہ میں اپنے باپ کو چمار سے بدتر کہے۔ اور بھنگی سے زیادہ ذلیل سمجھے اس لئے کہ بادشاہِ وقت کی تعظیم باپ کی توہین اور تذلیل پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایسا کہنا، عقلمندوں کے نزدیک ماں باپ کی بے توقیری اور نافرمانی ہوگا ؎ له

آدمی کیلئے بڑے سے بڑا عیب

مولوی صاحب لکھتے ہیں

آدمی میں بڑے سے بڑا عیب

یہ ہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔

حضرتؒ فرماتے ہیں " یہ جملہ ظاہر میں تو خلق کیلئے نصیحت اور باطن میں اپنے لئے فضیحت ہے اسلئے کہ حضراتِ انبیاء اولیاء جو حق تعالےٰ کے عزیز ترین بندے ہیں ان کو چماروں سے بدتر کہا ہے۔

حق برزبان جاری

اس کے باوجود اب یہ کہتے ہیں کہ:-

آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہ ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے" (حق برزبان جاری)

خدا ہی تنہا معبود ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

قال اللہ تعالیٰ	اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا
وما ارسلنا من قبلک من رسول	مگر ہم اسکی طرف وحی فرماتے کہ میرے
الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا	سوا کوئی معبود نہیں پس مجھ ہی کو پوجو

له (از مترجم) معلوم ہوا کہ تقویۃ الایمان کے نئے ایڈیشنوں میں مولوی صاحب کی بہت سی عبارتیں بعد میں ان کے معتقدوں نے کیں ہیں کیونکہ ان الفاظ کو دیکھ کر کتاب سے نکال دیا ہے

انا فاعبدون (میری ہی عبادت و بندگی بجا لاؤ)

ف: یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانئے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں آیا ہے سو یہی راہ نجات کی ہے اور اس کے سوا سب راہیں غلط

مطلب کچھ کا کچھ کردیا

حضرت ارشاد فرماتے ہیں اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ خدا ہی معبود برحق ہے۔ اور عبادت کا حق خدا ہی کیلئے خاص ہے۔ دوسرے کے لئے نہیں ہے (یعنی اس آیت میں اثبات ہے استحقاق عبادت کے خدا کیلئے خاص ہونے کا اور نفی کی گئی ہے خدا کے ہر ایک غیر کے حقدار عبادت ہونے کی)

(کلام الہی کا مطلب و مفہوم تو یہ ہے) مگر مولوی صاحب نے بانداز ناصحانہ (حضرات انبیاء و اولیاء کی) ہر قسم کی تعظیم کو اس آیت کی شرح و تفسیر ٹھہرایا ہے۔ تاکہ مولوی صاحب کے ماننے والے ان حضرات کی تعظیم و اجلال سے دہشت زدہ ہو جائیں

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

دکھاوے کی عبادت

اخرج عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم قال اللہ تعالی انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا اشرک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارشاد الہی ہے کہ میں مشرکوں کے شرک سے بیزار ہوں جس نے کسی عمل میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کیا تو میں اس شخص کو مع اس کے

فیہ معنی غیری ترکتہ و شرکہ وانا — عمل کے چھوڑ دیتا ہوں اور میں اس
بری منہ۔ — سے جدا ہو جاتا ہوں

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! اس حدیث کا وارد ہونا مذمت ریا میں ہے۔ (مولوی صاحب نے اس پر التفات نہیں کیا کہ حدیث کا صحیح مورد مقصد کیا ہے) یعنی (اللہ نے فرمایا میں تمام شرکاء سے جو عالم میں موجود ہیں، زیادہ سے زیادہ بے پرواہ ہوں۔ پس جو کوئی ایسا کام کرے کہ اس میں میری عبادت کے ساتھ) میرے غیر کا دکھاوا (اور نمائش) منظور نظر ہو پس اس شخص (ریاکار) کو اور اس کے ریاکارانہ عمل کو چھوڑ دیتا ہوں جس نے میرے غیر کے دکھاوے کی غرض سے میری عبادت کی اور (اس طرح) میرے ساتھ (میرے غیر کو) شریک ٹھہرایا۔ (میری پرستش کو غیر کی نمائش کے ساتھ خلط ملط کر دیا)

شعر:۔ عبادت باخلاص نیت نکواست
وگرنہ چہ آید ز بے مغز پوست

ترجمہ۔ خالص نیت کیساتھ عبادت کرنی اچھی بات ہے ورنہ بے گودے کے چھلکے سے کیا فائدہ؟

ریا کا نام شرک کیوں ہے؟

اور ریا کا نام شرک رکھ کر (ریاکار) کے بدترین عیب سے شدت و سختی کے ساتھ روکا ہے۔ پس (اس ارشاد نبوی میں) مولوی صاحب کے لئے اس امر میں کوئی حجت (اور دلیل) نہیں ہے کہ حضرات انبیاء اولیاء کی تعظیم و جلالت قدر کی اور ان کے واسطے ہدیے اور نذریں پیش کرنے کی نفی کر سکیں۔

حدیث کا مطلب بدل ڈالا

مولوی صاحب نے اس حدیث شریف

کا جو ترجمہ لکھا ہے اس میں تحریف کی ہے (مطلب بدل ڈالا ہے)۔ (چنانچہ) مولوی صاحب لکھتے ہیں :۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک کام کرے اللہ کے واسطے پھر وہی کام کرے اور کسی کے واسطے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے"

حضرتؒ فرماتے ہیں "اس حدیث کا ورود اور منشا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا "ریا" کی برائی میں ہے۔ مولوی صاحب نے اس پر تو التفات نہیں کیا۔ دوسری راہ پر چل پڑے جیسا کہ ان کی خواہش کا تقاضہ تھا۔

کوئی بھی شرک سے نہ بچ سکے گا!

میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کے مقدمہ کو مان لیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ شرک سے (اب) کسی کو بھی نہیں ہوگی، (مثلاً)، جو شخص بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی زیارت کرے، پھر روضہ مصطفےٰؐ کی زیارت کے لئے جائے یا اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اس کے بعد اپنے دوستوں کو چند روپے دے یا خدا کی راہ میں جہاد کرے اس کے بعد اپنے ایک (حملہ آور) دشمن سے لڑے یا کوئی مسجد بنائے، اس کے بعد اپنے لئے ایک گھر بنائے یا کسی فقیر کو کھانا کھلائے۔ اس کے بعد اپنے داماد کو کچھ کھلائے یا قرآن مجید کی تلاوت کرے اس کے بعد شاہنامہ پڑھے یا کسی مسکین محتاج کو کپڑا دے اسکے بعد اپنی بیوی کے لئے شلوار سلوا دے وغیرہ وغیرہ تو ایسا کرنے سے وہ مشرک ہو جائے۔ انسانوں میں سے کسی بشر نے ایسی بیوقوفی کی بات نہیں کی ہے۔

اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب کی مُراد خالص عبادتیں ہیں اور ان مثالوں میں نقصان کا مادہ ہے۔ ان میں دو جہتیں (دو پہلو) ہیں عبادت اور عبادت کے علاوہ (کوئی اور چیز) اس لئے کہ روپیہ کا دینا کبھی زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اور کبھی احباب کی مواسات (مدد کرنے) کے لئے اور شرک کا لازم آنا خالص عبادتوں میں ہے۔

میں کہوں گا، کہ اس تقریر پر یقین کیا جائے، تو حضراتِ انبیاء اولیاء کو ہدیے اور نذریں پیش کرنا، اور ان کی اجلال و تعظیم کرنی یہ سب کچھ ہی جائز ہوگا (کیونکہ یہ باتیں خالص عبادتیں نہیں ہیں، اور ایسی ہی ہیں) جیسے کہ بادشاہوں اور عزیزوں اور دوستوں کے لئے تمام مخلوق کا عمل جاری ہے۔ اور ایسی پیش کشیں اور نذریں ہدیے کے معنی میں ہیں (یہ ہدیے پیش کرنا ہیں، عبادات نہیں ہیں) پس تمہارے ہی قول کے موافق یہ باتیں بھی (شرک نہ ہوں گی)

ماجرائے عہد و پیمان روزِ ازل

مولوی صاحب لکھتے ہیں

اخرج عن احمد اُبیّ ابن کعبؓ فی تفسیر قول اللہ تعالیٰ عزوجل، واذا اخذ ربک من بنی ادم ظهورهم ذريتهم قال جمعهم فجعلهم ازواجا ثم صورهم فاستنطقهم فتكلموا ثم اخذ عليهم العهد والميثاق واشهدهم على انفسهم الست بربكم

امام احمدؒ نے تخریج کی ہے، حضرت ابی ابن کعبؓ سے کہ اس آیت واذا اخذ ربک من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم الخ کی تفسیر میں اُبی ابن کعبؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ذُرّیتِ آدم کو انکی پشت سے نکال کر سب کو جمع کیا، جوڑا جوڑا کرکے بنایا پھر انکی صورت بنائی اور گویا بنایا پھر سب نے کلام کیا پھر خدا نے ان سے عہد

قالوا بلى قال فانى اشهد عليكم
السموات السبع والارضين السبع
واشهد عليكم اباكم آدم ان تقولوا
يوم القيامة لم نعلم بهذا اعلموا انه
لا اله غيري ولا رب غيري
ولا تشركوا بي شيئا سأرسل
اليكم رسلي يذكرونكم
عهدي وميثاقي وانزل
عليكم كتبي قالوا اشهدنا بانك
ربنا والهنا لا رب
لنا غيرك ولا اله لنا
غيرك الخ

و پیمان لیا۔ اور انکو اپنے نفس پر گواہ بنایا
اور کہا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے
جواب میں کہا۔ ہاں (تو ہی ہمارا) پروردگار
ہے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تمہارے اس
اقرار پر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں
کو اور تمہارے باپ آدم کو، تمہارا گواہ بناتا ہوں
تاکہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کا علم
نہ تھا، جان لو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے
سوا کوئی رب نہیں میرے ساتھ کسی کو شریک مت
بناؤ میں تمہارے پاس عنقریب رسولوں کو بھیجونگا
وہ میرے اس عہد کو تمہیں یاد دلائیں گے اور میں
تم پر اپنی کتابیں نازل کرونگا اس پر سب نے کہا ہم
اس پر گواہ ہیں کہ تو ہی ہمارا رب اور ہمارا معبود ہے
تیرے سوا کوئی معبود اور رب نہیں ہے۔

سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

" حدیث کا مفاد حق سبحانہ تعالیٰ کے خدا ہونے اور پروردگار ہونے کو ثابت کرنا ہے اور اسکے غیر کی نفی کرنا ہے (کہ خدا کے سوا) نہ کوئی خدا ہے نہ مخلوق کا پروردگار ہے)، پس اس حدیث میں حضرات انبیاء اولیاء کے بطریق حدوث غیبی باتوں کے جاننے اور تصرف کی قدرت رکھنے اور ان سے مدد چاہنے کے انکار میں مولوی صاحب کے لئے کوئی دلیل و حجت نہیں ہے، اور بات یہ کہ ترجمہ کرنے میں معنی حدیث کو بدل ڈالیں جیسے کہ انکی عادت

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"سو جان رکھو کہ بیشک بات یوں ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوا میرے
اور نہیں مالک سوا میرے"

حضرتؒ فرماتے ہیں! "(حدیث میں لفظ اِلٰہ آیا ہے) لفظ "اِلٰہ" کے معنی "معبود برحق" ہیں۔ (اور لفظ اِلٰہ خدا ہی کے لئے مخصوص ہی) اور اس لفظ (اِلٰہ) کا استعمال بتوں کے بارے میں اس وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ کفار کا گمان تھا کہ ان کے بُت ان کے "معبود برحق" ہیں۔

(اور لفظ "رب" محض حق سبحانہ تعالیٰ کیلئے مخصوص نہیں ہے اور دوسروں پر بھی بولا گیا ہے) لفظِ "رب" سے مالک شئے بعینہ (کسی شئے کا بعینہ مالک ہونا) عبارت کرتے ہیں۔ جیسے کہ ربُّ المال (مال کا مالک) ربُّ الدار (گھر کا مالک)

اس معنی سے حق تعالیٰ کے غیر پر لفظ "رب" کا اطلاق جائز ہے قال اللہ تعالیٰ قال معاذ اللہ (فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ) کہا یوسف علیہ السلام نے انہ ربی احسن مثوای (وہ عزیز مصر تو میرا رب یعنی مالک ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا)

اور کبھی لفظ رب سے اس تمام کائنات کا مالک (خدا) مراد لیتے ہیں۔ اور فارسی میں رب کا ترجمہ پروردگار ہے۔ اس معنی کی رو سے لفظ "رب" حق تعالیٰ کے ۹۹ پاک ناموں سے ہوگا۔ اور حق تعالیٰ کے لئے (مالکِ کائنات) ہونے کے معنی سے مخصوص ہوگا۔ حدیث میں مراد یہی آخری معنی ہیں!

مالک و حاکم | اور مولوی صاحب نے حاکم اور مالک ان دونوں کی تفسیر عموم و لزوم کے ساتھ کی ہے۔ (اور حاکم تو

مالک کے ایک ہی معنی ٹھہرادئے ہیں) اور یہ بات نیت واندیشہ کی پیچیدگی اور الجھاؤ کی وجہ سے ہے ۔ جو اس آیت کے ترجمہ کے آخر میں کھل جائے گی

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"پھر ان سے یہ قول و قرار لیا، کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔"

حضرت شیخ العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قول

اعلموا انہ لا الٰہ غیری ولا رب غیری ولا تشرکوا بی شیئا	جان لو کہ میرے (خدا) کے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے سوا کوئی رب نہیں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

کی تفسیر میں جو تحریف کی ہے، وہ ظاہر ہے۔ حاجت بیان نہیں اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے قول کا نازل ہونا کہ۔

اطاعت رسولﷺ و حکام

اطیعوا اللہ — حکم مانو اللہ کا، حکم مانو رسول

واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم — اور ان کا جو تم میں حاکم ہیں۔

اور آنحضرتﷺ کا فرمانا

واطیعوا اذا امرکم ولاۃ احکام عبیدنا اماو نصب ولاۃ

اپنے حاکموں کی اطاعت کرو جب وہ تم کو حکم دیں۔

(اس سے کیا سمجھا جائے گا؟)

پھر غلاموں اور لونڈیوں کے لئے جو احکام ہیں اور حاکموں اور بادشاہوں اور آقاؤں کی اطاعت کرنے کے جو احکام شرعیہ ہیں مولوی صاحب

کے کہنے کے مطابق یہ سب مشرک ہوجائیں گے حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں رسول کا اور اپنے حاکموں کا حکم ماننا ارشاد فرمایا گیا ہے تو مولوی صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ (روز میثاق کے اقرار کو یا تو (معاذ اللہ) خدا بھول گیا یا دوسرا حکم نازل کیا اور روزِ ازل کے احکام کو منسوخ کردیا جو اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام میں افترا کرے اور کلام خدا اور رسول کی مراد کو اپنی خواہش کے موافق بدل ڈالے (اس سے بس خدا ہی سمجھے)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"پس شرک کی بات میں ایک دوسرے کی سند نہ پکڑنی چاہیئے نہ استاد کی، نہ باپ دادوں کی، نہ کسی بادشاہ کی، نہ کسی مولوی کی، نہ کسی بزرگ کی

حضرتؒ فرماتے ہیں" ہاں! ان میں سے کسی کے قول و فعل پہ اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے صحابیوں

خدا سے براہ راست سمجھے

کی سنت پر بھی نہ چلنا چاہیئے اسلیئے کہ حق تعالیٰ نے (عہد و پیمان لینے کے روز) ہر ایک سے جداگانہ اقرار (لے کر) ہر ایک کو میثاق کا الگ الگ پابند کیا ہے بس (مولوی صاحب کے عقیدہ کے مطابق) اب اسکے سوا چارہ نہ ہوگا۔ کہ ہر شخص اپنی توحید کو حق تعالیٰ ہی سے درست کرے۔ اور شرک و توحید کیا ہے؟ اس کو خدا ہی سے پوچھے رسول اللہؐ کا واسطہ بھی درمیان میں نہ رکھے معاذ اللہ یا پھر اپنی عقل کی طرف رجوع کرے۔ اور عقل سے توحید کی خوبی اور شرک کی برائی معلوم کرے جیسے کہ فلاسفہ اور زنادقہ کرتے ہیں (اور انبیاء علیہم السلام کی وحی پر نہیں بلکہ محض اپنی عقل پر بھروسہ کرتے ہیں۔)

اگر کہو کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے حق تعالیٰ سے پوچھنے اور عقل کی طرف رجوع کرنے کی محتاجی نہیں ہے۔

میں کہوں گا کہ قرآن و حدیث کے کاتب اور راوی باپ دادا استاد اور پیر ہی تو ہیں اور شرک و توحید کے احکام میں ان لوگوں پر مولوی صاحب کے بقول اعتماد اور بھروسہ کرنا نہیں ہے تو پھر ان کی کتابت پر اور روایت پر کیونکر اعتماد کرتا اور اسے کیونکر برحق جانیں؟

دو گروہ

حق تو یہ ہے کہ اولادِ آدم کے بہت گروہ ہیں۔ اور کثرت کے باوجود ان سب کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جاہلیت اور (۲) اسلام۔ پس طبقۂ اسلام کو جائز نہیں ہے کہ جاہلیت کے عقائد و اعمال کی پیروی کرے۔ اور جاہلیت کے لوگوں کو اپنی دین دنیا کا امام ٹھہرائے۔

اسلام تمام ملتوں کا ناسخ ہے

اس لئے کہ اسلام تمام ملتوں کا ناسخ ہے اور جب ملت منسوخ ہو چکی اس کی پیروی باطل ہے

لہٰذا جن لوگوں نے آخر میں اسلام کا زمانہ پایا تھا اور باپ دادا کی جاہلیت کے زمانہ کی رسموں کے پیرو تھے اور اس پیروی جاہلیت کی وجہ سے قبولِ اسلام سے انکار کر دیا تھا۔ جیسے کہ سردارانِ قریش تھے ان کی مذمت فرمائی گئی اور یہ آیت اُتری

قال اللہ تعالیٰ واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اٰباءنا اولو کان اٰباؤھم لا یعقلون شیئًا

جب ان سے کہا گیا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس پر چلو تو ان لوگوں نے کہا ہم اللہ کے اُتارے ہوئے احکام پر نہیں چلیں گے بلکہ ہم تو اس راہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا

فلا یهتدون

نہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت کی راہ ہوتے ہوئے) بھی یہ لوگ اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کریں گے۔

طبقۂ اسلام کے دو گروہ

پھر طبقۂ اسلام میں دو گروہ ہیں (۱) اخیار (نیک لوگ) (۲) اشرار (برے لوگ)

"اخیار" یہ وہ قوم ہیں، جو رسولِ خدا کی سنت اور آپ کے صحابیوں کی روش پر چلتے ہیں (اس قوم کو) اہل سنت وجماعت کہتے ہیں۔

اور "اشرار" (برے لوگ کون ہیں؟) یہ "اخیار" (نیک لوگوں کے برخلاف (لوگ ہیں- اور یہ اشرار) اسلام کے باطل فرقے ہیں۔ جیسے خارجی، رافضی، معتزلی، قرامطی وغیرہ وغیرہ

اخیار کی پیروی

اور اخیار کی پیروی (ارشادِ نبوی سے) ثابت ہے فرمایا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین، وقال صلعم اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم

تم لازم پکڑنا میری سنت کو- اور خلفائے راشدین کی سنت کو۔ میرے صحابی مثل (روشن) ستاروں کے ہیں ان (صحابیوں میں سے) جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

سلف صالحین کی پیروی

اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے:-

قال من کان مستنا بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیه الفتنة اولئک اصحاب محمد

(فرمایا) جو (ہدایت کی) راہ حاصل کرنی چاہے اسے یہ کرنا چاہیے کہ گذرے ہوئے نیک لوگوں کی راہ پہ چلے- کیونکہ زندہ لوگ فتنہ سے محفوظ نہیں ہیں- اور وہ گذرے ہوئے

كانوا افضل هذه الامة و ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا - اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم

نیک لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب ہیں اور (یہ اصحاب کرام) اس امت کے افضل حضرات ہیں۔ (ان کا رتبہ سب امت سے بڑھکر ہے) یہ (حضرات صحابہ) بڑے علم (و عمل) والے ہیں اور کم تکلف کرنیوالے انکو اللہ نے اپنے نبی کی خدمت بجالانے اور دین کو قائم کرنے کی وجہ سے پسند فرمایا۔ پس تم ان کی بزرگی کو جان لو اور ان کے طریقہ کی پیروی کرو (وہ جس راہ چلے تم بھی ٹھیک اسی راہ چلو) اور جہاں تک بن پڑے ان کے اخلاق اور ان کی اچھی عادتوں پر چلو، اور اسلئے کہ وہ سیدھی راہ پر تھے

بارہ سو برس کا کارنامۂ ملت

آج بارہ سو برس ہوئے (اب ۱۳۹۶ھ ہو گئے) کہ اسلام مخلوق میں ظاہر ہوا اور امت مرحومہ (اسلامیہ) کے بڑے بڑے بزرگوں نے صحابیوں نے، اور صحابہ کے دیکھنے والے اور صحابہ کے پیچھے چلنے والوں نے اور دین کے اماموں نے (اسلامی) عقائد و اعمال کی تنظیم و تہذیب میں (بھرپور) کوشش کی۔ اور (خدا و رسول کے) حکموں اور دین کے بھیدوں اور دین کی باریک باریک باتوں کو پورے طور سے کھول کھول کر باب تا لہ (سہولت و آسانی پیدا کرنیوالی تقسیم (تہذیب و آراستگی کے ساتھ) بیان کرنے میں بہتر سے بہتر کوششیں کی ہیں تاکہ جسم کا اندھا بھی دین کے راستہ پر بے کھٹکے چلا جائے اور سیدھی راہ سے نہ بھٹکے

اگر کسی شخص کا فسق و فجور میں مبتلا ہوجانا فرض کر لیا جائے تو یہ

اسکے نفس کی برائی اور خرابی سے ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ اسلئے گناہ میں مبتلا ہوگیا کہ، راہ اس سے چھپی ہوئی تھی کیونکہ ہدایت تو گمراہی سے جدا ہو چکی

آنحضرت اور صحابہ کرام استاد اور راہ نما ہیں

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ طبقۃً بعد طبقۃٍ (ایک کے بعد دوسرے)، اگلوں اور پچھلوں سب کے آج تک استاد ہیں۔ اور سلف وخلف کے راہ نما وراہ بر ہوئے ہیں۔

اساتذہ ومشائخ کی پیروی

اور (دین کے ہر سیکھنے والے نے) ہر سکھانے والے استاد کا اور ہر مرید نے اپنے شیخ کا طریقہ اختیار کیا ہے اسی وجہ سے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب ان ہی کے مذہب پر چلے اور حضرت امام شافعیؒ کے شاگردان کے مذہب پر۔ اسی طرح (طلب راہِ خدا میں) سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مریدین ان کے طریقہ پر تھے اور خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدینؒ اجمیری کے مریدین انکے طریقہ پر ہوئے ہیں

دَورِ فترت

بیشک موجودہ دور، دورِ فترت ہے (یعنی) نہ تو اس وقت ہمارے درمیان نبی ہیں نہ اب وحی (نبوت) نازل ہوتی ہے (اب تو) ہمارے ہاتھ میں چند (پاک مقدس) کاغذ ہیں جن پر کچھ حرف لکھے ہوئے ہیں (ان حرفوں میں) حضرات انبیاء اولیاء کی سیرتوں اور عادتوں کا بیان ہے اور احکام شرعی کو اور فرائض کو اور سنتوں کو ارشاد فرمایا ہے۔

صالحین

اور اوراقِ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے علاوہ ہمارے لئے، چند صالحین (حضرات اولیاء اللہ) ہیں جن

کی نسبت لوگ اچھے گمان رکھتے ہیں اور اعتقاد کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں

مقبولین بارگاہ پر کفر و شرک کی تہمت

پس اگر متوارث (یعنی وراثت کے طور پر ملنے والے نوشتوں) اور خدا کے مقبول اور گذرے ہوئے نیک بندوں اور چند موجودہ نیکوں کی نسبت ہم تردد میں پڑ جائیں اور ان (خاصگان حق) پر کفر و شرک کا عیب لگائیں تو (ایسا کرنا) دین کی قید سے (اور دنیا کی حفاظت اور پناہ گاہ سے) نکل جانا، اور شتر بے مہار ہو جانا ہی ہوگا اسکے سوا کوئی دوسرا امر خیال نہیں کیا جاسکتا

نجات کی سیدھی راہ

یہ ہی وجہ ہے کہ ہم لوگوں کا یہ پکا ایمان و عقیدہ ہے کہ گذرے ہوئے اکابرین و صالحین میں سے جو حضرات کہ عقائد و اعمال کی روایت کرنے والے گذشتے ہیں جن کی پیروی سلف سے لیکر خلف تک سب نے کی ہے اور کر رہے ہیں (تو بس یہ ہی نجات کی سیدھی راہ ہے) اور دین برحق یہ ہی ہے جو سیدانام حضرت احمد عربی علیہ السلام پر اترا ہے (اور جو سلف صالحین اور امت کے اکابرین کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے)

دین کا منبع و ماخذ

الغرض یہ ہی وہ استاد و مشائخ اور امت کے نیک لوگوں کے یہ ہی وہ باپ ہیں جو دین اسلام کا منبع و ماخذ ہیں (اور ان ہی کی پیروی میں نجات و سلامتی ہے)

نص قرآن سے ثابت ہے

اور آبائے صالحین (نیک باپ دادوں) کی پیروی کیلئے نص قرآن ناطق ہے۔

قالوا نعبد الٰهك واله اٰبائك ابراهيم و اسمٰعيل | بولے کہ ہم اسی خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم کا اسماعیل کا اور اسحٰق کا

والٰہکم الٰہ واحد و نحن لہ مسلمون	اکیلا خدا ہے اور ہم اس کے حضور بندگی اور عبادت کا سر جھکاتے ہیں۔

(صحیح اسلامی عقیدہ تو سلف وخلف سب کا یہ ہی ہے) مگر مولوی صاحب کو استاد اور پیر اور نیک باپ دادوں کی پیروی کے درست اور صحیح ہونے کا (شرک و توحید کے معنی سمجھنے میں) انکار ہے (مگر سوال یہ ہے کہ خود ان کو جن لوگوں کی نسبت شاگردی اور مریدی اور فرزندی ہے ان کے پندار میں) کیا وہ بھی کافر و مشرک تھے اور رحمٰن کا راستہ چھوڑ کر شیطان کی راہ پر چلنے والے تھے

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

"اللہ کے سوا نہ کسی کو حاکم سمجھے - کہ کسی چیز میں کچھ تصرف کر سکتا ہے نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرائے کہ اس سے کوئی مراد مانگے - اور اپنی حاجت اس کے پاس لے جائیے"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! "مولوی صاحب سنئے) لفظ الٰہ کی تفسیر حاکم اور مالک کی ہے - اور یہ (کلام خدا میں) تحریف ہے (جو جان کر کی گئی ہے) اور اس تحریف کا منشا وہ ہی عقل کی کوتاہی اور تنگی ہے کہ کوئی شخص حضرات انبیاء اولیاء کیلئے یہ اعتقاد نہ رکھے کہ انہیں (خدا کی طرف سے) تصرف کی قدرت دی گئی ہو اور انکے سامنے کوئی حاجت پیش کرے میں کہوں گا کہ فساد تفسیر اور تحریف ترجمہ کے باوجود ان کا یہ کلام ان کی مرضی سے موافقت نہیں رکھتا آیا حاکم اور مالک سے مراد لذاتہٖ ہے یا لغیرہ ؟ (یعنی حضرات انبیاء اولیاء کو مالک ہونے اور تصرف کرنے کی قدرت اپنی ذات سے حاصل ہے - یا خدا کی عطا وبخشش سے؟

اگر "ذاتی قدرت" مراد ہے، تو ایسی قدرت کا نہیں حاصل نہ ہونا ٹھیک ہے۔ مگر یہ بات ان کے مدعا کو مفید نہیں ہے اسلئے کہ اہلِ سنت و جماعت میں سے کسی نے حضرات انبیاء اولیاء کو لذاتہٖ (اپنی ذاتی قدرت سے) حاکم اور مالک قرار نہیں دیا ہے اور اگر مراد لغیرہٖ ہے (یعنی کسی کو خدا کی بخشی ہوئی حکومت اور قدرتِ تصرف بھی حاصل نہیں ہو تو یہ ممنوع ہے

مشاہدہ سے ثابت ہے

اس لئے کہ مشاہدہ سے ثابت ہو کہ مسلمانوں میں حکومت کے مالک اور لوگوں پر احکام جاری کرنے والے ہوئے ہیں۔ جیسے کہ حضراتِ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرتِ عمر فاروق رضؓ، حضرتِ عثمانِ غنی رضؓ حضرت مولیٰ علی رضؓ حضرت امام حسنؓ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور سلاطین اور دوسرے حکام ہیں کہ احکام جاری کرنے والے اور لوگوں کی جانوں کے مالک تھے اور یہ بات حِس سے ثابت ہے (تو پھر ان (حکمرانوں کی حکومت اور ملکیت کا انکار کس طرح جائز ہو گا۔

اگر کہا جائے کہ اہل سنت و جماعت نے حضراتِ انبیاء اولیاء کے لذاتہٖ (اپنی ذات سے) حاکم اور مالک ہونے کا اثبات نہیں کیا ہے مگر تندرستی، اور بیماری، ارزانی، اور گرانی میں تصرف کرنے پر ان کے قادر ہونے کو (مانا ہے اور ان کے سامنے التجا کرنے کو درست (سمجھا ہے) اور (ان تمام باطنی چیزوں سے) ان حضرات کا لذاتہٖ (اپنی ذات سے) حاکم و مالک ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ یہ سب کچھ (ملکہ) لذاتہٖ حکم و ملک کے اثر سے ہی ہو گا۔

ظاہری اور باطنی ہر چیز کا تعلق خدا سے ہے

میں کہوں گا کہ تمام باتیں

چاہے ظاہری ہوں چاہے باطنی سب میں تصرف کا علاقہ ازروئے حقیقت خدا سے ہے کسی حق پرست یا باطل پرست کو اس تصرف میں (ذاتی) دخل نہیں ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ اہل ظاہر کے حوالہ کیا گیا کہ ظاہری چیزوں یعنی خریدنے بیچنے اور نقل کرنے میں تصرف کر سکیں اور اہل باطن حضرات انبیاء اولیاء کے حوالہ کیا گیا ہے کہ باطنی اشیاء (جلانے اور مارنے اور جنم کے اندھے کو سوجھا کا کرنے اور کوڑھ (برص) کے بیماروں کو چنگا کرنے میں تصرف کر سکیں) تو اہل باطن اور اہل ظاہر) دونوں کے تصرفات خدا کی دی ہوئی قدرت سے ہوں گے ان کی ذاتی قدرت سے نہ ہوں گے اور حضرات انبیاء اولیاء کو قدرتِ تصرف وغیرہ حاصل تھی اس کی دلیلیں اور شہادتیں کتاب قرآن و سنت (حدیث) اور آثار صحابہ و سلف صالحین میں بہت ہیں از انجملہ یہ کہ

حضرات اولیاء اللہ کو بھی خدا نے تصرف کی کیسی قدرت بخش فرمائی ہے

حضرت مولانا جامیؒ نے نفحات شریف میں لکھا ہے

ایک بجہ پارسی نے کہا میں سفر میں تھا اور میرے پاس ایک چارپایہ جانور تھا کہ جس پہ میری تمام چیزیں بار تھیں۔ جب میں مصر میں آیا اور لوگوں سے ملا جلا تو میرا یہ جانور مجھ سے کھو گیا ہر چند ڈھونڈھا کچھ پتہ نہ پایا بعض دوستوں نے کہا کہ ایک بزرگ شیخ ابو العباس دمنہوریؒ ہیں تم ان کے پاس جاؤ شاید کہ وہ دعا کریں۔ انہیں میں پہلے سے جانتا تھا کہ بزرگ ہیں۔ میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا اور اپنی بپتا ان سے کہی جسے انہوں نے کان دھر کر نہیں سنا اور کہا تو یہ کہا کہ میرے پاس مہمان آگئے ہیں اور ان کی مدارات کے لئے مجھے اتنا گوشت اتنا آٹا، اور اتنی دوسری چیزیں درکار ہیں

میں ان کے پاس سے اٹھ کر باہر چلا آیا اور اپنے جی میں کہا کہ واللہ! میں پھر ان کے پاس نہیں جانے کا یہ درویش لوگ تو بس اپنی غرض ہی جانتے ہیں اس کے سوا کچھ نہیں جانتے میں اسی نیت سے راستہ طے کر رہا تھا اور اسی وسوسہ میں مبتلا تھا کہ ناگاہ ایک شخص میرے سامنے آیا جس کے پاس میں نے کچھ رکھا تھا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے نہیں چھوڑنے کا کہ مجھے تجھ سے جو کچھ پانا ہے، جب تک کہ تو اسے ادا نہ کر دے گا اس نے مجھے ساٹھ درہم دیئے میں نے اپنے جی میں کہا کہ اب میں ان ساٹھ درہموں سے معاملہ کرتا ہوں تاکہ جو کچھ میرا کھویا گیا ہے وہ آجائے یا راہ خدا میں یہ بھی خرچ ہو جائے۔ پس جو کچھ کہ شیخ نے مجھ سے فرمائش کی تھی اسے میں نے خرید لیا کچھ درہم باقی رہ گئے تھے ان کا میں نے حلویٰ خرید لیا۔ اور سب سامان ایک مزدور کو دے کر میں شیخ کی طرف چل پڑا جب خانقاہ شیخ کے دروازہ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرا کھویا ہوا جانور خانقاہ کے دروازے پر کھڑا ہے میں نے خیال کیا کہ یہ میرا جانور نہ ہوگا۔ بلکہ اسی طرح کا کوئی دوسرا جانور ہوگا جب بالکل پاس جا کے دیکھا تو اسے اپنا ہی جانور پایا میری تمام چیزیں اسکی پیٹھ پر موجود تھیں۔ میں نے سوچا کہ اسے کسی کو سونپ دوں یا اپنے ساتھ خانقاہ کے اندر لے جاؤں پھر میں نے خیال کیا کہ جس نے سلامتی و حفاظت کے ساتھ میرا جانور مجھ تک پہنچایا ہے اب اس کی حفاظت بھی وہ ہی کریگا یہ سوچ سمجھ کر میں شیخ کے سامنے حاضر ہوا۔ اور جو چیزیں خرید کر لایا تھا سب کو حضرت شیخ کے سامنے پیش کر دیا۔ جب سب چیزیں دیکھتے ہوئے شیخ حلوے تک پہنچے تو فرمایا یہ کیا ہے اسے تو ہم نے طلب نہیں کیا تھا میں نے کہا کہ کچھ بچ گیا تھا اس کا میں نے حلوا خرید لیا

انہوں نے کہا: "یہ تو شرط میں داخل نہ تھا اچھا میں (خدا کی بخشی ہوئی ہمت وطاقت سے تیرا) کچھ زیادہ کام کردوں گا۔ اٹھ اور اپنی چیزیں لیکر بازار میں جا اور بیچ ڈال، جلدی کرنا اور جو چیز کہ تو بیچے اس کی قیمت فوراً وصول کرلینا اور اس بات سے نہ ڈرنا کہ اور بیوپاری آکر تیرا بھاؤ بگاڑ دیں گے سمندر میرے داہنے ہاتھ میں اور جنگل میرے بائیں ہاتھ میں خدا نے کر دیا ہے۔"

سوداگر کہتا ہے کہ) پھر میں نے بازار جاکر اپنا سامان بازار بھاؤ سے زیادہ قیمت سے کر بیچ دیا (کیونکہ بازار میں ان چیزوں کا توڑا تھا اور زیادہ مانگ تھی) اور میں نے سب قیمتیں وصول کرلیں جب فارغ ہوگیا تو یہ دیکھا کہ بیوپاری لوگ سمندر سے جنگل سے پل سے ہر طرف سے آگئے گویا قید میں تھے، اب چھوٹے ہیں۔

غیبی تصرف سے کھانا موجود ہوگیا

ازآنجملہ یہ ہے کہ نفحات شریف ہی میں لکھا ہے کہ:۔

"ایک نیک آدمی نے کہا، کہ ایک شخص عدن کے پاس سمندر کے کنارے پھنس گیا تھا۔ عدن میں نہ پہنچ سکا تھا کیونکہ رات آگئی تھی اور شہر کے دروازے بند ہوچکے تھے۔ رات سمندر کے کنارے پر بسر کی رات کے کھانے کے لئے کچھ پاس نہ تھا۔ یکایک کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگ حضرت شیخ ریحانؒ کنارے پر تشریف رکھتے ہیں۔ (یہ شخص کہتا ہے کہ) میں ان کے پاس گیا، اور کہا یاسیدی لوگوں نے شہر کے دروازے بند کردیے ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ اسے کھا کر میں رات بسر کرسکوں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے حریسہ عرب کا حلوہ

دیجیے، انہوں نے کہا کہ ذرا اس شخص کو دیکھنا، کہ یہ مجھ سے رات کا کھانا مانگتا ہے اور ہریسہ کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ گویا میں کوئی ہریسہ کا پکانیوالا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت اس سے چارہ نہیں ہے (براہ کرم) یہ کام تو آپ کو کرنا ہی ہوگا۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ ہریسہ کا گرما گرم پیالہ سامنے موجود ہے مگر ہریسہ کے اوپر گھی نہ تھا میں نے کہا کہ گھی کے بغیر میں ہریسہ نہیں کھانے کا کہا کہ اس چھاگل کو سمندر کے کنارے لیجا اور اس چھاگل میں پانی بھر کر لے آ تاکہ میں وضو کرلوں میں گیا اور پانی لے آیا۔ انہوں نے چھاگل کو میرے ہاتھ سے لیا اور چھاگل کا پانی ہریسہ پہ انڈیل دیا دیکھا تو یہ پانی نہ تھا گھی تھا (اس سے پہلے) میں نے ہرگز اس سے بڑھ کر لذیذ اور مزیدار ہریسہ نہیں کھایا تھا۔"

جان دے دینا مگر شرک نہ کرنا

اخرج عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تشرک باللہ شیئا وان قتلت اوحرقت۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

احمد معاذ ابن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ کوئی تجھے قتل کر ڈالے یا جلا ڈالے۔

کفار قریش کے مسلمانوں پر مظالم

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں کفار قریش کی عداوت (اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت اس درجے کی تھی کہ رسول اللہ صلعم کے صحابیوں سے مڑائیاں لڑتے تھے اور انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے

بعض کو دار (سولی) پر کھینچتے تھے۔ بعض کو قتل کر ڈالتے تھے اور بعض کو آگ میں جلا دیتے تھے۔ اور بعض کو سنگسار کر دیتے تھے۔ جیسا کہ سیرکی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضہ سے فرمایا کہ

"اے معاذ! کافر لوگ چاہے تمہیں قتل کر ڈالیں۔ یا آگ میں جلاویں مگر تم خداوند عالم کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور عبادت میں کسی کو اس کا ساجھی نہ ٹھہرانا۔"

(اس حدیث کا کھلا ہوا مطلب یہ ہی ہے) اس حدیث میں حضراتِ انبیاء اولیاء کی تعظیم و احترام و جلالتِ قدر سے انکار کیلئے اور انہیں نذر اور ہدیے پیش کرنے کی ممانعت کے لئے کوئی حجت و دلیل مولوی صاحب کے مفید مطلب نہیں ہے۔

نہ ماننا اور نہ ڈرنا

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس کو نہ ڈر"

حضرتؒ فرماتے ہیں! یہ الفاظ جو مولوی صاحب نے لکھے ہیں نہ تو حدیث کی تفسیر ہیں نہ تاویل ہیں۔ اسلئے کہ "شرک کرنا" شرع کی زبان میں "خدائے تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا ہے" اور کسی کی بزرگی کو ماننا اور اس سے ڈرنا اسے خدا کا شریک الوہیت ٹھہرانا نہیں ہے پس حدیث کے وہ معنی نہیں ہیں جو مولوی صاحب نے بتائے ہیں

کسی کی بزرگی کا اقرار شرک نہیں ہے

اور کسی کی بزرگی کو ماننا، فرمانبرداری کرنا اور کسی سے ڈرنا) "شرک" کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ نصِ قرآن میں رسول اللہ صلعم اور اولو الامر (حاکموں کی فرمانبرداری

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم بجالانے کی خدا نے تعلیم دی ہے
یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا — اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی
اصواتکم فوق صوت النبی — آواز سے اونچی نہ کرو۔
اور حجرۂ نبوی کے باہر سے حضور کو پکارنے اور آپ کو اس طرح بلانے کی
(جس طرح کہ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں) ممانعت قرآن میں خدا نے
فرمائی ہے اور یہ وہ تعلیم ہے جو خدا کی طرف سے آنحضرت صلعم کے احترام اور
آپ کی جلالت قدر کی وجہ سے تمام امت کو دی گئی ہے۔
ڈرنا خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرنا تھا) ہر شخص اپنے سے اونچے
منصب والوں سے، اور بادشاہ و وزیر و امیر سے، اور موذی جانوروں
سے اور زمین کے زہریلے کیڑوں سے، اور شیر ببر، اور بھیڑیوں اور سانپ
اور بچھوؤں سے ڈرتا ہے (تو کیا فطری طریقہ سے ایسا ڈرنا شرک ہو جائیگا
خود ذات پاک صاحب لولاک (کا واقعہ ہے) ہجرت کی رات ثور پہاڑ
کے ایک غار میں حضورؐ نے پوشیدگی اختیار فرمائی کہ مبادا کفار تکلیف
دینے کا ہاتھ بڑھائیں (جب یہ صورت ہے تو پھر حق سبحانہ تعالیٰ کے غیر
سے ڈرنا شرک کیونکر ہوا؟ اسے شرک مان لیا جائے تو اس تقدیر پہ
کیا ثابت ہوگا (معاذ اللہ) رسول خدا کا شرک اور مولوی صاحب کی توحید!

جنوں اور بھوتوں کی ایذا رسانی!

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ
"شاید کوئی جن یا بھوت کچھ ایذا پہنچا دیوے"
حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں "حدیث کے معنی بیان کرنے میں مولوی صاحب
نے نہایت ہی ابلہی اور بے خردی کی ہے کہ کسی ابجد خواں (حروف شناس)
نے بھی (ایسی بے عقلی و ابلہی) نہ کی ہوگی اسلئے کہ ان یوماً ھذا آج کے

دن تک) نہیں سنا گیا کہ کسی جن یا خبیث نے کسی مومن کو اس ارادہ سے قتل کیا یا جلایا ہو کہ وہ ایمان (واسلام) سے پھر جائے اور کفر و شرک میں مبتلا ہو جائے - ایسا فاش طریقہ کا غلط کلام کوئی غبی سے غبی شخص بھی نہ بولا ہو گا - حدیث کی مراد بالکل واضح ہونے کے باوجود بھی معنیٔ حدیث میں جو افترا کیا ہے، یہ ایک دوسری وجہ ہے جسے ترجمۂ حدیث کے آخر میں خود ہی ظاہر کر دیا ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے بیزار ہو کر اور دل کو ثابت چھوڑ دے اور اس کی نذر و نیاز ماننے کو برا جاننے لگے اور غلط رسموں کو مٹانے لگے اور اس میں کچھ نقصان مال کا یا اولاد کا یا جان کا پہنچ جائے - اور کوئی شیطان کسی پیر و شہید کا نام لیکر ڈرانے لگے تو اس پر صبر کرے اور اپنی بات پر قائم رہے"

دو نکتے حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں "یہ کلام ظاہری طور سے بھی فاسد ہے اس کے فاسد ہونے کی بنیاد دو نکتے ہیں (۱) آج تمام دنیوں اور تمام شریعتوں میں دین اسلام ہی حق ہے اور اس کے سوا باطل ہے اور اسلام میں بھی بہت سے مختلف مذہب ہیں ان میں اہل سنت وجماعت کا مذہب حق ہے اس کے سوا سب باطل ہے -

مذہب اہل سنت وجماعت ہی مذہب برحق ہے اور سب مذاہب میں اسلام کے حق ہونے اور اسلام کے مختلف فرقوں میں سے) اہل سنت وجماعت کے مذہب حق ہونے کی دلیلیں ظاہری اور حسی طور سے بہت ہیں -

ارشادِ عالی کا خلاصہ (حضرت شیخ العارفین رضی اللہ عنہ نے ان کو بیان فرمایا ہے مثلاً اہل سنت وجماعت کا سوادِ اعظم

ہونا، اور ان کا غلبہ، اور ان کی لاثانی خدماتِ اسلامی، فتوحاتِ ممالک شرق وغرب، ان کے لئے ہر طرح کی ظاہری وباطنی نعمتوں کی فراوانی، اولیاء اللہ کا ظہور، بکثرت ملوک وسلاطین اور مجاہدین فی سبیل اللہ اور ان کی مہتم بالشان اسلامی خدمات اور اعلاء کلمۃ اللہ کے کارنامے وغیرہ وغیرہ

اولیاء اللہ اہلِ سنت وجماعت میں

فرماتے ہیں: "اور اولیاء اللہ کا ظہور اسی مذہب اہلِ سنت میں ہے اور ولایت کا درجہ اور وصول الی الحق کا حاصل ہونا عقائد و اعمال صحیحہ کے بغیر محال ہے۔

از آنجملہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس فرقۂ ناجیہ کو بکثرتِ اموال واولاد اور اعزاز عطا فرمایا۔ اور اسلامی سلطنت (بیشتر) ان ہی کا حصہ رکھی اور ممالک شرق وغرب کے کلیدی مقام ان ہی کے حوالہ کئے مگر (بہتر فرقوں) میں سے بہتوں کو بے نام ونشان کر دیا۔

اور شیعہ فرقہ کی بقاء (باوجودیکہ یہ ملت باطل ہے) مگر میرا گمان یہ ہے کہ اہل بیت اطہار کی محبت کی وجہ سے ہے" وغیرہ وغیرہ۔

سچے خواب

"اور دوسرا نکتہ یہ ہے، کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے نبوت کا دور گذر جانے کے بعد رویائے صالحہ (سچے خواب) کو وحی کا قائم مقام فرمایا ہے۔ چنانچہ نصِ حدیث اس پر ناطق ہے۔

(لا یبقیٰ فی النبوۃ الا المبشرات) (نبوت سے کچھ باقی نہیں ہے مگر سچے خواب) ان

اور سچے خواب کا فائدہ یہ ہے کہ لوگوں کو عقائد حقہ (سچے) اور برحق عقیدوں اور اعمالِ صالحہ (نیک عملوں) کی رغبت دلاتا ہے۔

اور عقائد باطلہ (غلط عقیدوں) سے بچائے اور اس (سچے خواب کی

دوسری مصلحتیں بھی ہیں۔

"اور حضرتِ مخبرِ صادق (صلعم) نے اس بارہ میں) جو خبر ارشاد فرمائی ہے اس کے موافق امت مرحومہ میں ان سچے خوابوں کا ہونا گنتی اور شمار سے زیادہ تر

شیخین کے دشمنوں کا انجام

از آنجملہ یہ ہے کہ امام مستغفری رحمہ نے "دلائل النبوۃ" میں نقل کیا ہے کہ

"سلفِ صالحین (گذرے ہوئے نیک لوگوں میں) سے ایک صاحب نے کہا۔ کہ میرا ایک پڑوسی تھا۔ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بُرا کہا کرتا تھا ایک رات کو میں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپؐ کی داہنی طرف حضرتِ ابوبکرؓ اور بائیں جانب حضرتِ عمرؓ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا ایک پڑوسی ہے۔ جو ان دونوں حضراتِ شیخین کی جناب میں بے ادبیاں کیا کرتا ہے" اور مجھے ایذا پہنچاتا ہے حضورؐ نے ایک شخص کو بھیجا۔ کہ جا کر میرے اس (گستاخ و بے ادب) ہمسایہ کو (اس کے باداشِ جرم میں) مار ڈالے۔ جب صبح ہوئی، تو میں نے اپنے جی میں کہا۔ کہ میں خود جاؤں، اور رات (خواب میں) جو کچھ دیکھا ہے اس کی خبر کر دوں۔ جب میں اس کے محلہ میں پہنچا۔ تو اس کے گھر سے رونے پیٹنے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے حال پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ کل رات کسی نے آکے اسے قتل کر دیا

فضیلت شیخین کا اقرار کرنا پڑا

از آنجملہ یہ ہے کہ امام مستغفری نے کہا ہے۔ کہ اگلے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ لڑکپن میں میرے ایک استاد تھے جو ہم لوگوں کو رافضیوں کے مذہب کی رہنمائی کرتے تھے۔ اور میں حضرتِ ابوبکر اور حضرتِ عمرؓ کی شان

میں ناسزا باتیں) کہا کرتا تھا۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی
اور سب لوگ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہیں ناگاہ
میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کی
داہنی جانب ایک بوڑھے آدمی دو کاکل والے" اور بائیں طرف ایک بہت
سن رسیدہ شخص دو کاکل والے بیٹھے ہیں۔ لوگ حضور اکرمؐ کے سامنے جاتے
ہیں" اور آپ کو سلام کرتے ہیں۔ میں بھی آپ کے روبرو ہو گیا تاکہ آپ
کو سلام کروں۔ ان دونوں صاحبوں میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ
یہ شخص ہم سے کیا چاہتا ہے (جو ہمیں برا کہا کرتا ہے) حضورؐ نے میرے پکڑ
پیٹنے کا ارادہ فرمایا۔ میں نیند سے چونک پڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسی وقت
میرے چہرہ اور ابرو کے بال گر پڑے چار مہینے تک ایسا ہی کریہہ چہرہ
رہا ایک روز میری جان پہچان کا ایک شخص میرے پاس آیا اور پوچھا
یہ کیا عارضہ ہے، جو تمہیں پیش آیا ہے جس کے علاج سے تمام طبیب
عاجز ہو گئے اور میں یہ سمجھا کہ یہ شخص ایسا سمجھتا ہے کہ جیسے جوانوں کو
ہو جاتی ہے مجھے ایسی محبت و عشق کسی سے ہے جس نے میرا نقصان کر دیا ہے
میں نے (ربیع نے) اپنا حال بیان کر دیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ تم نے آنحضرت
کے روبرو توبہ کیوں نہ کر لی! اور معافی کیوں نہ مانگ لی؟ (خیر اب توبہ
کر لو) شاید تم نہیں جانتے کہ روح رسول پاکؐ کو جو درود و سلام بھیجا
جاتا ہے۔ وہ آپ کو پہنچ جاتا ہے (یہ سن کر) میں نے طشت اور
پانی کا لوٹا مانگا اور وضو کیا۔ اور دو رکعت نماز ادا کی اور کہا خداوندا
میں نے توبہ کی اور حضرات شیخین (حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) کی
فضیلت کا قائل ہوا (اس کے بعد) ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ میرے چہرے

(سر اور بروں کے بال نکل آئے اور میرا بگڑا ہوا چہرہ ٹھیک ہو گیا)۔

حضرت مولیٰ علی کے دشمن کا غیبی قتل

از آنجملہ یہ ہے کہ امام مستغفری نے نقل کی ہے کہ ایک بزرگ نے کہا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی اور حساب گاہ حشر میں تمام مخلوق کو جمع کیا گیا ہے میں پل صراط کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے آگے بڑھا اچانک دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر کے کنارے پر تشریف رکھتے ہیں اور حضرات حسن و حسین (علیہما السلام) لوگوں کو حوض کوثر سے پانی دے رہے ہیں میں ان کے سامنے گیا تاکہ مجھے (حوض کوثر کا پانی) دیں۔ مگر انہوں نے نہیں دیا، میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے پانی دیں آنحضرت (روحی فداہ) نے فرمایا کہ تجھے پانی نہیں دیں گے میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ حضور نے فرمایا اس سبب کہ تیرے پڑوس میں ایک شخص ہے جو علی پر لعنت کرتا ہے اور تو اس شخص کو ایسی شقاوت و بدبختی سے روکتا نہیں ہے" میں نے عرض کیا - "یا رسول اللہ میں ڈرتا ہوں کہ (دشمنانِ مولیٰ علی) میرے مار ڈالنے کا قصد کریں۔ اور مجھے اس بات کی طاقت و قدرت نہیں ہے کہ اس شخص کو روک دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک ننگی چھری دے کر فرمایا جا اور دشمن علی علیہ السلام کو مار ڈال" میں نے خواب میں اسے مار ڈالا۔ جب پلٹ کر حضور کے پاس آیا۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ! جو کچھ آپ نے فرمایا تھا میں نے کر دیا شقی و بدنصیب کو قتل کر دیا آپ نے فرمایا "اے حسین اس کو پانی دو"

امیرالمومنین حسین علیہ السلام) نے مجھے پانی دیا اور میں نے ان سے پیالہ لیا۔ یہ نہیں جانتا کہ پیا تھا یا نہیں اس کے بعد میں جاگ اٹھا۔ بہت ڈرتے ہوئے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی ناگاہ لوگوں کی آواز آئی کہ فلاں شخص سوتا ہوا نیند ہی میں مارڈالا گیا

باطل عقائد کی خرابی کا غیبی طریقہ سے اظہار

حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہٗ نے اپنی قدیمی سنت کے موافق مولوی صاحب کے نئے مذہب اور نئے طریقہ کے اختراع وایجاد کے بعد رویائے صالحہ (سچے خوابوں) کے ذریعہ سے بھی ان کے عقائد کی خرابی اور فساد پر (اہل ایمان کو) آگاہی بخشی ہے اور بعض حضرات انبیاء اولیاء نے تمثیلی صورتوں میں (خواب میں) ظاہر ہو کر ان کے عقائد کے فاسد ہونے پر تنبیہ اور ناراضگی ظاہر کی

والدہ نے خواب میں کیا دیکھا

چنانچہ بعض سادات کی زبانی ایسا سنا گیا ہے کہ اوائل میں جب کہ اسمٰعیلی فرقہ ظہور میں آیا تھا اور سلف صالح کو کافر ٹھہرانے میں داد مبالغہ دی تھی تو ایک سال مولوی صاحب کی والدہ دسویں محرم کو فاتحہ اور ایصال ثواب سے باز رہیں۔ انہوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا لشکر چلا آرہا ہے پوچھا کہ اس لشکر کے سردار کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ (اس لشکر کے سردار علی ابن ابی طالب ہیں)۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو ان کی بارگاہ سے نسبت فرزندی ہے (میں ان کی اولاد سے ہوں) پھر یہ کیا ہے کہ آپ نے میری طرف التفات نہیں فرمایا لوگوں نے کہا التفات نہیں فرمائیں گے اس لئے کہ امسال تم نے

آں حضور علیہ السلام اور امام مظلوم کی یاد نہیں کی۔ روتی ہوئی یہ خواب سے بیدار ہوئیں اور اپنے بیٹے کے عقائد باطلہ (ترک فاتحہ وغیرہ) سے توبہ کی پس جب مولوی صاحب کے اس خواب کی لوگوں میں شہرت ہوگئی) اور وہ شائع ہوگیا تو ان کے معتقدوں میں ہراس اور تذبذب پیدا ہوا تو انہوں نے جب اپنی غلط باتوں سے اپنے معتقدوں میں برگشتگی دیکھی تو اس حدیث کے معنی میں ادل بدل کرتے ہوئے اس حدیث کو اپنے مدعا کی سند قرار دیا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

اخرج الشیخان عن ابن مسعودؓ قال قال رجل یا رسول اللہ! ای الذنب اکبر عند اللہ؟ قال ان تدعو اللہ ندًّا وھو خلقک۔	امام بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ (ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک بڑا گناہ کیا ہے۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔

سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں: اس حدیث نبوی میں (لفظ "ند" دنوں کے زیر کے ساتھ) ہے (اس کے معنی ہیں کسی کو) ماتنا، مقابل، مماثل ٹھہرانا، ایسے شخص کا (جو تیرے مثل ہے) اور حقیقتہً یہ شخص ذات حق صفات اور افعال و احکام (سب میں) مشتبہ ہے کی ضد اور مخالف واقع ہوا ہے (یعنی بتوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا اس کی ازلی ذات و صفات میں یہ ہے مراد حدیث نبوی)

حدیث میں بت پرستی کا رد ہے	پس ذات و صفات کے ازلی ہونے میں اگر کوئی کسی کو خدا کا شریک ٹھہرائے تو حدیث شریف کا مطلب اس کو رد کرنا ہے

اور اس کے ساتھ بتوں کے (ایسے پوجنے والوں کا بھی رد ہے) جو بتوں کے بندے

اگرچہ ذات وصفات کے ازلی ہونے میں بتوں کو خدا کے مانند نہیں ملتے ہیں (مگر بتوں کی پوجا تو کرتے ہیں) اور (بتوں کیلئے) عبادت کا استحقاق ثابت کرنے سے یہ ہی لازم آتا ہے (کہ بتوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا) کیونکہ جس کے ذات وصفات ازلی نہ ہوں وہ عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا

پس اس حدیث میں مولوی صاحب کے مفید مدعا کوئی حجت دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث حضرات انبیاء و اولیاء کی حادث و عطائی قدرت تصرف اور ان سے التجا و طلب شفاعت کی نفی نہیں کرتی اس لئے کہ ان حضرات کے واسطے تصرف کی قدرت حادث کے ثابت ہونے سے اور ان حضرات سے التجا اور خواستگاری شفاعت کا اعتقاد صحیح و درست مان لینے سے ان حضرات کی ذات وصفات کے ازلی ہونے کا اعتقاد لازم نہیں آتا

مولوی صاحب لکھتے ہیں :- "جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے"

حضرت فرماتے ہیں ! "اس جادو کا رد پیشتر کیا جا چکا ہے۔

اختیار بالعرض کی نفی ممنوع ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اور سب کام اس کے اختیار میں ہیں۔"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں یہ کلام آیا اختیار بالذات کی بنا پر ہے یا اختیار بالعرض کی بنیاد پر ؟ اگر اختیار بالذات کی بنا پر ہے تو ٹھیک ہے (کہ سب کام بے شبہ بالذات خدا ہی کے اختیار میں ہیں) مگر یہ بات مولوی صاحب کے مدعا کو مفید نہ ہوگی - اسلئے کہ اہل سنت وجماعت میں کسی نے حضرات انبیاء و اولیاء کا اپنی ذات سے مختار ہونا نہ سمجھا ہے نہ کہا ہے ، اور اگر اختیار بالعرض (عطیہ حق تعالیٰ کی بنیاد پر کلام ہے تو یہ ممنوع ہے اس لئے کہ مکھی اور چیونٹی بھی خدا کا دیا ہوا اختیار رکھتی ہے

اور جلانے اور نے کھانے پینے کے اختیار سے محروم نہیں ہے۔)

اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب کی مراد ایسے اختیار سے ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسے مارنا اور جلانا تو میں کہوں گا کہ جلانے اور مارنے کا اختیار حق تعالیٰ کے ساتھ بالذات مخصوص ہے یا بالعرض (یعنی مارنے اور جلانے کا اختیار خدا کو اپنی ذات سے ہے یا کسی کا دیا ہوا ہے؟) پس اگر (مارنے اور جلانے کا اختیار خدا کو) اپنی ذات سے ہے۔ تو (سمجھ لیا جائے کہ) حضرات انبیاء اولیاء کے لئے "ذاتی اختیار" کا اثبات اہل سنت نہیں کرتے ہیں۔ کہ (یہ ذاتی اختیار) حق تعالیٰ کی قدیمی (اور ازلی) صفت ہے اور اسی کے لئے مخصوص ہے (اس کے غیر کے واسطے نہیں ہے) اور اگر (مارنے اور جلانے کے اختیار کا حق تعالیٰ کے لئے ہونا) بالعرض ہے تو ایسا کہنا ایمان کے نتیجوں سے نہیں ہوگا اس لئے کہ بالعرض اختیار کا ہونا ممکنات کی صفت ناقصہ ہے اور حق تعالیٰ کے لئے صفات ناقصہ کو ثابت کرنا کفر ہے۔

تعالی اللہ علوا کبیرا (اللہ کی شان صفات ناقصہ رکھنے سے بہت بلند اور بہت بڑی ہے)

طاقت بالعرض بندہ کیلئے ہے اور طاقت بالذات خدا کیلئے

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اول تو یہ کہ یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو حاجت برلانے کی طاقت ہو"

حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں (یہاں بھی وہ ہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ طاقت بالذات نہیں ہے یا بالعرض نہیں ہے؟ اگر پہلی بات ہے، تو درست ہے۔ حاجت برلانے کی طاقت اپنی ذات سے کسی کو نہیں ہے) لیکن یہ بات ان کے مدعا کو فائدہ نہ دے گی کیونکہ اہل سنت و جماعت کو حضرات انبیاء کے معجزوں اور حضرات اولیاء اللہ کی کرامتوں کا اقرار ہے اور وہ ان حضرات سے التجا اور طلب شفاعت کو جائز رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود یہ بات

ہرگز نہیں ہے کہ) وہ حضراتِ انبیاء و اولیاء کیلئے طاقت بالذات کے قائل ہوں (ذاتی طاقت کو تو وہ بس حق تعالیٰ ہی کی قدیم و ازلی صفت سمجھتے ہیں) اور اگر مولوی صاحب کا کلام طاقت بالعرض میں ہے کہ حاجت برلانے کی طاقت خدا نے کسی کو کبھی نہیں بخشی ہے) تو یہ ممنوع ہے۔ اسلئے کہ تمام نوعِ بشر ایک دوسرے کی حاجت برلانے کی بطریق عرضیت خدا کی دی ہوئی طاقت سے) طاقت و قوت رکھتے ہیں۔ مثلاً بھوکوں کو کھانا کھلانا پیاسوں کو پانی پلانا ننگوں کو کپڑے پہنانا۔ فقیروں اور مسکینوں کو روپے پیسے دینا (خدا کی دی ہوئی قدرت و طاقت سے لوگ اس طرح کی حاجتیں ایک دوسرے کی برلاتے ہیں) اور یہ وہ حقیقت ظاہرہ ہے جو حسّی طور پر ثابت ہے جس کا انکار مکابرہ (کٹ حجتی) ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب کی مراد ایسی حاجت روائی سے ہے، جو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسے بیماروں کو اچھا کرنا اور مُردوں کو زندہ کرنا۔

خدا کی دی ہوئی قوت سے لوگوں کی حاجتیں برلانا

تو میں کہوں گا کہ تمام حاجتوں کو پورا کرنے کی طاقت، خواہ بھوکوں کو کھانا کھلانا ہو، یا ننگوں کو کپڑے پہنانا، خواہ مُردوں کو جِلانا ہو۔ یا بیماروں کو اچھا کر دینا (یہ باتیں) اولاً بالذات خدا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ثانیاً بالعرض بندوں کے ساتھ خاص ہیں اور بندوں کی مخصوص (ممکن و حادث) صفتوں کو خدا کے لئے ثابت کرنا اور یہ کہنا کہ خدا کی طاقت بھی دوسرے کی دی ہوئی ہے الحاد و زندقہ ہے۔

اگر کہا جائے کہ مُردوں کے جِلانے، اور بیماروں کو اچھا کرنے کی طاقت (انبیاء و اولیاء میں) موجود ہونے کا دعویٰ اگرچہ شرک کا موجب

نہ ہوگا، لیکن جھوٹ تو ہو گا۔ اس لئے کہ انبیاء (علیہم السلام) میں ان صفتوں سے کوئی متصف نہیں ہوا ہے۔

یہ سچ ہے جھوٹ نہیں

میں کہوں گا کہ اہل سنت وجماعت پر جھوٹ کی تہمت باندھنی مولوی صاحب کی شان کے لائق نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ اہل سنت تو کتاب و سنت (قرآن وحدیث) کے معتقد ہیں۔ اور (جس بات کو جھوٹ کہا گیا ہے) اسے تو کتاب (قرآن) کے مصنف (حق سبحانہ تعالیٰ) نے ثابت فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ — اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کا قول بیان فرمایا) اور میں اللہ کے حکم سے جنم کے اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردے جلا تا ہوں اللہ کے حکم سے

پس چاہئے کہ یہ تہمت مصنف قرآن خدا پر لگائیں اور اہل سنت کو اس تہمت سے معذور رکھیں۔ نعوذ باللہ من غلوا لمعتدین وتوریۃ المنافقین

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"دوسرے یہ کہ ہمارا جب خالق اللہ ہی ہے اور اسی نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو یہی چاہئے کہ اپنے سب کاموں پر اسی کو پکاریں"۔

کبھی کسی کام کیلئے بھی بجز خدا کسی کو نہ پکارو

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں اس کلام کا صحیح ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ کھانے پینے (کھانا نمک اور پانی وغیرہ) ہر حاجت کیلئے خدا ہی کو پکاریں۔ گدھا جس وقت دلدل میں پھنس جائے تو اسکی دم پکڑنے کے لئے اور گھر میں آگ لگ جائے تو اس پر پانی ڈالنے کے لئے (غرض) تمام حاجتوں کے وقت حق تعالے

کو ہی پکاریں اور ان امور میں ساتھیوں اور مددگاروں میں سے کسی کو تکلیف نہ دیں۔ اور مدد اور حاجت ان سے نہ چاہیں۔ اسلئے کہ خالق پر (بقول مولوی صاحب) واجب ہے کہ ان امور کو اور مخلوق کی دوسری حاجتوں کو اپنی ذات سے (خود ہی) پورا کرے۔ اور ان کے پورا کرنے میں اپنی ذات سے ذمہ دار اور ضامن ہو جائے لیکن (خالق کا اس طرح مخلوق کی ہر حاجت کا ذمہ دار اور ضامن ہو جانا) ظاہری طریقہ سے بھی باطل اور غلط ہے۔ (خود مولوی صاحب نے) سقہ سے پانی اور بادرچی سے روٹی اور درزی سے کپڑا مانگا ہوگا، اور ان ضرورتوں کے پورا کرنے کو انہیں (پکارا) اور بلایا ہوگا، پس اگر حاجت کیلئے غیر خدا کو پکارنا، اور کسی (غیر خدا) کے پاس التجا لے جانا شرک ہے۔ تو خود اپنے عقیدہ کے بموجب پہلے مشرک تو مولوی صاحب ہی ٹھہریں گے

پکارنا اگر عبادت ہے تو پھر یہ کسی کیلئے بھی جائز نہیں

اگر کہا جائے کہ ان کا کلام ان حضرات انبیاء و اولیاء کے بارہ میں ہے جو اس عالم سے گذر چکے ہیں۔ اور آپ نے (مولوی صاحب سے) جس کلام پر اعتراض وارد کیا ہے، وہ زندوں کو پکارنے، اور زندوں کی طرف التجا لے جانے کے بارہ میں ہے!

میں کہوں گا کہ اگر "پکارنا" اور "التجا" کرنا عبادت ہے تو، عبادت زندوں کیلئے بھی جائز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ زندہ لوگ خدا نہیں ہیں۔ اگر کہا جائے (کہ پکارنا اور التجا کرنا) عبادت نہیں ہے تو تو پھر (مردہ ہوں یا زندہ) ان میں سے ہر ایک کیلئے حاجت کے وقت پکارنا

اور التجا کرنا) جائز ہوگا۔ اگر کہا جائے۔ کہ شرک کا لازم ہونا عبادت کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ حضراتِ انبیاء اولیاء کی روحوں کے لئے غیب کا علم ثابت کرنے کی وجہ سے ہے۔

حضرات انبیاء اور علم غیب

میں کہوں گا۔ کہ یہ ارواحِ مقدسہ بدنوں کی قید و تنگی میں رہتے ہوئے غیبی باتوں کو جانتی تھیں۔

قال الله تعالیٰ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم

(اللہ نے حضرت مسیح کا قول بیان فرمایا) کہ (اے لوگو) تم جو کھاتے ہو۔ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھتے ہو اسکو میں تمہیں بتاتا ہوں۔

وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے) اور اللہ کی شان نہیں ہے کہ وہ (ہر ایک کو) غیبی باتوں کی اطلاع دے۔ ہاں اللہ جن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے (اور اس کو غیب کا علم دیتا ہے)

پس ارواح اجساد (جسموں) کی تنگ جگہوں سے آزاد ہو جاتی ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ سے ان کو (زیادہ) قرب و نزدیکی حاصل ہو جاتی ہے (چونکہ علم ادراک روح سے تعلق رکھتا ہے تو قیدِ جسمانی سے آزاد روحوں کا ادراک علم بھی ان ارواح سے زیادہ ہونا چاہئے جو ابھی جسمانی تنگیوں میں ہیں۔ مگر اس سے قطع نظر اگر یہ مان لیا جائے کہ علم کے ساتھ ان کا اتصاف (اوصاف کے لئے فیضانِ حق تعالیٰ) باقی رہتا ہے تو اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے؟

علم حادث اور علم قدیم

دوسری بات یہ ہے کہ علم دو قسم پر ہے علم قدیم اور علم حادث اور ان حضرات کا علم اگرچہ غیبی باتوں کے جاننے کی نسبت ہو حادث ہے اور ممکنات کے لئے علم حادث کا ثابت کرنا شرک نہیں ہے۔ اس مقام کا باقی بیان آخر کتاب میں علم کی فصل میں آئیگا

نام خدا کے ساتھ نام رسول

مولوی صاحب لکھتے ہیں :۔

" اور کتنی سحر ہم کو کیا کام کہ اس کو مٹا دیں "

حضرت سیدنا شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں ! ہم لوگ خدائے تعالیٰ کے بندے اور حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہیں اور کتاب و سنت اور اجماع امت کے حق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے ہم لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کو ملاتے ہیں اور اصحاب آنحضرت روحی فداہ کو تمام امت سے افضل (اعلیٰ و برتر) جانتے ہیں (اور خود حضور کی نسبت ہمارا ایمانی عقیدہ یہ ہے کہ ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ خدا کے بعد سب سے برگزیدہ سب سے بڑے ہیں ؛

(پھر آپ کے) پاک اہل بیت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور معجزہ و کرامت کے حق ہونے کا اقرار کرتے ہیں کہ تمام گذرے ہوئے بزرگان دین جس کے قائل ہیں ، اور وہ اسی عقیدہ پر گذرے ہیں اور ہم لوگوں پر ازل کا قلم اسی طرح چل چکا ۔ ہم اس سے روگردانی نہیں کر سکتے ؏

سر کوفتہ مارم نتوانم کہ بہ پیچم

ما ، سر کوفتہ ہوں ہل نہیں سکتا ہوں

بادشاہ کا غلام کیا کرے !

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ :

" جیسے جب کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا ۔ وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا ! "

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں ! پوچھنا یہ ہے کہ آیا ، وہ غلام بچھونا اور غلہ طلب کرنے کا علاقہ بادشاہ سے رکھے گا یا اپنی بیوی یا اپنے نوکرے اگر (ان باتوں کا علاقہ بھی بس بادشاہ ہی سے رکھے گا ۔ (تو یہ آداب

شاہی کے خلاف ہوگا۔ مثلاً کھیتی کا کام ہے (اور بادشاہ کو پکارا کہ اے میرے کھیت میں ہل چلا دیجئے تو) کھیت کے کام کے لئے بادشاہ کو خادم بنانا اس سے لازم آئے گا۔ اور ایسا کبھی نہیں سنا گیا (کہ کسی غلام نے ایسی حماقت کی ہو۔)

اور اگر دوسری صورت ہے۔ یعنی وہ (غلام) امور مذکورہ کا علاقہ اپنے نوکر یا اپنی بیوی سے رکھے گا۔ (نہ کہ بادشاہ سے) تو مولوی صاحب کا کلیہ (یعنی "ہر ایک کام کا علاقہ بادشاہ سے رکھنا") باطل ہوگیا۔ اور یہ ان کے کلام کا خود ان کے کلام سے رد ہوجانا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے اس مقام پر تحقیق کلام یہ ہے کہ اگر وہ غلام کسی دوسرے غلام سے (جس کی عزت جس کا مرتبہ بارگاہِ شاہی میں بڑھا ہوا ہے اور جس پر عنایت و التفات سلطانی بہت زیادہ ہیں) ملتجی و متوسل ہوگا اور اسی (زیادہ اعزاز و اکرام یافتہ غلام شاہی کا وسیلہ اختیار کرے گا) اور درجوں کی ترقی میں، اور بلاؤں کے دور کرنے میں (اپنی) حاجتوں کی عرض معروض اس (معزز ترین) غلام سے کرائے گا۔ تو عقلاً و عرفاً یہ برا نہ ہوگا اور اسے سلطان کی نافرمانی اور بغاوت و سرکشی میں شمار نہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ موجودہ بادشاہوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اور گذرے ہوئے بادشاہوں سے مروی و منقول ہے۔ پس امت مرحومہ کا حضرات انبیاء و اولیاء کا وسیلہ اختیار کرنا اور ان سے التجا کرنا اسی طریقہ پر ہے۔ (اور اس کی یہی حقیقت ہے۔)

اور ان حضرات کے ساتھ (احکام رابطہ مودت و محبت، اور ان کے نام نذروں اور ہدیوں کی پیشکش (یہ سب کچھ) ان کے دلوں کی استمالت (خوشنودی) اور ان کی توجہات کو اپنی جانب مبذول کرلینے کی غرض سے ہے تاکہ جو لوگ کہ (حق تعالیٰ سے) دور پڑے ہوئے ہیں ان کو قرب و حضوری

حق تعالیٰ) سے شرفیاب کردیں اور ان کو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیں (اپنی وجاہت سے جو انہیں خدا کی بارگاہ میں حاصل ہے)

ہم لوگ بارگاہِ نبوی کا وسیلہ اختیار کرنے والوں کو مقرب و مقبولِ خدا جانتے ہیں اس بارہ میں کتاب و سنت اور اجماع امت سے ہمارے لیے بہت زیادہ حجتیں اور دلیلیں موجود ہیں۔ جو مذہب کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔ اور ان میں سے اس رسالہ میں کئی جگہ ذکر کی گئی ہیں جن سے فلاسفہ زنادقہ کے واہی شکوک دور ہو جاتے ہیں۔

حضرات مقبولین خدا کی شان میں سخت بے ادبی و توہین

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں! یہ کیا ہے یہ گستاخانہ اشارہ حضرات انبیاء و اولیاء کے حال کی طرف ہے۔ بلکہ یہ تو کھلم کھلا بارگاہِ الٰہی کے ان محبوب و مقبول حضرات کی توہین و تذلیل ہے۔ پس اولیاء کو عزت دینے والے اور اشقیاء کو ذلت دینے والے جناب حق تعالیٰ شانہ نے ان حضرات کی شان میں ایسی سخت بے ادبی کرنے کی جزا دی۔ وہ بہت سخت اور عبرتناک ہے۔ اور وہ بے ادبی کی پاداش یہی تو ہے کہ اپنے مقصد میں وہ ناکام و نامراد کر دیے گئے

حضرت انسؓ کی روایت

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

اخرج الترمذی عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ یا ابن آدم لو بلغت بقراب الارض

ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ برابر زمین کے ہوں اور اس حالت میں تو میرے روبرو

خطایا ثم لقیتنی لا تشرک بی شیئاً لاتیتک بقرابہا مغفرۃ

حاضر ہو تو اگر تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا ہے تو میں تجھ سے دگنا میوں کی بخشش کیا تھ ملوں گا یعنی (تیری خطاؤں کو معاف کردونگا۔

حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں:" حدیث کا مفاد یہ ہے کہ تمام چھوٹے بڑے گناہ بخشش و معافی کے تحت میں آجائیں گے سوائے شرک کے کہ شرک نہیں بخشا جائیگا اور یہ حق عین اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

پس اس حدیث میں حضرات انبیاء اولیاء کی شفاعت دنیا کے پاس لیجانے کے صحیح عقیدہ کی نفی میں مولوی صاحب کیلئے کوئی دلیل نہ تھی یہ بیان گذر چکا ہے۔

حقدارِ عبادت جاننا شرک ہے

"شرک کرنا" کیا ہے؟ (خدا کی ذات وصفات کے ازلی ہونے میں یا عبادت کا استحقاق ہونے میں خدا کے غیر کو خدا کا شریک اور ساجھی ٹھہرانا یہ شرک ہے اور حضرات انبیاء اولیاء کو شفاعت کرنے کا درجہ (اور گنہ گاروں کی بخشش کا حق تعالیٰ سے سوال کرنے کا منصب واعزاز) حاصل ہے اور ان کے پاس التجا لے جانے کا اعتقاد صحیح ہے (جیسا کہ قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے) پس اس عقیدہ سے "معنی شرک" لازم نہیں آسکتے۔ تو اس حدیث سے استدلال کرنا ان کے معتقدوں کی جہالت ہے نہ کوئی دوسرا مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے گناہ بخشے جاتے ہیں جیسے شرک کی شامت سے اچھے کام ناکارے ہو جاتے ہیں"

اہل سنت اور فلاسفہ کی راہیں الگ الگ ہیں

حضرتؒ فرماتے ہیں: "شرک توحید کے معنی کی تعیین (وتشریح) میں جب کلام باقی تھا

تو اہل سنت ایک راہ چلے۔ (اور تشریح و وضاحت شرک و توحید کی۔ تاکہ مراد کتاب و سنت ہر ایک کے سامنے واضح ہو جائے) اور فلاسفہ اور زنادقہ دوسری راہ پر چلے (اور توحید و شرک کے خود ساختہ معنی ظاہر کیے) اور مولوی صاحب نے مشرب فلاسفہ اختیار کیا۔ اور (فلاسفہ کے راستہ پہ چلنا اہل سنت کے مذہب میں کفر و سرکشی ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

شفاعت بالوجاہت

"اور اس کے مقابل کسی زور آور کا زور نہیں چلتا۔ اور اسکے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی"

حضرت فرماتے ہیں! یہ تعریض ہے (چوٹ) ہے اہل سنت و جماعت کے حال پر کہ یہ اہل سنت حضرات انبیاء اولیاء کی شفاعت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کو اپنی نجات کا (بارگاہ الٰہی میں وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اور ان حضرات سے توسّل اور التجا کرنا اس بنا پر ہے۔ کہ دربارگاہ خدا میں انہیں منصب شفاعت حاصل ہے) اس بنیاد پر نہیں ہے کہ یہ حضرات مواخذہ خداوندی سے زور و طاقت سے بچا لیں گے۔ اور خدا کے عذاب و عتاب سے اپنے بازو کی قوت سے رہائی دلا دیں گے۔ پس (زور اور قوت بازو" سے بچا لینے کا جو عقیدہ اہل سنت کی طرف منسوب کیا ہے) یہ نہایت ہی جہالت و گمراہی اور حماقت و بے عقلی ہے۔ اس لئے کہ ایسا کھلا ہوا باطل عقیدہ تو خدا کے بارے میں اہل باطل (یعنی) قوم مجوس و علوج کا بھی منقول نہیں ہے۔ جو کوئی دین نہیں رکھتے ہیں۔ چہ جائیکہ اہل سنت کا عقیدہ ہو جو دین حق اور مذہب صحیح رکھتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا، بحضور انبیاء اولیاء سے طلب شفاعت اور التجا کرنا (ان کے واسطہ اور وسیلہ سے) خدا ہی سے

بخشش مانگنے اور (خدا ہی سے) رحمت کی خواستگاری کرنے کی بنیاد
پر ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ زور آزمائی اور برابری کرنے کے معنی میں نہیں ہے۔"

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"کوئی کسی کی شفارش اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا"

شفاعت اختیار و ارادہ سے ہے

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں:۔
حضرات انبیاء و اولیاء کا خدا کی بارگاہ میں شفاعت و دعا کرنا چاہے اس دنیا میں ہو اور چاہے آخرت میں ان کے اختیار و ارادہ سے ہے اور اس (دعا و شفاعت کو قبول فرمانا یہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عنایت ہے یہ بات نہیں ہے جیسے کہ زنادقہ کا گمان ہے کہ شفاعت کی اجازت نازل ہو یا قرینہ مقرر فرمایا جاوے کہ فلاں کی شفاعت کی جائے تب شفاعت کریں۔ اس مقام کا تھوڑا کلام گذر چکا اور اس کلام کا باقی انشاءاللہ تعالیٰ کے قول قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ کی تفسیر میں بارہ تفصیل کے ساتھ آگے آئے گا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہاں موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے!"

متقی ہوئے مشرک؟

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں:۔
مشرک اور کافر میں اور مومن متقی اور مومن میں خاص و عام کی نسبت ہے یعنی جو متقی ہوگا ضرور مومن ہوگا مشرک یقینی طور پر کافر ہے۔ پس مولوی صاحب کا "متقی مشرک" کہنا غلط ہے) مشرک و مومن میں ایک دوسرے کی ضد ہونے کی نسبت ہے مشرک ہے تو مومن نہیں ہے اور مومن ہے تو مشرک نہیں ہے۔

اس لئے ان کا یہ قول ایسا ہے - جیسا کہ کسی نے کہا تھا:

جناحِ جلمود — مہندی کو دھتا بتخت پتھر کا گھسنا ہے!

غیبی علم کی کنجی

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

قال الله تعالیٰ وتبارک وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو۔ — اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا

حضرت فرماتے ہیں "آیہ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جینا اور مرنا، رزق کا پانا اور محروم ہونا وغیرہ جو کچھ کہ عالم غیب میں ہے اس کو جاننے کی کنجیاں اور اس پر تصرف کرنا (یہ سب کچھ) حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے ہو نہیں سکتا کہ خدائے برتر کے سوا اور کوئی اپنے (ذاتی) اختیار سے اس کو جان لے اور (اپنے ذاتی اختیار سے) اس میں تصرف کرے نہیں" اس آیت میں حضرات انبیاء اولیاء کی (عطائی) قدرت تصرف اور (خدا کے بخشے ہوئے) علم غیب کی نفی میں مولوی صاحب کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ جو کچھ عالم شہادت (اس عالم میں ہے) اس کے علم و تصرف کی کنجی بھی حق سبحانہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ایسا ہوتے ہوئے جب (حق تعالیٰ نے) ظاہری چیزوں کے دیکھنے اور سننے اور خرید و فروخت کرنے کا اختیار اہل ظاہر کے حوالے کیا ہے تو جائز ہے کہ جو کچھ عالم غیب (دوسرے عالم) میں ہے اس کے علم اور تصرف کا اختیار اہل باطن کے حوالہ فرما دے جیسے کہ آیہ کریمہ

ما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسلہ من یشاء — اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو غیب کی اطلاع نہیں دیتا مگر رسولوں میں سے جسے وہ چن لیتا ہے (اس کو غیب کی اطلاع دیتا ہے)

اور آیہ کریمہ وابری الاکمہ والابرص | میں جنم کے اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں
واحی الموتی باذن اللہ | اور مردہ کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے

اور دوسری نصوص قاطعہ اس معنی پر دلالت کرتی ہیں اور اس معنی کی نفی ثابت نہیں ہے وما دونہ خرط القتاد اسکے برخلاف قلم چلانا کانٹے دار درخت کا کانٹا ہاتھوں کو زخمی کرنا ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جیسے کہ جب کچھ دیکھنے کو دل چاہا تو آنکھیں کھول دیں نہ چاہا تو بند کیں"

حضرتؒ ارشاد فرماتے ہیں: یہ تصریح اس بات کی آ گئی ہے کہ ظاہری چیزوں کا جان لینا تو لوگوں کے اختیار میں ہے کہ جب چاہا آنکھیں کھول کر دیکھ لیا اور جب نہ چاہا نہ دیکھا اور اس پر مولوی صاحب دلیل بھی لائے ہیں۔ مگر باطنی اشیاء کے معلوم کرنے کو ممنوع قرار دے رہے ہیں کہ (باطنی چیزوں کو جب چاہے دیکھ لینا اور جب چاہے نہ دیکھنا) لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور حدیث افک (حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت کا واقعہ) اس کی دلیل بنایا ہے لیکن مولوی صاحب کا قول باطل ہے اور اسکے باطل ہونے کی تقریر یہ ہے کہ ہر چیز کی کنجی خواہ ظاہر ہو یا باطن ہو حق سبحانہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (خدا کا فرمانا کہ)

بیدہ ملکوت کل شیءٍ | ہر چیز کی ملکیت خدا ہی کے دست قدرت میں ہے

اس معنی پر حجت قاطعہ (دلیل قطعی) ہے۔ اور مفتاح (کنجی) کی غیب کی طرف اضافت بیان غیب کے اہتمام کی بنا پر ہے (یعنی غیب کا علم اس درجہ مہتم بالشان ہے کہ اسکی کنجی خدا ہی کے دست قدرت میں ہے) اس واسطے نہیں کہ ظاہر کی کنجی غیر حق کے ہاتھ میں ہے۔ ورنہ الوہیت میں شرک لازم آئے گا۔ اگر ظاہر کی کنجی کا غیر حق کے ہاتھ میں ہونا مانا جائیگا۔ پس عالم غیب کی کنجی کا خدا کے ہاتھ میں رہنا اس

معنی کی دلیل نہ ہوگی کہ امور باطنی (غیبی باتوں) کو جان لینے کا اختیار حضرات انبیاء
اولیاء کو نہیں ہے۔ ورنہ لازم آئیگا کہ ظاہری امور کے جان لینے کا اختیار تمام
لوگوں کیلئے ممتنع ہو جائے۔ اور مولوی صاحب اسکو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ
حضرات انبیاء و اولیاء کو عالم غیب کی باتوں کو جان لینے کا اختیار نہیں ہے۔)
اگر کہا جائے کہ نوع بشر کیلئے ظاہری چیزیں جان لینے کا پورا اختیار ہے (یعنی
محسوس طور سے) ثابت ہے اور باطنی چیزوں کے ادراک کر لینے کا پورا اختیار
ثابت نہیں ہے بلکہ بعض مادے ہیں کہ ان میں ان حضرات سے ادراک باطنی کا اختیار
ہونے کے خلاف منقول ہوا ہے۔ جیسے کہ حدیث افک اس کی دلیل ہے۔ لیکن
میں کہوں گا، کہ مراد (آیا) اہل نظر کی کلیت ہے یا اہل خطاب کی کلیت؟ اگر اہل نظر
کی کلیت مراد ہے تو یہ کلیت اشیائے ظاہرہ کی نسبت سے بھی ممنوع ہے اس
لیے کہ کوئی فرد بشر بھی دیوار کے پیچھے نہیں دیکھتا اور جو کچھ کہ آسمان کے اوپر اور زمین
کے نیچے ہے اور اس کا کرتا سیدھا ہے یا الٹا۔ اندھیری رات میں یہ کچھ بھی
نہیں دیکھتا۔ اگر مراد ثانی (اہل خطاب سے) ہے بعض وقت بعض باتوں کا ان کے
علم سے خارج ہونا، ان کے علم و ادراک کی کلیت کے منافی نہ ہوگا۔ اسلئے کہ کلیت
خطابیہ (کثرت و غلبہ و قوع علم و ادراک) کے اعتبار سے ہے۔ اور حضرات انبیاء و
اولیاء کا امور غائبہ کا علم عدم علم سے اکثر و اغلب (جاننا زیادہ ہے اور نہ جاننا بہت تھوڑا)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"سو اسی طرح کا عیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار ہو۔ کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ ہی کی شان ہے"
حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں!! اس مقام کی بعض باتیں پہلے بیان ہو چکی ہیں (اب میں)
پوچھتا ہوں، کہ مولوی صاحب کی مراد اختیار سے کیا ہے؟ آیا اختیار بالذات یا اختیار
بالعرض؟ اگر اختیار بالذات مراد ہے تو یہ بات ان کے مدعا کیلئے مفید نہ ہوگی اسلئے کہ اہل سنت و جماعت کا کوئی

بھی حضراتِ انبیاء اولیاء کے واسطے اس بات کا قائل نہیں ہوا ہے کہ انہیں اختیار بالذات ہے اور اگر اختیار بالعرض مراد ہے (کہ حضراتِ انبیاء اولیاء کو یہ بھی حاصل نہیں کہ یہ بھی خدا ہی کی صفت خاص ہے) تو اب کہنا اور اسے یعنی اختیار بالعرض کو حق تعالیٰ کی شایانِ شان جاننا، مقتضائے ایمان نہ ہوگا اس لئے کہ اختیار بالعرض نقص کی علامت ہے اور یہ بالعرض صفتیں ممکنات کیلئے خاص ہیں اور خدا کیلئے نقص کی بات کو اور ممکن خاصہ کو ثابت کرنا کفر و زندقہ ہے۔

نہ شرک ہے نہ جھوٹ ہے

اگر کہا جائے کہ حضرات انبیاء اولیاء کے لئے اختیار بالعرض کا ثابت کرنا اگرچہ شرک نہ ہوگا مگر جھوٹ تو ہوگا اس لئے کہ ہر چیز پر ان حضرات کی اطلاع کا ہونا (اگرچہ اطلاع بالعرض ہو) اس کی کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی ہے۔

میں کہوں گا کہ یہ بات مان لی جائے تو بھی رفع توہم شرک کے لئے مولوی صاحب کے الزام دینے کو (یہی بات) کافی ہے کہ (آپ ہی کے کہنے کے موافق شرک کا وہم تو اٹھ گیا) رہا توہم کذب کا اٹھ جانا تو یہ دوسری بات ہے اور اس کا بیان تھوڑا پہلے گذر چکا اور باقی عنقریب بیان کیا جائے گا

کاہن اور نجومی

اگر کہا جائے کہ کاہن اور نجومی کو سچا ماننا بھی شرک نہ ہوگا اس لئے کہ ان کا علم (کہانت و نجوم) بھی بالعرض ہے

میں کہوں گا کہ شرع میں کاہنوں اور نجومیوں کی تصدیق کو ماجاء بہ النبی کی اہانت کو تکذیب سے شمار کیا گیا ہے (یعنی کاہنوں اور نجومیوں کی بات کو سچا مان لینا اسے جھٹلانا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے)

قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتی کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما

(فرمایا حضور صلعم نے) جو کاہن کے پاس آیا اور کاہن جو کچھ کہتا ہے اس کی تصدیق کی تو اس تصدیق

انزل اللہ علی محمد۔ کی تو اس تصدیق کی وجہ سے اس (کلام الہی) کا نافرمان ہوگیا جو اسنے بہ تو لقد ابدا

علم کا استفاضہ خدا سے کرنیوالے

(تو کاہن کو سچا ماننا قرآن کا انکار کرنا ہے جو کفر ہے اور اسکے خلاف حضرات انبیاء اولیاء کو جھٹلانا کفر ہے) اور ہمیں حق نہیں ہے کہ حضرات انبیاء اولیاء کے بالعرض عالم ہونے کو رد کریں۔ اسلئے کہ حضرات انبیاء اولیاء اس کے قائل ہیں کہ انکا استفاضہ علم خدا سے ہے۔ پس یہ بالعرض ہوا بخلاف کاہنوں اور نجومیوں کے (کہ یہ کاہن اور نجومی لوگ) اپنے علم کے خدا کی طرف سے ہونے کے قائل نہیں ہیں پس وہ تو اسکے مدعی ہوں گے کہ ان کا علم مستقل ہے۔ (ذاتی ہے عطائے خداوندی نہیں ہے) اور ایسا کہنا الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے۔ اور جو الوہیت کا مدعی ہو اس کی تصدیق کرنی کفر ہے۔"!

غیبی باتیں جان لینے کا اختیار

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اللہ صاحب نے یہ طاقت کسی کو نہیں بخشی کہ جب چاہیں غیب کی باتیں جان لیں"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں! "جب چاہیں غیب کی باتیں معلوم نہیں کر سکتے" اس امتناع کی کیا دلیل ہے۔ (یہ دلیل) عقل سے ہے یا نقل سے ہے؟ اگر عقل سے ہے۔ تو وہ کون سی عقل ہے کہ ظاہری چیزیں دیکھنے کے لئے (قدرت کلیہ کا اضافہ تو ہر شخص کے لئے تجویز کرے۔ مگر حضرات انبیاء اولیاء کے لئے باطنی امور کا جان لینا محال جانے اور اگر (غیبی باتیں جان لینے کا اختیار نہ ہونا) دلیل نقلی سے ہے۔ تو آیا وہ یہ ہی آیت ہے (جس سے مولوی صاحب نے استدلال کیا ہے) یا کوئی دوسری نص ہے اگر وہ یہ ہی آیت ہے تو اس مدعا کے لئے اس آیت کا دلیل نہ ہونا پیشتر واضح ہو چکا ہے اور اگر کوئی دوسری نص ہے

تو مجھے اس میں بھی کلام ہے اور حق یہ ہے کہ جو آنکھ اس (بات) کو جھٹلائے جسے بارہ سو برس سے آنکھیں دیکھتی چلی آئی ہیں - اور مخالفت کرے - وہ نظر یا تو کور ہے یا کج! (کہ اسے یا تو نظر ہی نہیں آتا یا سیدھا بھی الٹا دکھائی دیتا ہے)

اخبار و آثار سے ثبوت

اگر کہا جائے کہ ہم نے قبول کیا کہ مذکورہ آیت (اس معنی کے) امتناع پر دلالت نہیں کرتی (جو مولوی صاحب کی مراد ہے) لیکن اس اعتقاد کے صحیح ہونے پر کوئی خبر (حدیث) یا اثر (قولِ صحابی) تو ہونا چاہیے کیونکہ ہر دین کا مدار منقول دلیلوں پر ہے۔

میں کہوں گا کہ قدرتِ کلیہ سے مراد وہ قدرت ہے جس سے غالب اور اکثر چیزوں کا ادراک ہو جائے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے بھی ظاہری چیزوں کا ادراک کرنے میں اسی معنی (اکثر اعتبار کرنے) کا ارادہ کیا ہے ورنہ اندھیری رات میں دیوار کے پیچھے نہ دیکھ سکنے کے سبب یہ کلیہ ٹوٹ جائے گا

پس حضرات انبیاء کو جو قدرتِ کلیہ حاصل ہے وہ اسی معنی میں اکثر اور غالب غیبی باتوں کے جان لینے کے معنی میں ہے اور اس کے دلائل و شواہد بہت ہیں۔

وجودِ نصِ قرآنی بھی ہے

ازاں جملہ یہ ہے کہ نصِ قرآنی یہ ہے کہ:

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم

میں تمہیں خبر دیتا ہوں ان چیزوں کی جو تم کھاتے ہو اور گھروں میں جو ذخیرہ رکھتے ہو (بزبانِ حضرت عیسیٰ)

دورانِ ہجرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ازاں جملہ یہ ہے کہ جب حضرت صہیب رومی نے مکہ سے ہجرت کی تو قریش کے نوجوانوں کی ایک ٹولی نے ان کا پیچھا کیا۔ پھر تو انہوں نے اپنا ترکش کھولا

اور اب ۱۳۸۶ھ ہے (المترجم)

جو تیروں سے بھرا ہوا تھا اور کہا" تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم لوگوں سے بڑھ کر تیر انداز ہوں۔ جب تک میرے ترکش میں ایک تیر باقی ہے، خدا کی قسم! تم مجھ تک نہ پہنچ سکو گے" قریش کے نوجوانوں نے کہا کہ " جو ذخیرہ آپ نے مکہ میں چھوڑا ہے ہمیں اس کا پتہ بتا دیجئے، ہم لوگ اقرار و عہد کرتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ دیں گے (اور واپس چلے جائیں گے) انہوں نے پتہ دے دیا اور حضرت صہیبؓ کو ان جوانان قریش نے چھوڑ دیا۔ جب صہیبؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو دیکھتے ہی تین بار فرمایا۔

ربح البیع ابو یحییٰ! ابو یحییٰ صہیبؓ نے فصل ربیع کا نفع اٹھایا

پس یہ آیت اتری

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد — اور لوگوں میں کوئی اللہ کی مرضی و خوشنودی کی تلاش میں اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

مرگ منافق کی خبر دے دی

از انجملہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ ناگاہ ایک ہوا برانگیختہ ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے برانگیختہ ہوئی ہے۔ جب ہم لوگ مدینہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اسی وقت بہت بڑے نفاق والا منافق مر گیا۔

جلد مر جانے کی خبر

از انجملہ یہ ہے کہ حبیب ابن اسلمہ فہری مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کے پیچھے انکا باپ بھی آگیا۔ اور کہا" یا رسول اللہ! میرا یہ لڑکا میرا ہاتھ پاؤں ہے" آپؐ نے فرمایا! "اے حبیبؓ! اپنے باپ کے ساتھ واپس چلا جا کیونکہ وہ جلدی مر جائیگا۔" حبیبؓ کا باپ اسی سال مر گیا۔

اگر کہا جائے کہ یہ علوم وحی کے ذریعہ سے ہیں اور وحی کا نازل ہونا خدا کے اختیار میں ہے۔ حضرات انبیاء کے اختیار میں نہیں ہے۔

اشراقِ باطن اور ادراکِ قلبی بھی حضراتِ انبیاء کو حاصل ہے

میں کہوں گا کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے علم کا ذریعہ وحی بھی ہے اور اشراقِ باطن اور ادراکِ قلبی بھی ہے اس کے باوجود) اگر یہ بات مان لی جائے (کہ حضراتِ انبیاء کے علم کا ذریعہ صرف وحی ہے) تو جو کچھ پاک اہل بیت اور اولیائے کبار سے روایت کیا گیا ہے وہ تو وحی نہیں تھا۔ اور یہ بھی حصر وبیان سے باہر ہے۔

حضرت امام باقرؓ نے غیبی خبر دی

شواہد (کتاب) میں لکھا ہے کہ ایک دوسرے شخص نے کہا۔ کہ ہم پچاس شخص کے قریب آدمی تھے۔ جو حضرت باقرؓ (ابن حضرت زین العابدین علیہما السلام) کے حضور میں حاضر ہوئے تھے۔ اچانک ایک شخص کوفہ سے آیا جس کا کام چھوارے کے دلانے فروخت کرنا تھا۔ اور اس نے حضرت امام باقرؓ کی طرف رخ کرکے کہا کہ! "فلاں شخص کوفہ میں ایسا گمان کرتا ہے کہ آپ کے ساتھ ایک ربانی فرشتہ ہے جو کافر کو مومن سے اور آپ کے شیعوں (دوستوں) کو آپ کے دشمنوں سے جدا کر دیتا ہے۔ اور آپ کو اس کا شناسا کر دیتا ہے"

حضرت امام باقرؓ نے اس سے پوچھا کہ "تیرا پیشہ کیا ہے" اس نے کہا "گیہوں بیچتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا "جھوٹ بولتا ہے" اس نے کہا کہ "کبھی کبھی جو بھی بیچتا ہوں" آپؓ نے فرمایا! "ایسا بھی نہیں ہے، جو تو نے کہا۔ بلکہ تیرا پیشہ تو چھوارے کے دانے بیچنا ہے"! اس شخص نے کہا کہ "آپ کو یہ خبر کس نے دی؟" آپ نے فرمایا کہ ایک ربانی فرشتہ ہے، جو مجھے میرے دوست اور دشمن کی خبر دیتا ہے

اور تو نہیں مرے گا مگر فلاں بیماری سے"!

راوی نے کہا کہ! جب میں کوفہ میں پہنچا۔ تو اس شخص کا حال پوچھا لوگوں نے کہا کہ وہ تین روز ہوئے مرگیا اور جس بیماری میں اس کا مرنا حضرت بافرنے فرمادیا تھا اسی میں مرا ہے۔

حضرت امام رضا کے کپڑا اور درہم کس طرح عطا فرمائے!

از آنجملہ یہ ہے کہ اسی کتاب شواہد میں لکھا ہے کہ کسی اور شخص نے کہا کہ ریان ابن الصلت نے مجھ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ "تم حضرت امام رضا سے اجازت مانگو۔ کہ میں آپکے پاس حاضر ہوں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ حضرت امام رضا مجھے اپنے کپڑوں میں سے ایک کپڑا پہنائیں۔ اور اپنے نام کے سکہ کے جو درہم ہیں ان میں سے چند درہم مجھے عطا فرمائیں"

(راوی نے کہا) جب میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ابھی کوئی بات آپ سے کہی نہ تھی کہ آپ نے (خود ہی یہ) فرمایا کہ "ریان ابن الصلت چاہتا ہے کہ میرے پاس آئے اور امید رکھتا ہے کہ میں اسے ایک کپڑا پہناؤں اور جن درہموں پہ میرے نام کا سکہ ہے ان میں سے کچھ درہم اسکو دوں"!

ریان آیا۔ اور آپ نے کپڑا اور تیس درہم دیئے!

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"سو یہ اپنے ارادے کے موافق، نہ اس کی خواہش پر"

حضرت فرماتے ہیں؟ یہ کہنا غلط ہے اور) یہ ایک مغالطہ زنادقہ کا ہے (حقیقت یہ ہے کہ) وحی کبھی (اللہ کے) ارادے سے نازل ہوتی ہے اور کبھی ان حضرات (انبیاء) کی طلب و خواہش سے۔ اسکی دلیلیں عنقریب بیان کیجائیں گی

انبیاء کی طلب خواہش پر وحی کا نزول

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"حضرت جعفر کو بارہا اتفاق ہوا ہے کہ بعض باتیں دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور اور وہ معلوم نہ ہوئی"

حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں! جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرات انبیاء (علیہم السلام) کی بارنگاہ بہت بلند ہے۔ اور ان حضرات کا مرتبہ اور ان حضرات کی قدر و منزلت نہایت عالی ہے۔ بلکہ یہی وہ طائفہ عالیہ ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کے جمال وجلال کا مظاہر اور حق تعالیٰ کے اقوال و افعال کا مصدر ہے (یعنی یہی وہ حضرات ہیں) جن سے اللہ جل شانہ کی صفت جمال و جلال کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اقوال و افعال الٰہیہ ان ہی حضرات کے واسطہ اور ذریعہ سے صادر ہوتے ہیں) اور بارگاہِ حق کے ساتھ ان حضرات انبیاء و رسل کی نسبت ایسی ہے جیسے کہ دل کا تعلق روح کے ساتھ اور عالم کی نسبت ان کے ساتھ ایسی ہے جیسے اطراف و جوارح کا تعلق قلب کے ساتھ اور وہ مقبول و محبوب خدا ہیں اور خدا ان کا محبوب و مطلوب ہے اور (مخلوق میں سے) کوئی بھی ان کے پایۂ فضیلت کو نہیں پہنچتا ہے نہ تو نیک جنوں میں سے اور نہ بہتر انسانوں سے اور نہ خدا کے مقرب فرشتوں میں سے (یعنی ان حضرات انبیا کی فضیلت، و مقبولیت و محبوبیت کا مقام کسی کا بھی منصب و مقام نہیں ہے اور حضرت سید کائنات (احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ) علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات تمام رسولوں اور نبیوں میں) سب سے زیادہ اتم و اکمل ہیں

تمام انبیاء کا دل

آپ کی نسبت (تمام انبیاء و رسل کے ساتھ ایسی) ہے جیسی نسبت کہ تمام اعضاء کے ساتھ قلب کی ہے لہٰذا تمام برحق دینوں کے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہیں۔

آپ کی دعا کبریت احمر ہے

اور سب نے آپ کو (بارگاہ

حق سبحانہٗ تعالیٰ میں) وسیلہ گردانا ہے۔ گناہوں کی بخشش کا، درجوں و مرتبوں کی ترقی کا، اور آخرت کی حاجتیں پوری ہونے کا! اور آپ کا بارگاہِ حق میں سوال و دعا کرنا اکسیر اعظم اور کبریتِ احمر کا اثر و خاصہ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دربار سے آپ کی دعا و سوال کا رد و نامرادی (اور ثابت نہیں ہوا ہے اور اگر آپ کا کوئی سوال پورا نہیں فرمایا گیا ہے تو یہ) بطریق ندرت ہے، اور یہ ندرت الٰہی حکمت کے اقتضاء سے ہے اور اس اقتضائے حکمتِ الٰہی کے باوجود آپ کی دلجوئی فرمائی گئی ہے (جب کہ بیشمار مقبول دعاؤں کے بعد آپ کے کسی سوال کو پورا نہیں فرمایا گیا ہے) اور اس بارہ میں (حق تعالیٰ نے عذر جمیل نازل فرمایا ہے" اور آپ پر وہ بھید کھول دیا ہے (کہ یہ سوال کیوں پورا نہیں کیا گیا اس میں کیا حکمت و مصلحت الٰہی ہے؟)

حضرت موسیٰ اور دیدار الٰہی

(اور حق تعالیٰ کا انبیاء کے ساتھ دل خوش کر دینے کا ایسا ہی معاملہ ہوا کرتا ہے) جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں نازل ہوا ہے۔ کہ جب سَر کی آنکھوں سے جمالِ لایزال (حق تعالیٰ) کے شوقِ دید نے ان پر غلبہ کیا اور اس شوقِ دید کو ضبط کرنے کی قدرت اپنے میں نہیں پائی اگرچہ (تقاضائے دیدار سنتِ الٰہیہ کے خلاف تھا غرض یہ کہ)

رب ارنی انظر الیک اے پروردگار مجھے اپنا دیدار دکھا تاکہ میں ظاہر آنکھوں سے تجھے دیکھوں!

فرمایا گیا:۔

لن ترانی (عالم دنیا میں سر کی آنکھوں سے) تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

دیدار الٰہی کی وعدہ گاہ

(وعدہ گاہِ دیدار، دار عقبیٰ ہے اسواسطے کہ نوعِ بشری کی خلقت (ہر انسان کی پیدائش) اس عالم دنیا میں آزمائش و ابتلا کیلئے ہے اور اس کے باوجود کی بنیادیں

خدا فرماتا ہے کہ (ہم نے کمزور بنائی ہیں۔ ہمارے جمالِ لایزال کے دیکھنے کی تاب و تحمل نہیں رکھتی ہیں۔ (بے پردہ دیدار الٰہی اگر ہو تو" دیکھنے والے بگھل کر فنا ہو جائیں گے)

پس تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کا جواب ہوا) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشنودی و رضامندی خاطر کے لئے جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے گروہ عالیہ کے ساتھ (حق سبحانہ تعالیٰ کی رحمت خاصّہ کا اقتضا ہے کشفِ سِر فرمایا۔ (بھید کھولا اور) فرمایا:

ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی

(لیکن اے موسیٰ) اس پہاڑ کی طرف دیکھ (جو) تیرے سامنے ہے) میں اس پہاڑ پر اپنی تجلی ظاہر کروں گا)

پھر اگر یہ پہاڑ میرے جمال باکمال کے ظہور کے بعد اپنی جگہ پر برقرار رہا اور نیست و نابود نہ ہوا، تو (اے موسیٰ) قریب ہے کہ تو بھی میرے دیدار کی طاقت رکھے گا۔ (پھر فرمایا):

فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکًّا وخر موسیٰ صعقا

جس وقت ان کے پروردگار نے اس پہاڑ پہ تجلی فرمائی تو اسے تو ڑکر نابدید (ریزہ ریزہ) کر دیا اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے!

فلما افاق قال سبحٰنک تبت الیک وانا اول المومنین

پھر جب ہوش میں آئے تو موسیٰ نے کہا اے پروردگار میں تمام نقصوں اور عیبوں سے تیری تقدیس اور تیری پاکی کرتا ہوں اور میں تیری طرف پلٹا۔ اور ایمان لانے والوں میں، میں سب سے پہلے ایمان لایا۔

(کہ تو نے جو کچھ فرمایا، سب حق ہے، انبیاء اولیاء میں سے کسی کو تیرے جمال باکمال کے دیدار کی طاقت نہیں ہے اور سر کی آنکھوں سے، عالم دنیا میں، کوئی تجھے نہ دیکھ سکے گا۔

(حضرتؒ فرماتے ہیں) مولوی صاحب جو کہتے ہیں! "بعض امور کے معلوم کرنے کی آنحضرت (روحی فداہ) کو بارہا حاجت ہوئی تھی اور وہ معلوم نہیں ہوئے" تو میں کہتا ہوں) کہ مولوی صاحب نے نبوت کے معنی کو ہرگز نہیں سمجھا ہے، اور نبوت کا کیا مرتبہ ہے؟ یہ ان کے خیال میں نہیں آیا ہے۔!

اکثر روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بات کے معلوم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ فوراً مکاشفہ یا وحی کے ذریعہ سے وہ بات معلوم ہوگئی بلکہ آپ کے قصد وارادہ کے بغیر بھی حادثہ (ہونیوالی بات کی صورت متمثل) سامنے آگئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا واقعہ

اور حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے حال سے استدلال کرنا مخدوش ہے (جس کا تعلق ظاہر عدالت اور قانون شریعت سے تھا) اس لیے آنحضرت نے ان کے قذف (سنگسار کرنے) کے لیے ظاہر عدالت کی بنا پر تصدیق فرمائی، اور ان کے حال کی جستجو سے (جان کر خود ہی) غفلت برتی۔ اسلئے کہ جن معاملوں کا تعلق رویت (مشاہدہ) اور شہادت (گواہی) سے ہوتا ہے۔ ان معاملات میں بارگاہ حق تعالیٰ سے رجوع کرنا، اور حق تعالیٰ سے اسکے استعلام (جاننے کا مطالبہ کرنا) ان حضرات کی عادت نہیں ہے۔ ہاں! کبھی کبھی شاذ یہ بھی ہوتا ہے (کہ حق تعالیٰ سے ایسے معاملہ میں بھی خلاف عادت استعلام کرتے ہیں) جیسے کہ بنی اسرائیل کے قتل ہونے والے ایک شخص کے معاملہ میں ہوا۔

ناقص استقراء

اور تسلیم کر لینے کی تقدیر پر بھی یہ دلیل استقراء ناقص ہے کلی حکم کا فائدہ نہیں دے سکتی۔ خاص کر اس وقت جب کہ استقراء ایک فرد ہو پھر (واقعہ یہ ہے کہ) کچھ دن بعد حال حضرت عائشہ صدیقہ

کا آنحضرتؐ پر روشن ہوگیا۔ (کہ وہ تہمت سے قطعاً بری ہیں)

اور بات یہ ہے کہ اہل سنت حضرات انبیاء اولیاء کی نسبت جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کو غیب کا علم عطا ہوا ہے۔ وہ (اعتقاد) اس معنی میں نہیں ہے کہ تمام مادوں میں اور فوراً ہی (انھیں معلوم ہو جاتا ہے) بلکہ (اہل سنت یہ مانتے ہیں۔ کہ) اکثر اور اغلب فوراً (علم ہو جاتا ہے) یہ روایتوں میں آیا ہے۔

پھر آخر کار حضرت عائشہ صدیقہ کا حال (کہ تہمت سے بالکل بری ہیں) آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر روشن ہوگیا۔ اگرچہ کچھ تھوڑے عرصہ کے بعد ہوا مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے۔ کہ میرے پاس کچھ ایسا علم ہے کہ جب میں چاہوں اس سے غیب کی بات معلوم کر لوں اور آئندہ کی بات معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے۔ سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔

علم کا ذریعہ نور نبوت اور نور ولایت ہے

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "اگر وہ شخص نبی، یا ولی ہے تو اس کا علم نبوت کے نور یا ولایت کے نور سے ہے۔ اور یہ علم موہوب حق (خدا کا عطا کیا ہوا) ہے اس نور سے یہ حضرات (انبیاء، اولیاء) گذرے ہوئے زمانے کے اور آنے والے زمانہ کے حادثوں کا ادراک کرتے ہیں۔ اور انبیاء اپنی امتوں کو اور اولیاء اپنے مریدوں کو اس سے آگاہ کر دیتے ہیں، تاکہ ان کا ایمان و اعتقاد صحیح ہو جائے۔ پھر وہ (امتی یا مرید) دین کے معاملہ میں بیدار ہو جائیں اور راہ خدا طے کرنے میں زیادہ مشغول ہو جائیں۔

یہ حضرات سچے ہیں۔ اور سچے مانے گئے ہیں۔ ان کی تکذیب کرنی، اور

ان کی شان میں بری بات کہنی، یہ کفر ہے اور زندقہ۔ اور (غیبی باتیں جاننے کا) مدعی اگر منجم یا کاہن ہے تو اس کی تکذیب تصدیق رسولِ ہر عیاں کہ گذرا

اور مولوی صاحب کا یہ کلام تو حق والوں (حضرات انبیاء اولیاء) اور باطل والوں (نجومیوں اور کاہنوں) دونوں کیلئے ایک عام نقص ہے (سچوں اور جھوٹوں کو برابر کر دیا ہے) تو یہ کفر و زندقہ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے، وہ مشرک ہو جاتا ہے"

حضرتؒ فرماتے ہیں "جو شخص حضرات انبیاء اولیاء کے حق میں یہ عقیدہ رکھے وہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک مومن ہے (اہل ایمان سے ہے یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ) حضراتِ انبیاء اولیا کو گذرے ہوئے اور آنے والے حالات معلوم کر لینے پر (خدا کی دی ہوئی) قدرت حاصل ہے (یہ شانِ ایمان ہے

اور ان ہی گذرے ہوئے اور آنے والے حالات میں سے اصحابِ کہف کا اور ذوالقرنین کا قصہ اور دجّال کا خروج کرنا اور امام مہدیؑ کا ظاہر ہونا اور حضرت عیسیٰؑ کا نازل ہونا اور قیامت کا قائم ہونا وغیرہ غیبی خبریں ہیں جو ان حضرات نے دی ہیں اور یہ سب برحق ہیں اور سچ ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ جس کی حق تعالیٰ نے حکایت فرمائی ہے سچا دعویٰ ہے کہ۔

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم	میں خبر دیتا ہوں، جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ کہ (اپنے) گھروں میں اکٹھا کر رکھتے ہو۔

انبیاء میں قدرت غیبی باتیں جان لینے کی ہے۔ ان حضرات کو حق تعالیٰ کی عطا و بخشش ہے (اور جو ایسا مانے) اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک مومن ہے

اور جو ایسا نہ جانے اور ایسا نہ مانے وہ زندیق ملحد ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"پیغمبروں کی وحی میں غلطی نہیں پڑتی ہے وہ ان کے اختیار میں نہیں ہے"

الہام و مکاشفہ میں خطا واقع نہیں ہوتی

حضرت فرماتے ہیں؟ مولوی صاحب کا یہ کلام الہام و مکاشفہ میں خطا واقع ہونے کے بارے میں نص ہے (یعنی الہام و مکاشفہ میں ان کے نزدیک خطا ہو جاتی ہے) لیکن جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء اولیاء خدا کے دیئے ہوئے جس علم میں تنہا ہیں (اور یہ مخصوص ہیں) اس کے حاصل ہونے کے تین اسباب ہیں۔ (اوّل) وحی (دوسرے) الہام (تیسرے) مکاشفہ جسے مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔

وحی تو حضرات انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور الہام و مکاشفہ انبیاء اولیاء دونوں کے درمیان عام ہے۔ اور آنحضرت (روحی فداہٗ نے) جو غیبی خبریں دی ہیں وہ (وحی، الہام اور مکاشفہ) تینوں طریقوں سے تھیں جس پر معراج کی رات والی حدیث دلالت کرتی ہے۔

آنحضرتؐ کا مشاہدہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں نے نبیوں کو دیکھا جو بیت المقدس میں جمع ہو گئے تھے پس میں نے ان کی امامت کی (اور سب انبیاء نے اس نماز میں میری اقتداء کی) اس کے بعد میں اوپر گیا اور آسمانوں کے عجائبات دیکھے اور میں نے درخت سدرہ کو دیکھا۔ جس کا ایک ایک پتہ ایسا ہے، جیسے ہاتھی کے کان اور میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا جیسے کہ وہ ہیں؟

اور آپ کا یہ دیکھنا ظاہری آنکھوں سے تھا (مشاہدہ تھا) وحی نہ تھی

اور بقول مولوی صاحب کے مشاہدہ محتمل خطا ہوگا۔ تو (مشاہدۂ انبیاء میں خطا کا احتمال ماننا) ہوگا۔ اور یہ کفر و زندقہ ہے۔

اسی طرح الہام و مکاشفہ پاک اہل بیت کا اور اولیائے کبار کا صحیح و برحق ہے (جن میں خطا ہونے کا احتمال نہیں ہے) اور اسکی دلیلیں اور شہادتیں آثار سلف میں بہت آئی ہیں

حضرت مولی علی کا مکاشفہ

از آنجملہ یہ ہے کہ (امیر المومنین مولی علیؑ نے کوفہ سے لشکر کو بلایا تو لوگوں نے بہت کہنے سننے کے بعد لشکر کو بھیجا آپ نے اس سے پہلے کہ لشکر آپ تک پہونچے فرمایا کہ (اس لشکر میں) کوفہ سے بارہ ہزار ایک مرد آتے ہیں۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک نے کہا کہ جب میں نے یہ سنا تو میں لشکر کی گذرگاہ پر جا کے بیٹھ گیا (اور ایک ایک لشکری کو) گنتا رہا۔ واللہ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اس سے نہ ایک مرد کم تھا نہ زیادہ (پورے بارہ ہزار ایک مرد تھے)

حضرت امیر المومنین نے پہلے سے گنتی بتادی تھی

از آنجملہ یہ ہے کہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے نہروان کی طرف توجہ کرنے کے وقت فرمایا "یہ لوگ اس جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ ان میں جو لڑنے والے ہیں، وہ مارے نہ جائیں گے اور ان میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا۔ مگر دس سے کم اور میرے اصحاب شہید نہ ہوں گے مگر دس سے کم (باقی سب سلامت رہیں گے)

اس کے بعد آپ اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے (جس نے امام برحق پر چڑھائی کی تھی) اور ایسا اتفاق ہوا کہ صرف نو آدمی بچے (باقی سب مارے گئے) اور آپ کے اصحاب میں سے (صرف) نو آدمی قتل ہوئے

پوشیدہ چیز کا پتہ بتادیا

از آنجملہ یہ ہے کہ نفحات الانس میں لکھا ہے

کہ (محرم کے) ایام عاشورہ میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی خدمت میں ایک جماعت حاضر تھی اور حضرت خواجہؒ اس وقت معرفت الٰہی کی باتیں ارشاد فرما رہے تھے کہ ناگہاں ایک نوجوان زاہدوں کی صورت، خرقہ پہنے ہوئے اور کندھے پر مصلّےٰ ڈالے ہوئے آیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے اسکو دیکھا پھر یہ جوان تھوڑی دیر کے بعد اٹھا اور کہا کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے فرمایا ہے

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ | ڈرو مومن کی فراست سے کہ (وہ) اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

فرما دیجئے کہ اس حدیث (نبوی) کا کیا بھید ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کا بھید یہ ہے کہ "زنار اتار دے، اور ایمان لے آ!" جوان نے کہا "خدا کی پناہ جو میرے پاس زنار ہو" خواجہ نے خادم کی طرف اشارہ کیا، خادم نے اٹھ کر اس شخص کے سر سے خرقہ اتار لیا اور خرقہ کے نیچے سے چھپا ہوا زنار ظاہر ہوا اس جوان نے فوراً زنار توڑ ڈالا اور ایمان لے آیا۔

دوسرے کی نیت کا حال معلوم کر لیا

اناالجملہ یہ ہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ نے کتاب فواتح الجمال میں فرمایا۔

"میں جب شیخ عمارؒ کی خدمت میں پہنچا اور آپ کی اجازت سے خلوت میں داخل ہوا (یاد الٰہی کی غرض سے تنہائی اختیار کی) تو میرے جی میں خطرہ گذرا۔ چونکہ میں ظاہری علم حاصل کر چکا ہوں اور اب فتوحات غیبی بھی مجھے حاصل ہوں گی (تو پھر کتابیں میرے کس کام کی ہوں گی) لہٰذا کتابوں کو میں برسر منبر طالبانِ حق کو پہنچا دوں گا۔ جب اس ارادہ سے خلوت میں داخل ہوا تو خلوت (اور یک سوئی) میسر نہ ہوئی (جمعیت خاطر کی بجائے پراگندگی رہی) خلوت سے نکل آیا شیخ نے فرمایا پہلے نیت درست کر لو

اس کے بعد خلوت میں داخل ہونا شیخ کے نور باطن کا پرتو میرے دل پر چکا، تو میں نے کتابوں کو وقف کر دیا اور کپڑے فقراء کو بخش دیئے مگر ایک جبہ جو میں پہنے ہوئے تھا اسے (صرف رہنے دیا) پھر یہ نیت کی کہ خلوت گاہ میری قبر ہے اور یہ جبہ میرا کفن اب خلوت سے باہر آنا ممکن نہیں ہے میں نے ارادہ کر لیا کہ باہر آنے کیلئے اگر کوئی ضرورت غالب ہوئی تو میں یہ جبہ پھاڑ ڈالوں گا۔ تاکہ ستر پوشی بھی باقی نہ رہے اور خلوت سے نکلنے کو شرم و حیاء روکے (میں نے یہ نیت دل ہی دل میں کی تھی کہ) شیخ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا ”خلوت میں چلا جا تو نے اب نیت کو ٹھیک کر لیا ہے میں خلوت میں داخل ہوا اب پوری خلوت میسر ہوئی اور حضرت شیخؒ کی ہمت و توجہ کی برکت سے فتوحات (روحانی) کے دروازے مجھ پر کھل گئے

بغیر پوچھے علاج بتا دیا

ازآنجملہ یہ ہے کہ شواہد میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے کہا ”میں نے حضرت زکی رحم رضی اللہ عنہ) کو ایک رقعہ لکھا تھا (ایک مسئلہ پوچھا) اور یہ بھی چاہا کہ اسی رقعہ میں یہ بھی پوچھوں کہ چوتھیا (چوتھے روز ہونے والے) بخار کے دور ہونے کا کیا علاج ہے؟ مگر بھول گیا اور نہیں لکھ سکا۔ انہوں نے مجھے تحریر فرمایا کہ تیرے مسئلہ کا تو یہ جواب ہے اور تو چوتھیے بخار کے متعلق سوال کرنے کا بھی ارادہ رکھتا تھا جسے بھول گیا (تو ہم خود ہی لکھ دیتے ہیں) کہ تو ایک کاغذ کے ٹکڑے پر اس آیت

چوتھیے بخار کا تعویذ

یا نارُ کونی برداً و سلاماً علی ابراہیم

اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر!!

کو لکھ کر بخار والے کی گردن میں باندھ دے میں نے ایسا ہی کیا اور

بخار والے مریض نے شفا پائی۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اور ان حضرات انبیاء اولیاء کی خواہش کچھ نہیں چلتی"

سیدنا حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "یہ خدا سے تعالےٰ پر بہتان وافتراء ہے۔ اسلئے کہ بارگاہ حق سبحانہٗ تعالیٰ میں ان حضرات کی قدر و منزلت اس سے بڑھکر ہے کہ ملاحدہ کے ادراک میں آجائے۔

خدا پر قسم کھالیں تو خدا قسم پوری کردیتا ہے

ان من عباد الله من لو اقسم على الله لابره

حضرت انسؓ بن مالک کی روایت سے منقول ہے کہ (اللہ کے بعض بندے (ایسے برگزیدہ) ہیں کہ اگر کسی کام کیلئے قسم کھالیں (کہ خدا کی قسم خدا ایسا ہی کریگا) تو اللہ ان کو ان کی قسم میں سچا کردیتا ہے یعنی اس کام کو پورا کردیتا ہے"

درخت چلنے لگا تھا روک دیا

شواہد میں لکھا ہے کہ ایک دوسرے شخص کا کہنا یہ ہے کہ میں نے سیدنا حضرت امام باقرؓ سے پوچھا، کہ "مومن کا اللہ پر کیا حق ہے؟" آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا میں نے تین بار یہ ہی سوال کیا۔ تیسری بار میں فرمایا کہ مومن کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اگر اس کھجور کے پیڑ کو کہیں کہ آجا تو چلا آئے۔

جس درخت کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا تھا میں نے دیکھا کہ (آپ کے فرماتے ہی) وہ حرکت میں آگیا۔ تاکہ آپ کی طرف آئے پھر آپ نے اس کی طرف رک جانے کا اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا رہ یہ تو میں نے نہیں چاہا تھا کہ تو میرے پاس چل کر آجائے۔

(بارگاہ حق میں حقیقتہً ان حضرات کا ایسا مرتبہ ہے کہ ادھر بات منہ

سے نکلی ادھر اس کا اثر ظاہر ہوا) مگر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی مولوی صاحب کی مراد تو ان حضرات کے (رتبوں) کو گھٹانا اور ان کی توہین کرنا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ) حضراتِ انبیاء اولیاء کے دعاء وسوال کا بارگاہ کبریائی میں مقبول (ومستجاب) ہونا یہ ان کی عظمت وجلالتِ قدر کی علامت ہے جو زنادقہ کے مراد کے خلاف ہے۔

علم غیب بالذات خاصہ حق تعالیٰ ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون

(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین کے رہنے والوں میں جو بھی ہے اس غیب کو نہیں جانتا اتنا بھی نہیں جانتے کہ دنیا سے کب اٹھائے جائیں گے ۔

حضرت شیخ المعارفین ؒ فرماتے ہیں اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ علم غیب حق سبحانہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے۔ آسمان والوں، اور زمین والوں میں سے غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ اور انہیں خبر نہیں ہے کہ دنیا سے کب اٹھ جائیں گے ؟

پس اس آیت حضرات انبیاء اولیاء کے (عطائی) علم غیب کی نفی کرنے کے بارے میں مولوی صاحب کیلئے کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ ثابت ہے کہ علم غیب بطریق ازلیت خاصہ جناب حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور ان حضرات کو جو حاصل ہے، وہ حادث (خدا کا دیا ہوا) ہے پس علم غیب کا ایک معنی سے (یعنی ازلی اور بالذات ہونے کے معنی سے) حق سبحانہ تعالیٰ کیلئے خاص ہونا دوسرے معنی سے (یعنی حادث وعطائی ہونے کے معنی سے) حضرات انبیاء اولیاء کے حصولِ علم غیب کے منافی نہ ہوگا۔

خلاصہ ارشاد

اگر یہ آیت ان حضرات کے مطلق علم غیب (قدیم، وازلی حادث و عطائی سب) کی نفی کرتی ہے تو (اس صورت میں خود) نفس آیت کی نفی ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ آیت اس حیثیت و اعتبار سے امر غیب ہے۔ کہ کلام الٰہی ہے (جو آنحضرتؐ پر غیب سے نازل ہوا) اور ترکیب الٰہی کا اس کے ساتھ تعلق ہے اور ترکیب الٰہی امر غیب سے متعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشتر اس آیت کو (کسی سے) نہیں سنا تھا پس رسول اللہ صلعم کو اس آیت کا علم اگرچہ بذریعہ وحی حاصل ہوا۔ مگر یہ علم غیب ہی تو ہے اور علم غیب باقتضائے آیت (مولوی صاحب کے نزدیک) باطل ہیں اس سے لازم آئے گا کہ قرآن کلام رسولؐ ہے نہ کہ کلام خدا اور یہی فلاسفہ زنادقہ کی رائے ہے (کہ قرآن کلام خدا نہیں، کلام رسول ہے۔ معاذ اللہ)

اور حق یہ ہے کہ اہل سنّت و جماعت اس طرف گئے ہیں۔ کہ علم غیب خاصہ حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ مگر یہ کہ وحی یا الہام یا مکاشفہ کے ذریعہ سے اللہ کسی کو غیب پر آگاہی و اطلاع بخشے۔

علم غیب اور عقیدہ اہل سنت و جماعت

اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں کہا ہے

وبالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ لا سبیل الیہ بالعباد والا باعلام منہ او الالہام بطریق المعجزۃ او الکرامت

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیب کے جاننے میں اللہ تعالیٰ متفرد و تنہا اور مستقل بالذات ہے بندوں کیلئے اس کے حصول کی طرف کوئی راہ نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعے سے بتلائے اور وہ انبیاء کی نسبت سے معجزہ اور اولیا کی نسبت سے کرامت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

(یعنی علم غیب اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور ازلی طور سے بالذات علم غیبی اسی کی تنہا شان ہے۔ اور حضرات انبیاء پر وحی (اور

نور نبوت) اور حضرات اولیاء پر الہام سے (یا مکاشفہ سے) علم غیب منجانب خدا ظاہر ہوتا ہے۔

اس پاک و صاف عقیدہ کو شرک ٹھہرانا زندقہ نہیں تو اور کیا ہے)

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں"

حضرتؒ فرماتے ہیں "لفظ اختیار (ترجمہ آیت میں) مولوی صاحب نے بڑھا دیا ہے جس سے نظم قرآن خالی ہے۔ گزشتہ آیت کے بیان میں اس کے متعلق کلام کر چکا ہوں۔ اسی میں ڈھونڈھ لیا جائے۔

قیامت کب آئیگی

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اس کی دلیل یہ ہے کہ اچھے لوگ جانتے ہیں کہ ایک روز قیامت آئیگی اور کوئی نہیں جانتا کہ کب آویگی۔ تو ہر چیز کا معلوم کرنا جان کے اختیار میں ہوتا تو یہ بات بھی معلوم کر لیتے"

حضرتؒ فرماتے ہیں "حق سبحانہ تعالیٰ جس کے وجود (جس کی ہستی پر) تمام اہل عقل (سلیم) کا اتفاق ہے۔ مولوی صاحب نے کیا اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور اس کا کلام اپنے کانوں سے خود سنا ہے یا نہیں؟ (اگر خدا کو خود دیکھا اور اس کا کلام خود سنا ہے) تو یہ کھلا ہوا جھوٹ اور اجماع امت کی مخالفت ہوگا اور اس سے غیب کا جان لینا لازم آئے گا۔ جس علم غیب کے مولوی صاحب منکر ہیں (اور اگر نہ خدا کو دیکھا ہے نہ اس کا کلام سنا ہے تو پھر اس تقدیر پر دیکھنے اور سننے کا اختیار نہ رہا باطل ہو گیا۔ اسلئے کہ اگر ان کا اختیار ہر شے کے دیکھنے اور ہر کلام کے سننے کا ہوتا تو خدا کو بھی دیکھتے اور اس کا کلام بھی سنتے اور مولوی صاحب نے دیکھنے اور سننے کے اختیار کو کلی طور پر

کہا ہے کہ ثابت نہیں ہے)

الظاہر نام حق تعالےٰ ہے

اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب کا کلام ظاہری چیزوں کے دیکھنے اور سننے کے بارے میں ہے اور حق تعالیٰ اور اسکا کلام ظاہری چیزوں میں سے نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ یہ مناقشہ مثال میں ہے اسے دوسری مثال (یعنی) عنقا اور اس کی آواز سے بدل دینا ہم پر بہت آسان ہے (کہ کیا عنقا کو دیکھا ہے اور کیا اس کی آواز کو سنا ہے اس کے علاوہ شرعاً ثابت ہے کہ ایمان والے قیامت کے دن حق تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اس کا کلام سر کے کانوں سے سنیں گے۔ اور جو چیزیں دیکھنے میں اور سننے میں آتی ہیں انہیں ظاہر بولتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے ایک نام ظاہر بھی ہے (جب یہ ہے تو) پھر حق تعالیٰ اور اس کے کلام کو غیر ظاہر کس طرح کہا جائے؟

اہل باطن کا اختیار

اور حق یہ ہے کہ اہل ظاہر میں سے ہر شخص کو علم ظاہر کا اور اہل باطن کو علم باطن کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ کسی مادہ میں بھی (اس اختیار کے خلاف نہ واقع نہ ہو۔ بلکہ اس معنی میں (اختیار حاصل ہے) کہ خطا صادر ہوئے بغیر علم و آگاہی زیادہ (مادوں میں) حاصل ہو جائے۔

منطقی قاعدہ

پس مادہ قیامت کا تخلف ہونا اسی طرح اختیار کلی کے منافی نہ ہوگا جس طرح سالبۂ جزئیہ کا صدق، موجبۂ کلیہ کے بطلان کو واجب کرتا ہے کیونکہ منطق کا یہ قاعدہ اہل منطق کی کلی کے واسطے ہے اہل خطاب کیلئے نہیں ہے (یعنی اہل باطن کو قیامت کا علم نہ ہونے سے اور باتوں کا نہ جاننا لازم نہیں آتا جس طرح اہل ظاہر

پس دیوار، یا شب تار میں نہ دیکھ سکنے سے ان کی قوت نظر کا فقدان لازم نہیں آتا)

پانچ غیبی باتیں

مولوی صاحب لکھتے ہیں؟

وقال اللہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ ہی مینھ برساتا ہے اور جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (لڑکا ہے یا لڑکی) اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کے دن وہ کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ ہی ان باتوں کا خبردار اور جاننے والا ہے۔

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں؟ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کا علم خدا کے ساتھ مخصوص ہے، بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) تمام غیبی باتوں کا علم حق تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے اس (ذات پاک) کے سوا آسمان والوں اور زمین والوں میں سے (کوئی بالذات) غیب کی تمام باتوں میں سے کوئی بات) نہیں جانتا (یہ مطلب نہیں ہے کہ بالعرض بھی نہیں جانتا

یہ تمثیل و تصویر ہے

اور اس آیۂ کریمہ میں ان پانچ باتوں کا تذکرہ تمثیل و تصویر ہے نہ تخصیص اور اس آیت میں حضرات انبیاء، اولیاء کے (بالعرض اور حادث) علم غیب کی نفی میں مولوی صاحب کیلئے کوئی حجت نہیں ہے۔ اسلئے کہ (اس عالم) شہادت کا علم بھی حق تعالیٰ سے مخصوص ہے علم شہادت کسی کے باپ دادا نے حق تعالیٰ کو نہیں دیا)

قال اللہ تعالیٰ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ

یہ وہ ہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جاننے والا ہے غیب اور ظاہر کا عالم غیب اور عالم ظاہر دونوں کا)

(یہ ہے اللہ کی شان ! کہ دونوں عالم کی باتیں بالذات جاننا ہے مگر)
اسکے باوجود اس نے ظاہری چیزوں کے ادراک کی قوت کو (یعنی دیکھنے سننے
سونگھنے چکھنے اور چھونے ان پانچ ظاہری حاسوں کو (جو صفت جسمانی
ہیں) انسان میں ودیعت فرمایا ہے۔ پس اگر وہ باطنی اشیاء کا ادراک کہ صفت
قلب ہے (اپنے خاص بندوں کو) ودیعت فرمائے تو اس سے کونسا استحالہ
(کون سا امر محال ماننا) لازم آتا ہے؟

یہ علم کاہن و منجم کی نفی ہے

پس اختصاص (یعنی علم غیب کے مخصوص بحق تعالیٰ ہونے) کے معنی یہ ہوں گے کہ کاہن یا منجم میں سے کسی کی مجال نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کی عطا و بخشش کے بغیر کہانت اور نجوم کی راہ سے ان غیبی علوم کو حاصل کر لینے پر قادر ہو سکے۔ اور ان دقیق اسرار پر (اور بھید کی باریک باتوں پر) اطلاع پا سکے اور باطنی حواسوں میں (علوم غیبی کے ادراک کی) اس قوت کو ودیعت فرمانا) یہ حق تعالیٰ کے وہب و عطا سے ہے (باطنی حواسوں کی یہ قدرت و طاقت بالذات اور خود بخود نہیں ہے۔

اگر کہا جائے کہ جس طرح ظاہری حاسہ میں ادراک کی قوت کا عطا ہونا حسی شہادت سے (محسوس طور پر) ثابت ہے اسی طرح باطنی حواس میں قوت ادراک ودیعت ہونے کی کوئی دلیل ہونی چاہئے اس ودیعت پر ایمان صحیح کر لینے کیلئے محض استحالہ کا لازم آنا کافی نہ ہوگا۔

ایمان کیا ہے؟

میں کہوں گا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن چیزوں کی خبر دی ہے ان کی تصدیق کرنے کا نام "ایمان" ہے پس آپنے جن چیزوں کی خبریں دی ہیں آیا وہ محسوس

ہیں یا مغیب؟ (اگر کہا جائے) کہ "محسوس" ہیں تو پھر ایمان بالغیب (غیب پر ایمان) نہ رہا۔ اور کفار کو "انکار" پر اصرار کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوگی (انہیں محسوس چیزوں کا انکار کیوں ہوتا) نیز محسوس چیزوں کی خبر دینے کی کوئی وجہ نہ ہوگی پس مغیب ہونا متعین ہوا۔ (یعنی ایمان نام ہے ان چیزوں کی تصدیق کا جن کا تعلق غیب سے ہے اور جن کی آپ نے خبر دی)

علم ظاہری حواسوں سے تھا یا باطنی قوتوں سے؟

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آنحضرت صلعم کا غیبی باتیں جاننا ظاہری قوتوں سے تھا یا باطنی قوتوں سے؟ اگر کہا جائے کہ قوائے ظاہری سے تھا تو (گویا یہ اقرار دیا کہ) آنحضرتؐ ان قوائے ظاہری سے متصف ہونے میں تمام لوگوں کے برابر تھے پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس اطلاع (اخبار) پر کسی دوسرے کو قدرت نہیں ہوسکتی نیز اگر قوتِ ادراک علوم غیبی، قوائے ظاہری سے تھی تو علم و اطلاع میں نبوت سے پہلے کا چالیس برس کا زمانہ اور نبوت کے بعد کا زمانہ دونوں برابر ٹھہریں گے۔ پس یقین ہوا کہ ان علوم کا مبدا و منشا قوائے باطنی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ممکن چیزوں میں سے کوئی شے لذاتہٖ نہیں ہے۔

پس متعین ہوا کہ ممکن شے میں جو صفت ہوگی، وہ اللہ کی ودیعت اور عطا ہوگی (اور حضراتِ انبیاء اولیاء کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنا ہرگز شرک نہیں ہوگا)

پس کوئی شخص کہ آنحضرتؐ پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے اس کا صحیح ایمان ہی دلیل و حجت ہے۔

اگر کہا جائے کہ آنحضرت صلعم کا غیبی خبر دینا وحی کے ذریعہ سے تھا اور وحی میں مخبر عنہ جس کی خبر دی جائے اس کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے

میں کہوں گا کہ آنحضرت صلعم نے جنت اور دوزخ کا بیان فرمایا اور فرشتوں کی صورتیں بتلائیں اور ساتوں آسمانوں میں اور ملکوت کے عالم میں جو عجائبات ملاحظہ فرمائے ان کی خبریں سنائیں۔ جن پر نصوص قاطعہ دلالت کرتی ہیں (یہ سب کچھ) کس قوت سے تھا؟

اگر کہا جائے کہ ان (باطنی قوتوں) کی ودیعت (حضرات انبیاء اولیاء کی پیدائش کے شروع سے ہے یا نبوت اور ولایت کے زمانہ سے کچھ عرصہ پہلے؟

تو میں کہوں گا کہ (یہ ودیعت) ابتدائے خلقت (پیدائش کے شروع) سے ہے لیکن (یہ ودیعت قوائے باطنی) (بشریت کے) شبہوں اور خطروں کے اندھیرے کے نیچے چھپی رہتی ہے، پھر جس وقت کہ لطیفۂ قلب اللہ کی بخشی ہوئی صفائی سے، یا بندہ کے کسب (و ریاضت) سے نورِ ایمان سے روشن اور نورانی ہو جاتا ہے۔ تو لطیفۂ قلب کے اوپر جو کثافتیں تھیں دور ہو جاتی ہیں اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔ اور عالم ملکوت اور جو کچھ عالمِ ملکوت میں ہے (وہ سب کچھ) ان کے (باطنی حواسوں پر) کھل جاتا ہے۔

اس معنی پر حضرات صوفیہ اجماع رکھتے ہیں۔

شق صدر

چنانچہ امام غزالی رحمۃ نے بھی (اپنی کتاب) کیمیائے سعادت میں اس (معنی) کی تصریح کی ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلعم کا تین بار شق صدر کیا گیا۔ اور انبیاء اولیاء میں سے ہر ایک کا شق صدر ایک نوع کا ہے

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اور یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہتا ہے یہ فضل فرماتا ہے۔

عجائبات چشم دید

"آنکھوں والا" بعض آنکھوں دیکھے عجائبات کے بیان سے خود حاضر ہے اور بعض بندے

بعض کی تصدیق کرنے سے معذور ہ-
مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"یعنی غیب کی باتوں کی سب چیزیں شیئی کو ہو اور انکا جان لینا کسی کے قابو میں نہیں"

حضرت شیخ فرماتے ہیں! "حضراتِ انبیاء اولیاء کے علوم و اطلاعات جن کا ثابت ہونا اہل اسلام مانتے ہیں، مولوی صاحب ان کا انکار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جاہل، مکار، اور حیلہ باز ٹھہراتے ہیں (البتہ اس ڈر سے کہ کھلے زندقہ کا الزام نہ لگے) کبھی وحی اور الہام کا اقرار بھی کر لیتے ہیں پھر ازلی تفاوت سے (حضرات انبیاء اولیاء کا) اختیار سلب کر دیتے ہیں۔ تاکہ ان حضرات کی تعظیم و جلالتِ قدر لوگوں کے دلوں میں جگہ نہ پکڑے اور ان حضرات سے التجا کرنا اور ان کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ قرار دینا) صحیح اور فائدہ رساں نہ سمجھ لیں اسلئے کہ جو چیز کسی کی ملک نہیں ہے اس چیز کے لئے اس کی تعظیم کرنا سزاوار نہ ہوگا (عبث اور بے فائدہ ہوگا) اور حالت یہ ہے کہ اس بارے میں کتاب (قرآن) و سنت (حدیث) سے ان کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ بہت سے اخبار و آثار ہیں جو اختیار حاصل ہونے پر دلالت کرتے ہیں

لڑکا ہی ہوا

از آنجملہ یہ ہے کہ شواہد میں لکھا ہے کہ کسی دوسرے نے کہا ہے کہ میرے یہاں بچہ پیدا ہونے والا تھا میں نے حضرت ہادی رضی سے دعا چاہی کہ لڑکا پیدا ہو۔ فرمایا جب بچہ پیدا ہو تو اس کا محمد نام رکھنا! لڑکا ہی پیدا ہوا اور میں نے اس کا نام محمد رکھا!

لڑکی پیدا ہوئی

از آنجملہ یہ ہے کہ شواہد میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میرا ایک بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا میں نے حضرتِ ہادی رضی سے التماسِ دعا کی کہ وہ لڑکا ہو (لڑکی نہ ہو)

فرمایا" بہت سی لڑکیاں لڑکوں سے اچھی ہوتی ہیں!" بچہ پیدا ہوا اگر وہ حضرت کے فرمانے کے مطابق، لڑکی تھی!!

ظالم حاکم معزول ہو گیا

از انجملہ یہ ہے کہ شواہد میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت باذن سے کوفہ کے قاضی کی شکایت کی کہ مجھے بہت تکلیف پہنچاتا ہے۔ فرمایا" دو مہینے صبر کر"۔ جب اس بات کو دو دو مہینے گذر گئے تو وہ قاضی معزول کیا گیا!!

حضرت غوث اعظمؓ کو بیداری میں زیارتِ نبوی ﷺ

از انجملہ یہ ہے کہ نفحات شریف میں لکھا ہے کہ ایک روز سیدنا غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) مجلس میں ارشاد فرما رہے تھے اور عراق کے مشہور بزرگ شیخ علی ہیتی حضرت کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کو نیند آ گئی حضرت غوث الثقلین نے اہل مجلس سے فرمایا چپ رہو اور آپ منبر سے اتر آئے اور شیخ علی ہیتی کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے اور ان کے چہرہ کی طرف تکتے رہے جب شیخ علی ہیتی جاگے تو حضرت نے فرمایا آپ نے خواب میں حضرت نبی اکرم صلعم کو دیکھا! شیخ نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ" ان ہی کی تعظیم (بجا لانے) کی وجہ سے میں کھڑا رہا آں حضرت نے کیا وصیت فرمائی" شیخ علی ہیتی نے کہا! آپ کی ملازمت میں رہنے کی وصیت فرمائی اس کے بعد شیخ علی ہیتی سے پوچھا گیا کہ حضرت غوث اعظم کے فرمانے کا مطلب کیا تھا تو انہوں نے کہا" میں خواب میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ آپ بیداری میں دیکھ رہے تھے

لوگوں کے دلوں پر تصرف کا اختیار

از انجملہ یہ ہے کہ نفحات شریف میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کے ایک مرید لکھتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن حضرتؓ کے ہمراہ مسجد جامع میں گیا تو اس

بار یہ دیکھا کہ) کسی نے شیخ ؒ کی طرف التفات نہیں کی نہ آپ کو سلام کیا میں نے
دل میں کہا تعجب ہے (آج یہ کیا بات ہے ورنہ) شیخ پر لوگوں کے بہت ہجوم ہو جانے
سے نہایت پریشانی اور (دشواری) سے ہم لوگ ہر جمعہ کو مسجد تک پہنچ سکتے تھے
(ازدحام خلائق سے راہ گذر دشوار ہو جاتی تھی) ابھی میرے جی کا) یہ خطرہ تمام
نہ ہوا تھا کہ شیخ نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ اب لوگ سلام کے لئے
حضرت ؒ کی طرف ٹوٹ پڑے اور میرے اور شیخ ؒ کے درمیان حائل ہو گئے
میں نے دل میں کہا۔ اس حال سے تو وہ ہی حال بہتر تھا شیخ ؒ نے میری طرف پلٹ
کر فرمایا: اسی کو تو تم نے چاہا تھا تم کو اس کا علم نہیں ہے کہ لوگوں کے دل (قدرت
خداوندی) سے میرے ہاتھ میں ہیں اگر میں چاہوں تو ان کے دلوں کو اپنی طرف
متوجہ کر لوں اور اگر چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں۔

ملک اختیار کی دلیل

حضرت سیدنا شیخ العارفین ؒ فرماتے ہیں (اور حاجت
کے وقت فوری جواب دینا اور غیب کی بات
کو بتلا دینا) یہ دلیل ہے "علم کے ملک اختیار میں ہونے کی" اور بعض مادّوں
کا مانند واقعہ قیامت کے علم سے نکل جانا (اور باتوں کے تحتِ اختیار و ملک ہونے
کے) منافی نہ ہوگا شاید کہ واقعہ قیامت سے ان کے تحتِ ملک علم میں درج
نہیں۔ جیسے کہ فرشتوں اور جنوں کی صورتوں کو اپنے اختیار (اور ظاہری حس
سے دیکھ لینے کے تحت میں درج نہیں ہے (اس کے باوجود) کبھی بدلی
ہوئی صورت میں (فرشتوں کی صورتیں بلا اختیار محسوس بھی ہو جاتی ہیں۔ جیسے کہ
صحابہ کرام نے حضرت جبریل ؑ کو دحیہ کلبی ؓ (ایک صحابی) کی صورت میں دیکھا
ہے اور اس سے اختیار حاسہ باطل نہیں ہوا۔

اگر کہا جائے کہ یہ سب باتیں خدا کے اختیار سے ہوتی ہیں ان حضرات

کے اختیار سے نہیں ہوتیں"

تو میں کہوں گا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے (یہ باتیں) ان کے اختیار میں رکھی ہیں۔ اور بعد "حصولِ اختیارِ حق" جو تمام "اختیار دن" کا بھید اور تمام سعادتوں کا جامع ہے صرف اپنے "اختیار" علم سے ہی کام نہیں لیتے ہیں (جب تک خدا کی مرضی نہیں دیکھ لیتے یہ حضرات محض اپنے اختیار سے کام نہیں لیتے) اور حق یہ ہے کہ "علم مکاشفہ" ان کی ملک ہے اور ان کے اختیار میں ہے۔

شریعت مانع اظہار ہے

اخبار الاخیار (مولفہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی) میں سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے منقول ہے کہ شیخ فرماتے تھے: "اگر شریعت کی لگام میرے منہ میں نہ ہوتی تو میں تم کو خبر کر دیتا کہ تم جو کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو تمہارے ظاہر و باطن (تمہارے اندر اور باہر) جو کچھ کہ ہے میں سب جانتا ہوں۔ تم لوگ میری نظر میں شیشے کی طرح ہو"

حکمت الٰہی

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "اگرچہ وحی اور الہام کا تعلق آسمان سے ہے لیکن ان حضرات کی حاجت کے وقت خبر کے آنے میں دیر نہیں ہوتی ہے اگر حکمت الٰہیہ کے تقاضے سے (کبھی دیر ہو جاتی ہے تو وہ بھی بات جس پر کہ انسانی مطلع نہیں ہو سکتی (بطور شاذ اگر کبھی دیر ہوتی ہے) تو وہ بھی پلک جھپکنے کی طرح ہے (ملک ہے یا نہیں ہے)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"چنانچہ قیامت سی چیز کہ اس کا آنا بہت مشہور ہے اور نہایت یقینی ہے اس کے آنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر کا تو کیا ذکر ہے؟

قیامت کا علم

حضرتؒ فرماتے ہیں "مولوی صاحب بھی نہیں جانتے کہ قیامت کب آئے گی؟ پس اخبار و حالات میں سر

جو باتیں کہ علم قیامت کے کمتر اور نیچے درجہ کی ہیں، مثلاً ان کے باپ کون تھے اور ان کا رنگ کیسا تھا ان باتوں کی بھی کیا خبر ہوگی؟
اگر کہا جائے کہ یہ باتیں مخلوق کے کہنے سے اور ظاہر دیکھنے سے معلوم ہوئیں تو میں کہوں گا کہ حضرات انبیاء و اولیاء کو خالق کے فرمانے سے اور اپنے دلوں کے (مکاشفہ) مشاہدہ سے (غیب کی باتیں) معلوم ہو جاتی ہیں۔
اور اس بارہ میں مولوی صاحب کا یہ قیاس کرنا کہ قیامت کی خبر کسی کو نہیں ہے تو پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر کا تو کیا (ذکر ہے) وسبب عام ہے یعنی قیامت کا علم نہ تھا تو پھر اور باتوں کا بھی علم نہ تھا یہ کھلا کھلا کفر ہے
اگر کہا جائے کہ قید اختیار معتبر ہے۔
میں کہوں گا کہ مولوی صاحب کا کلام مطلق ہے، مقید مان لینے کی صورت میں بھی ان کے مفید مدعا نہ ہوگا اسلئے کہ مکاشفہ کا نور ان حضرات کی ملک ہے جیسے کہ آنکھوں کا نور ملک ہے۔
ولا نعنی بالملک والاختیار الا ھذا | ہم ملک اختیار سے نہیں مراد لیتے ہیں مگر یہ ہی
مولوی صاحب لکھتے ہیں
" جیسے کسی کی فتح، کسی کی شکست" (کو جان لینا)
حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں " مولوی صاحب (حضرات انبیاء و اولیاء کے) تمام علوم غیبی کی نفی پر قیاس کرتے ہیں۔ ہم اولاً ان کے مقیس علیہ (جس آیت پر قیاس کیا ہے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور وہ یہ آیت ہے۔
ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الخ | اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم (کہ کب آئیگی؟)
میں کہتا ہوں کہ یہ آیت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہ تھا اس آیت کی انتہائی دلالت یہ ہو کہ قیامت کا علم حق تعالیٰ

شانہٗ اپنے مقربوں میں سے کسی کو بھی آگاہی نہیں بخشتا ورنہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلعم کا حشر و نشر اور دوزخ و جنت وغیرہ (غیبی باتوں کی) خبر دینا، یہ جھوٹ ہے (معاذ اللہ) اسلئے کہ ان چیزوں (حشر و نشر وغیرہ) کا علم بھی حق تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے

بعض صحابہ کے نزدیک آنحضرت کو قیامت کا علم بھی عطا ہو گیا تھا

حالانکہ بعض حضرات صحابہ اس طرف گئے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو قیامت کا علم حاصل تھا۔

اگر کہا جائے کہ پھر تخصیص کا (قیامت وغیرہ علوم غیبی کے حق تعالیٰ سے مخصوص ہونے کا کیا فائدہ ہوگا؟ میں کہوں گا کہ منجم اور کاہن جو حق تعالیٰ کے علم سے فیض یافتہ نہیں ہیں، ان کا خارج کرنا یہ ہی فائدہ ہوگا تا نیا اب ہم مولوی صاحب کے مقتبس علیہ (جس چیز پر قیاس کی بنا رکھی ہے) پر کلام کرتے ہیں

حضرات انبیاء اولیاء نے لوگوں کی فتح و شکست کی خبر دی ہے (تو ان کا خبر دینا) ان کے علم و اطلاع کے بھید (وحی یا الہام یا مکاشفہ) سے تھا اٹکل اور اندازے سے نہ تھا جیسے کہ زنادقہ اور فلاسفہ کی رائے ہے۔ اور بہت سے اخبار و آثار اس کے ثبوت اور دلائل ہیں۔

غزوہ خندق کا واقعہ

ان میں سے یہ ہے کہ واقدی روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خندق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشک کسریٰ (کسریٰ بادشاہ فارس کے محل) کی صفت بیان کی کہ (ایسا ہے ایسا ہے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی اور کہا اور یا رسول اللہ کسریٰ کے محل کی یہ ہی صفت ہے، جو آپ فرماتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً خدا کے رسول ہیں"

شام مفتوح ہوگا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ملک) شام

یقیناً (میری امت کے ہاتھوں سے فتح) ہو گا، اور ہرقل (رومی شہنشاہ) روم کی طرف بھاگ جائیگا۔ اور تم لوگ شام کے حکمراں ہو گے"

کئی غیبی خبریں آپ نے دیں

(اور یہ بھی فرمایا کہ) کوئی شخص تم سے جھگڑا نہ کر سکے گا، اور یقیناً یمن فتح ہوگا اور کسریٰ مارا جائیگا پھر اسکے بعد کسریٰ نہ ہوگا" حضرت سلمانؓ نے فرمایا: جیسا حضورؐ نے فرما دیا تھا میں نے سب کچھ اسی طرح دیکھ لیا۔

فاتح خیبر

ازآنجملہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (ہجرت نبوی کے) ساتویں برس میں غزوۂ خیبر کیلئے مدینہ سے نکلے تو اپنے (معرکۂ خیبر میں) پہلی مرتبہ حضرت عمرؓ کو جھنڈا دیا۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ گئے (اور لڑے) مگر اسلامی لشکر فتح حاصل کئے بغیر واپس چلا آیا (ان دنوں میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں شقیقہ (آدھے سر کا درد) تھا آپ خیمہ سے باہر تشریف نہیں لائے۔ مگر حکم دیا کہ جنگ کی جائے پھر امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ نے جھنڈا اٹھایا اور پہلے سے بھی زیادہ سخت جنگ کی گئی مگر فتح حاصل کئے بغیر واپس چلے آئے بارگاہ رسالت میں یہ خبر پہونچی تو حضورؐ نے فرمایا۔

لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ

البتہ کل میں جھنڈا ایک ایسے حملہ کرنیوالے اور لوٹ کر نہ آنیوالے شخص کو دونگا جو اللہ اور اسکے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اسکے رسول اسے دوست رکھتے ہیں وہ نہیں لوٹے گا یہاں تک کہ اللہ اسکے ہاتھ پر فتح دے!!

راوی کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس روز درد ان

موجود نہ تھے، ان کی آنکھیں دکھتی تھیں (اس موقع پر) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور تمام اصحاب امیدوار تھے کہ وہ شخص (جسے آپ جھنڈا عطا فرمایا جائیگا) شاید ان ہی میں سے ہوگا۔

حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نظر مبارک کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اٹھ گیا اس آرزو میں کہ شاید وہ شخص میں ہی ہونگا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا "امارت (وسرداری) کو میں ہرگز دوست نہیں رکھتا۔ مگر اس دن کہ میں نے حضور (رسول مقبول) سے سنا کہ اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے اور میدان جہاد سے نہیں لوٹے گا۔ یہانتک کہ اس کے ہاتھوں پر فتح ہو، پھر حضرت رسالتمآبؐ نے حکم دیا کہ حضرت علی کو لے آئیں۔ آپکو درد چشم کی تکلیف تھی آنحضرتؐ نے اپنے دہان مبارک کا (لعاب) آب ان کی آنکھوں میں ڈالا اسی وقت صحت ہوگئی (فوراً درد و آشوب چشم کی تکلیف جاتی رہی) تمام عمر پھر کبھی ان کی آنکھیں دکھنے نہیں آئیں (سکے بعد حضور نے ان کو جھنڈا دیا اپنی زرہ پہنائی" اور اپنی تلوار ذوالفقار ان کے ہاتھ میں دی اور دعا فرمائی! اے اللہ ان کی گرمی و سردی میں تو ان کے لیئے کافی ہو جا"

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا ہے کہ "(حضور کے اتنا فرما دینے کے بعد) گرمی اور سردی نے کبھی مجھ میں اثر نہیں کیا" لوگ کہتے ہیں کہ آپ سخت گرمی میں روئی کی بھری ہوئی قبا پہنتے تھے اور اس میں آپ کو کچھ تکلیف نہ ہوتی، اور جاڑے میں آپ ہلکا باریک کرتہ پہنکر نکلتے تھے اور جاڑے سے تکلیف نہیں پاتے تھے۔

(غرض) امیرالمومنین حضرت علیؓ پوری تعجیل (جلدی) سے ساتھ قلعہ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے (اتنے جلدی کہ) لشکر کے پیچھے کا حصہ ابھی پہنچنے بھی نہیں پایا تھا کہ آپ قلعہ میں داخل ہو چکے تھے آپ کے غلام ابو رافعؓ کہتے ہیں کہ جب آپ قلعہ کے نزدیک پہنچے تو ایک یہودی نے آپ پر ایسی ضرب لگائی کہ ڈھال گر گئی آپ نے قلعہ کا لوہے کا کواڑ اکھاڑ لیا اور اپنی ڈھال بنا لیا (یہ ڈھال) اسی طرح آپ کے ہاتھ میں رہی یہانتک کہ آپ نے قلعہ فتح کر لیا

اور کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس پھاٹک کو اپنی پُشت مبارک پر رکھکر اسے پل بنا دیا۔ پھر تمام مسلمان اس پل سے گذر کر قلعہ میں داخل ہو گئے اور جب فارغ ہو گئے تو آپ نے اس لوہے کے پھاٹک کو پھینک دیا۔ ابو رافعؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم ستر جوان گئے تاکہ پھاٹک کو الٹ دیں مگر اسے اٹھا نہ کر سکے۔"

نص کے مقابلہ پر قیاس باطل ہے

اور نص کے مقابلہ میں قیاس باطل ہے (جہاں) نص قرآن و حدیث آگئی وہاں قیاس کا کیا کام؟ اور مولوی صاحب کے تمام قیاسی باتوں کا یہی حال ہے (کہ وہ نص کے مقابلہ میں ہیں)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"کسی کا تندرست ہونا اور بیمار ہونا"

سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں: "حضرات انبیاء اولیاء نے لوگوں کی تندرستی اور بیماری کی خبر دی ہے اور یہ سب ان کے علم و آگاہی سے ہے اور ان کا خبر دینا برحق اور راست ہے۔ اس کے دلائل اور شواہد اخبار و آثار میں بہت ہیں

بڑے بڑے کام کر دو گے

از آنجملہ یہ ہے کہ (ہجرت نبوی) کا نواں سال

تھا کہ سعد ابن وقاص کو مکہ میں حجۃ الوداع (آنحضرت کے آخری حج) کے دنوں میں ایک مرض پیدا ہوا۔ آنحضرتؐ ان کی عیادت کو تشریف لائے سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر مکہ میں ہی رہتا جاتا ہوں (تاکہ مرجاؤں تو یہیں دفن کر دیا جاؤں) آپ نے فرمایا "خدا تم کو (زندہ رکھے) کہ جب تم زندہ رہو گے تو تمہاری خیر رفعت (و سربلندی) زیادہ ہوگی، اور اچھے اچھے کام تم سے ظہور میں آئیں گے، اور (یہ ہوگا کہ) تم سے ایک قوم کو نفع پہنچے گا۔ اور دوسری قوم کو نقصان!"

آپکے اتنا فرما دینے کے بعد بس، سعدؓ نے شفا پائی اور امیر معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ رہے اور عراق ان (سعد ابن وقاص) کے اور مثنیٰ ابن حارث (رضی اللہ عنہما) کے ہاتھوں پہ فتح ہوا اور یوم الردہ میں بہت بڑی جنگ لڑے اور بہت بڑے بڑے کام تھے جو ان کے (ہاتھوں سے) ہوئے اور مسلمانوں کو نفع اور مخالفوں کو نہایت نقصان پہنچا (وہ سب کچھ پورا ہوا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا)

پیٹ کے درد کا نسخہ

(از آنجملہ) ہے کہ نفحات شریف میں لکھا ہے کہ شیخ جمال الدینؒ قزوین کے ایک سید نے شیراز کا ارادہ کیا شیراز کا بادشاہ شیخ کا نہایت معتقد تھا (سید صاحب نے) شیخ سے التماس کی کہ بادشاہ سے میری سفارش کر دیجئے شیخ نے کاغذ کا ایک ٹکڑا طلب کیا اور اس پہ لکھ دیا۔

"شہد اور سیاہ زیرہ"

اور یہ کاغذ کا پرچہ ان کے حوالہ کر دیا جب یہ سید شیراز پہنچے اور بادشاہ کو ملنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ بادشاہ کے پیٹ میں درد ہے اور وہ اس وقت حمام میں ہیں) وہ حمام کے دروازہ پہ گئے تو دیکھا کہ بادشاہ پیٹ کے درد

سے بہت پریشان (وبے قرار) ہیں ۔ سامنے جاکر بادشاہ کو سلام کیا بادشاہ نے پوچھا !؟ کہاں سے آئے ہو؟ ، کہا ” قزوین سے آتا ہوں وبادشاہ نے) ان سے شیخ کا حال پوچھا ۔ تو انہوں نے کاغذ بادشاہ کے حوالہ کردیا ۔ دیکھا تو اس میں ”شہد اور زیرہ سیاہ“ بس یہی الفاظ تحریر تھے ۔ بادشاہ نے کہا کہ شیخ نے کرامت اور فراست کے نور سے (میری اس بیماری کا علاج لکھ دیا ہے ان چیزوں سے حاضر کرنے کا حکم دیا اور بادشاہ نے ان چیزوں کو کھایا اور اسی وقت شفا پائی اور بادشاہ نے ان سید صاحب کے ساتھ بہت رعایت کی بہت اچھا سلوک کیا

مولوی صاحب لکھتے ہیں ۔

”جیسے کسی شخص کا مرنا جینا“

حضرت فرماتے ہیں ”حضرات انبیاء واولیاء نے لوگوں کے مرنے جینے کی خبر لوگوں کو اپنے علم سے اطلاع سے دی ہے اور اسکے دلائل و شواہد بہت ہیں

حضرت مولیٰ علی شہید ہوں گے

از آنجملہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ (مقام ینبوع میں بیمار ہو گئے لوگوں نے آپ سے کہا کہ یہاں آپ کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں اگر یہاں آپکی اجل آگئی تو اعراب (دیہات کے لوگ) آپ کی کارسازی کفن دفن کریں گے ۔ آپ کیوں مدینہ نہیں چلے جاتے کہ اگر آپ کی اجل آجائے تو اہل مدینہ آپ کی کارسازی کریں اور آپ کی نماز جنازہ پڑھیں ۔

امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا ” میں ابھی نہیں مرنے کا ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے ۔ کہ جب میری یہ (ڈاڑھی) رنگین ہوجائیگی یعنی میری (ڈاڑھی کے) بال میرے سر کے خون سے رنگین ہوجائیں گے اس وقت میرا سفر آخرت ہوگا)

آنحضرتؐ نے اپنے بارے میں فرمایا

ازانجملہ یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات شریف سے ایک مہینہ پہلے ہم لوگوں کو حضرت عائشہؓ کے گھر میں اکٹھا کیا اور بہت دعائے خیر فرمائی اور وصیتیں ارشاد فرمائیں اور ہمیں خدا کی سپردگی میں دیا میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کی رحلت کب ہوگی؟ فرمایا

دنی الفراق والمنقلب الی اللہ والی الجنۃ جدائی نزدیک آگئی ہے اور لوٹنا اللہ کی طرف اور جنت کی طرف

وفات شریف کی خبر آپ نے دی

ازانجملہ یہ ہے کہ جب رسول اکرمؐ معاذؓ کو یمن بھیج رہے تھے تو اس وقت آپ نے انہیں لمبی وصیت کی اس کے بعد فرمایا! "اے معاذؓ آج کے بعد اگر میری اور تمہاری ملاقات اور رہنے والی ہوتی تو میں مختصر وصیت کرتا۔ لیکن قیامت کے دن تک ہم دونوں پھر اکٹھے نہ ہوں گے"

اور ایسا ہی ہوا کہ معاذؓ یمن ہی میں تھے کہ حضورؐ نے وفات پائی

اے فاطمہؓ سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی!

ازانجملہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ روایت کرتی ہیں کہ سب سے پہلے آنحضرتؐ نے مجھے خبر دی کہ جبرئیلؑ ہر سال ایک بار میرے ساتھ تلاوت قرآن کرتے تھے اس سال دو بار قرآن کا میرے ساتھ دورہ کیا میں نے جان لیا کہ میری اجل قریب ہے، یہ سن کر میں رونے لگی جب آپؐ نے میرا رونا دیکھا تو فرمایا اے فاطمہؓ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم امت کی سیدہ بنو اور میرے اہل میں جو سب سے پہلے مجھ سے ملیگا وہ تم ہوگی جب میں نے یہ سنا تو ہنس پڑی (اور جیسا حضورؐ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اسی سال حضورؐ کی وفات شریف ہوئی اور آپؐ کی رحلت کے چھ مہینے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات فرمائی)

تو تین دن کے بعد مرے گا

از آنجملہ یہ ہے کہ شواہد میں لکھا ہے کہ حضرت ہادیؑ بعض خلفاء کی اولاد کی دعوتِ ولیمہ میں تھے اور ایک بڑی جماعت بھی جو آپ کی تعظیم و توقیر کے لئے (خاموش) بیٹھی ہوئی تھی اسی مجلس میں ایک بے ادب جوان تھا جو آپ کی تعظیم و توقیر کا حق نہیں بجالاتا تھا اور بہت باتیں کرتا اور بہت ہنستا تھا۔ حضرت ہادیؑ نے اس کی طرف رُخ کیا اور فرمایا

یا ھذا تضحك بملاء فيك و تذھل عن ذكر الله و انت بعد ثلث من اھل القبور

اے شخص تو اپنے منہ بھر کر ہنستا ہے اور تو اللہ کی یاد سے غافل ہے حالانکہ تین دن کے بعد تو اہل قبور (یعنی مرجانے والوں) میں ہو گا۔

وہ جوان ان بے ادبیوں سے باز آیا کھانا کھا کر باہر آیا دوسرے دن بیمار ہوا اور تیسرے روز مر گیا۔

تین دن بعد موت

از آنجملہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت امام رضاؑ نے ایک شخص کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بندۂ خدا تو جو کچھ چاہتا ہے اسکی وصیت کر دے اور اس چیز کے لئے آمادہ ہو جا جس سے گریز نہیں ہے جب اس بات پر تین دن گذر گئے تو یہ شخص مر گیا۔

اولاد ہونی

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

اولاد ہونی“

حضرتؒ فرماتے ہیں ”حضراتِ انبیاء اولیاء نے اولاد ہونے کی خبر دی ہے اور یہ سب ان کے علم و آگاہی کی وجہ سے ہے جو علم و آگاہی کہ ان کیلئے معطائے الٰہی تھی اور یہ برحق ہے اور درست! اسکے شواہد و دلائل بہت ہیں۔

کئی پشت کے بعد ایسا فرزند ہوگا

از آنجملہ یہ ہے کہ امام باقرؑ نے کہا ہے کہ میں حضرت جابر صحابی کے پاس گیا اس وقت گیا جب انکی آنکھوں کی

بینائی جاتی رہی تھی۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ میرے سلام کا جواب دے کر پوچھا آپ کون ہیں"؟ میں نے کہا" میں محمد بن علی بن حسین علیہما السلام) یوں کہا اے فرزند! آگے آجا میں آگے بڑھ گیا۔ میرے ہاتھ چومے اور چاہا کہ میرے پاؤں بھی چوم لیں۔ پس میں ہٹ گیا انہوں نے کہا۔

ان رسول اللہ یقری وعلیک السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے!

میں نے کہا " وعلیٰ رسول اللہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"

پس میں نے پوچھا اے جابرؓ یہ کیونکر ہوا ہے؟ کہا" ایک روز میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے جابرؓ شاید تو اس وقت تک زندہ رہے گا کہ تو میرے فرزندوں میں ایک فرزند سے ملاقات کرے گا ان کو لوگ محمد بن علی بن حسین علیہما السلام کہیں گے، خدائے تعالیٰ اس (میرے فرزند) کو نور و حکمت عطا کرے گا اسکو میرا سلام پہنچا دینا!"

لڑکا ہونے کی بشارت

ازاں جملہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرالمومنین حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ بنی حنیفہ کے قیدیوں میں سے ایک لونڈی تمہارے ہاتھ آئے گی جب اس سے لڑکا پیدا ہو تو اس کا محمد نام رکھنا اور اسے کنیت سے پکارنا (نام سے نہیں) جب امیرالمومنین حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں یمامہ فتح ہوا تو بنی حنیفہ سے اسیران جنگ لائے گئے۔ امیرالمومنین ابوبکرؓ نے حنفیہؓ کو جو محمد حنفیہ کی ماں ہیں امیرالمومنین حضرت علیؑ کو دیا اور ان سے محمد پیدا ہوئے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور غنی اور فقیر ہونا"

حضرتؑ فرماتے ہیں" حضرات انبیاء اولیاء نے لوگوں کی غریبی و امیری کی خبر

دی ہے اور یہ خبر دینا ان کے علم و آگاہی سے ہوا ہے اور یہ راست و برحق ہے، شواہد اور دلائل اس کے بہت ہیں،

بنی عباس کی حکومت بنی امیہ سے بڑھ کر ہو گی

از آنجملہ یہ ہے کہ حضرت امام باقرؑ مسجد نبوی میں تھے ان ہی دنوں میں حضرت علی بن الحسین علیہما السلام (ان کے والد ماجد نے) وفات فرمائی تھی داؤد بن سلیمان اور منصور دوانقی (مسجد نبوی میں) آئے داؤد تو حضرت باقرؑ کے پاس آگیا اور منصور دوانقی دوسری جگہ جا بیٹھا حضرت باقرؑ نے فرمایا دوانقی کیوں میرے سامنے نہیں آتا ہے داؤد نے ایک عذر کیا حضرت نے فرمایا "بہت دیر نہیں ہے کہ دوانقی مخلوق پر حکمران ہو جائیگا وہ مشرق و مغرب کا مالک ہو گا اور لمبی عمر پائیگا اور اتنے خزانے جمع کریگا کہ اس سے پہلے کسی نے ایسا نہ کیا ہو گا"

داؤد اٹھا اور اس نے یہ مژدہ دوانقی سے بیان کیا اب دوانقی آپ کے پاس آیا اور کہا کہ "مجھے آپ کے پاس آنے سے آپ کی عظمت و جلالت قدر کے سوا کسی چیز نے نہیں روکا تھا" پھر پوچھا کہ مجھ سے داؤد نے کہی ہے وہ کیا بات ہے؟ فرمایا "سچ ہے اور ایسا ہی ہو گا" پھر منصور دوانقی نے پوچھا کہ "ہماری حکومت کیا آپ کی حکومت سے پہلے ہوگی" فرمایا ہاں (پہلے ہو گی) پھر پوچھا کہ؟ میرے بعد میرے فرزندوں میں سے کسی فرزند کو پہنچے گی (یا مجھ پر ہی ختم ہو جائے گی) فرمایا ہاں (پہنچے گی) پھر پوچھا کہ ہماری حکومت کی مدت دراز ہو گی یا حکومت بنی امیہ کی مدت زیادہ ہو گی فرمایا "تمہاری حکومت کی مدت بہت دراز ہو گی اور یقیناً (ایسا ہو گا کہ) تمہارے لڑکے ملک کو لیں گے اور اس سے کھیلیں گے، جیسے کہ لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں اور کہیں گے کہ

۱۲۱ یہ ہے (وہ چیز) جو مجھے میرے والد سے پہنچی ہے " جب حکومت (منصور) دوانقی کو پہنچی تو لوگوں کو حضرت باقرؑ کے قول پر تعجب ہوا (کہ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا) اور اس طرح بنی امیہ کی حکومت اور بنی عباسیہ کی خلافت اور قیصر وکسریٰ کے زوال دولت کی بہت خبریں ہیں (جیسی خبریں دی گئی تھیں ویسی ہی ظہور میں آئیں)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

" رحم میں ایک ہے یا دو۔ نر ہے یا مادہ ؟ "

حمل کی خبریں

حضرتؑ فرماتے ہیں کہ:" حضرات انبیاء اولیاء نے پیٹ کے بچوں کے حال سے خبریں دی ہیں کہ حمل میں ایک بچہ ہے یا دو بچے ہیں نر ہے یا مادہ (لڑکا ہے یا لڑکی) اور یہ سب باتیں انکے علم وآگاہی سے تھیں اور اسکی شہادتیں اور دلیلیں بہت ہیں،

پیٹ میں دو بچے ہیں

ازانجملہ یہ ہے کہ شواہد میں لکھا ہے کہ دوسرے شخص نے کہا کہ میری بیوی حاملہ (پیٹ سے) تھیں میں حضرت امام رضاؑ کے پاس آیا اور عرض کی کہ دعا کیجئے کہ خدائے تعالیٰ اسے ایک لڑکا دے۔ آپ نے فرمایا " تیری بیوی دو بچوں کی حاملہ ہے جب میں لوٹا تو میرے جی میں آیا کہ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام علی رکھوں گا (میں جانے لگا تھا کہ) آپ نے مجھے آواز دی اور فرمایا۔ ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام امّ عمر رکھنا جب وہ بچے زمین پر آئے تو (یہ دیکھا کہ) ایک لڑکا تھا اور دوسرا بچہ لڑکی تھی۔ ایک کا نام علی" اور دوسرے کا نام امّ عمر رکھا۔ ایک روز میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ امّ عمر کیسا نام ہے انہوں نے کہا کہ میری ماں کا نام امّ عمر تھا۔

لڑکی پیدا ہوئی

ازانجملہ یہ ہے کہ شواہد میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے

کہا میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ میں نے حضرت امام حسن عسکری (علیہ السلام) سے دعا چاہی کہ وہ بچہ لڑکا ہو (لڑکی نہ ہو) فرمایا۔ بہت سی لڑکیاں ہیں جو لڑکوں سے بہتر ہوتی ہیں" جب بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکی تھی!۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

" جیسے خیالات اور ارادے" (جان لینے)

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں " حضرات انبیاء اولیاء نے لوگوں کے جی کے خطروں کی خبریں دی ہیں۔ اور یہ سب ان کے علم و اطلاع سے ہوا ہے اور یہ برحق ہے اور راست ہے جس کی دلیلیں اور شہادتیں بہت ہیں"

جی کی بات خود ہی بتا دی

از آنجملہ یہ ہے کہ وابصہ بن سعیدؓ نے روایت کی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں چاہتا تھا کہ نیکی بدی میں سے کچھ بھی نہ چھوڑوں جسے آج آپ سے پوچھ نہ لوں آپ کی خدمت میں اس وقت ایک جماعت حاضر تھی میں چلا کہ اس جماعت سے آگے بڑھ جاؤں لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم سے دور رہو۔ میں نے کہا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں آپ کے قریب ہو جاؤں کہ آپ وابصہ کے واسطے دوست ترین ہستی ہیں رسول اکرمؐ نے فرمایا

اُدْنُ یَا وَابِصَۃُ — اے وابصہ قریب آجا

میں قریب ہو گیا یہاں تک کہ آپکا مبارک زانو میرے زانو سے لگا۔ آپ نے فرمایا "اے وابصہ کیا میں (خود ہی) تجھے ان باتوں کی خبر دوں جنہیں تو مجھ سے پوچھنے کے لیے آیا ہے۔ یا تو خود سوال کرے گا، میں نے کہا یا رسول اللہ آپ خود ہی بتا دیجئے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اس غرض سے آیا ہے کہ نیکی اور بدی مجھ سے پوچھے اسکے بعد آپ نے میرے سینے پر اپنی انگلی رکھدی اور فرمایا۔

نیکی اور بدی کی جامع تعریف

یا وابصۃ استفت قلبک البر ما اطمأن الیہ واطمأنت الیہ النفس و الاثم ما حاک فی الصدر و تردد فی الصدر

اے وابصہ نیکی اور بدی کے متعلق اپنے قلب
سے فتویٰ لے نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل تیرا
نفس قرار (اطمینان) پکڑے اور بدی گناہ
وہ ہے کہ جو تیرے سینہ میں آئے اور اس
سے تیرے سینے میں تردد و خلجان پیدا ہو

حضرت علیؓ کی غیب دانی

از آنجملہ یہ ہے کہ شواہد میں ہے کہ جندب بن عبد اللہ الازدی لکھتے ہیں کہ جمل اور صفین کی لڑائیوں میں میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور مجھے اس بات میں کہ حق آپ ہی کی جانب ہے کچھ شک نہ تھا لیکن جب ہم نہروان میں اترے تو میرے دل میں شک پیدا ہوا کہ یہ جماعت مقابل (قرآن پڑھنے والے) ہمارے قاریوں اور نیک لوگوں کی ہے ان کو مار ڈالنا بہت بڑی بات ہوگی۔ میں لشکر کے درمیان سے باہر چلا آیا میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ میں نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اپنی ڈھال کو اس پر رکھ دیا اور اس کے سایہ میں بیٹھ گیا ناگاہ حضرت علیؓ اس جگہ تشریف لے آئے اور پوچھا کہ کچھ پانی ہے؟ جو مشکیزہ میرے پاس تھا میں نے اسے سامنے کر دیا وہ اسے لیکر اتنی دور چلے گئے کہ میری نظر سے غائب ہو گئے پھر ظاہر ہو گئے اور وضو کر کے اس ڈھال کے سایہ میں آ کر بیٹھ گئے۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک سوار ہے جو آپ کا حال پوچھتا ہے میں نے کہا اے امیر المومنین یہ سوار آپ کو ڈھونڈھتا ہے۔ فرمایا اسے بلا لے میں نے بلا لیا تو آ کر اس نے کہا اے امیر المومنین مخالف لوگ نہروان سے گذر گئے اور پانی کو چھوڑ گئے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہے کہ وہ لوگ گذر گئے ہوں اس سوار نے پھر یہی کہا کہ خدا کی قسم

گذر چکے ہیں فرمایا کبھی نہیں (ہرگز نہیں) کہ وہ لوگ گذر چکے ہوں آپ اسی گفتگو میں تھے کہ ایک دوسرا آیا۔ اور کہا کہ مخالف لوگ گذر گئے۔ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ ہرگز نہیں گذرے ہیں۔ اس شخص نے کہا واللہ! میں دریا کے اس کنارے پر ان کے جھنڈے دیکھ کر آیا ہوں حضرت امیرالمومنین نے فرمایا واللہ نہیں گذرے ہیں وہ کیونکر گذر سکتے کہ انکے گرنے کا مقام اور ان کے خون بہنے کی جگہ تو یہی ہے اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے میں نے دل میں کہا کہ خدا کا شکر ہے (کہ کون فریق حق پر ہے اور کون ناحق پر؟) اسے تولنے کی ترازو میرے ہاتھ میں آگئی ہے ابھی سے اس مرد کا حال معلوم کر لوں گا۔ کہ یا تو یہ شخص دلیر جھوٹا ہے۔ یا یہ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اپنے اس کام کی ان کے پاس دلیل ہے یا رسول اللہ صلعم سے کچھ جان لیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا اے خدا میں نے عہد کر لیا کہ اگر میں دیکھ لوں گا۔ کہ مخالفین نہر سے گذر گئے ہیں تو سب سے پہلا شخص جو ان سے لڑیگا وہ میں ہوں گا اور اگر نہیں گذرے ہیں (جیسے کہ انہوں نے بتلایا ہے تو جنگ و قتال میں) میں ان کے ساتھ قائم رہوں گا۔

جب ہم لشکر کی صفوں سے گذرے تو دیکھا کہ جھنڈے بدستور لہرا رہے ہیں۔ اب حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے مجھے پیچھے سے پکڑا اور مجھے جھنجھوڑا اور فرمایا اے فلاں کام کی حقیقت تو تجھ پر روشن ہو گئی میں نے کہا ہاں اے امیرالمومنین (حقیقت روشن ہو گئی) فرمایا اپنے کام میں مشغول ہو جا میں نے مخالف لوگوں سے ایک کو مار ڈالا ایک دوسرے سے گتھ گیا میں نے اسے گھائل کر دیا اور اس نے مجھے پھر زخموں کی تاب نہ لا کر ہم دونوں گر پڑے، میرے ساتھیوں نے

مجھے اٹھا لیا، اور لے گئے۔ میں بے ہوش رہا مگر اس وقت ہوش میں آیا۔ جب امیر المومنین لڑائی سے فارغ ہو چکے تھے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں :۔

"اور ایمان و نفاق کیونکر جان سکیں"

سیدنا حضرت شیخ العارفینؓ فرماتے ہیں "حضراتِ انبیاء، اولیاء نے لوگوں کو ایمان و کفر سے جو دل کی باطنی صفتیں ہیں خبر دی اور ظاہر فرمایا ہے اور یہ سب ان کے علم و آگاہی سے تھا اندازے اور اٹکل سے نہیں جیسے کہ زنادقہ نے گمان کیا ہے اور ان کا اس قسم کی خبر دینا صحیح اور حق ہے جس کی دلیلیں اور شہادتیں بہت ہیں۔

دوزخی ہونا بتلا دیا

ازالۃ الخفاء میں ہے کہ اصحاب میں سے ایک شخص جس کو لوگ قزمان کہتے تھے وہ خندق کی لڑائی میں شامل نہیں ہوئے تھے (گھر میں رہ گئے تھے۔ مدینہ کی عورتوں نے ان سے کہا کہ کیا تو بھی عورت ہے جو اس (راہِ خدا کے جہاد کے) وقت گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ سن کر ان کو ایسی غیرت آئی کہ گھر سے باہر نکل آئے اور مشرکوں سے لڑنے میں پوری (جان بازی) پوری کوشش کی لوگوں نے اس کا حال رسولِ اکرم صلعم سے بیان کیا آپ نے فرمایا "کہ وہ دوزخی ہے!" لوگوں کو اس بات پر بہت تعجب ہوا کہ جہاد کرنے والا اور دوزخی) قزمان نے کہا کہ "مر جانا بھاگ جانے سے بہتر ہے" اور ایسا لڑا کہ قریش کے سات آدمی قتل کر ڈالے اور وہ (خود بھی) سخت گھائل ہو گیا۔ صحابہ میں سے بعض اس کے پاس سے گذرے اور کہا :۔

هنيئاً لك الشهادة — تم کو شہید ہونا مبارک ہو۔

اس نے کہا خدا کی قسم! میں نے دین کیلئے مقاتلہ نہیں کیا بلکہ (اس لئے کیا کہ) میں نے نہیں چاہا کہ قریش میرے کھجور کا باغ پامال کریں۔ جب زخم کی تکلیف بڑھ گئی تو اس نے (یہ کیا کہ) تلوار کی نوک سینہ پہ رکھ کر (اپنا دباؤ ڈالا) اور اپنے آپ کو ہلاک کر دیا بعض لوگوں نے اسکی حقیقت حال کو (اس کی خودکشی کو) نہ جانتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے سامنے جاکر کہا تھا کہ وہ سات مشرکوں کو مار کر شہید ہوا تو آپؐ نے بس اتنا فرمایا۔

یفعل اللہ ما یشاءُ "اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے"

اس کے بعد جب (خودکشی کر لینے کی) اس کی حقیقتِ حال کو لوگوں نے آپؐ سے بیان کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا:-

اشھد انی رسول اللہ "میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں" اسکے بعد حضور نے ارشاد فرمایا

ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر "البتہ خدا اس دین کی تائید (کبھی) مرد فاجر (شخص گنہگار کے ذریعہ) سے بھی کرتا ہے۔"

ایک مجہول بزرگ نے افراد ثلاثہ کے آئندہ حالات کی خبر دی

ازانجملہ یہ ہے کہ نفحات شریف میں لکھا ہے کہ عبداللہ نام کے ایک عالم نے کہا کہ میں طلب علم میں بغداد گیا۔ اور ابن سقا اس وقت بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں میرے ساتھ تھے اور ہم دونوں عبادت میں مشغول رہتے تھے اور صالحین (نیک لوگوں) سے ملاقات کرتے تھے اور اس وقت بغداد میں ایک بزرگ تھے جن کی نسبت لوگ کہتے تھے کہ وہ (اس زمانہ کے) غوث ہیں۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ جس وقت چاہتے ہیں ظاہر ہو جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں چھپ جاتے ہیں پس میں اور ابن سقا اور شیخ عبدالقادرؒ جیلانی جو اس وقت

جوان تھے غوث کی زیارت کو چلے ابن سقا نے راستہ میں کہا کہ میں ان سے ایسا مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہ دے سکیں اور میں نے (عبداللہ نے) کہا۔ کہ میں ان سے ایک مسئلہ پوچھوں گا تاکہ دیکھوں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ "خدا کی پناہ جو میں ان سے کچھ پوچھوں۔ میں ان کے پاس (محض زیارت کی غرض سے) جاتا ہوں اور میں ان کی برکتوں کا منتظر ہوں" جب ہم لوگ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اپنی جگہ پر تشریف رکھتے ہیں پس ابن سقا کی طرف غصہ سے دیکھا اور فرمایا "اے ابن سقہ تجھ پر افسوس تو مجھ سے ایسا مسئلہ دریافت کرے گا۔ جس کا میں جواب نہ دے سکوں۔ وہ مسئلہ یہ ہے اور اسکا جواب یہ ہے اور یہ بھی ان میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تیری طرف لپک رہی ہے

پھر میری طرف دیکھا اور فرمایا "تو مجھ سے ایک مسئلہ پوچھے گا اور دیکھے گا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے یقیناً دنیا تجھے تیرے دونوں کانوں تک گھیرے گی (تو دونوں کانوں تک دنیا میں ڈوب جائے گا) اور یہ اس لئے کہ تو نے میرے ساتھ بے ادبی کی" پھر حضرت شیخ عبدالقادرؓ کی طرف دیکھا اور انہیں اپنے پاس بٹھایا انکا اعزاز فرمایا اور فرمایا

ادب کر کے خدا و رسول کو خوش کر دیا

"اے عبدالقادرؓ تو نے جس ادب کی نگہداشت کی (اس ادب) سے تو نے خدا و رسولؐ کو خوش کر دیا۔ گویا کہ میں تجھے بغداد میں دیکھ رہا ہوں کہ تو منبر پر چڑھا ہے اور (امر الٰہی سے بے ساختہ) کہتا ہے:۔

قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ — میرا یہ قدم اللہ کے کل ولیوں کی گردن پر ہے

میں تیرے وقت کے تمام اولیاء اللہ کو دیکھ رہا ہوں کہ تیرے اکرام و جلال

کے لئے سب نے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں۔

داستان فرمانے کے بعد) پھر یہ بزرگ غائب ہوگئے اس کے بعد پھر کبھی ہم نے انہیں نہیں دیکھا اور ان بزرگ نے جو کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی نسبت فرمایا تھا وہ بھی وقوع میں آیا اور ابن سقہ نے تحصیل علم میں بڑی کوشش کی اپنے ساتھیوں پر فوق لے گیا (علم ظاہر میں سب سے بڑھ گیا) خلیفہ نے اسے ملک روم کی سفارت میں بھیجا روم کے بادشاہ نے نصرانی (عیسائی) عالموں سے اس کا مناظرہ کرایا اس نے سب کو الزام دے کر لاجواب کر دیا اور بادشاہ کی نظر میں (از روئے علم) برگزیدہ ٹھہرا بادشاہ کی ایک خوب صورت لڑکی تھی یہ اس پر فریفتہ ہوگیا، اور بادشاہ سے اسکی خواستگاری کی بادشاہ نے کہا کہ اس شرط پر منظور ہے کہ تو نصرانی (عیسائی ہو جائے وہ نصرانی ہوگیا اور بادشاہ کی بیٹی کا اس کے ساتھ بیاہ ہوگیا اب ابن سقہ نے حضرت غوث کا کلام یاد کیا (اور سمجھا) کہ ان کی بے ادبی کی پاداش میں اس کفر وارتداد پر پہنچا (خدا کی پناہ)

(عبداللہ کہتے ہیں کہ میرا یہ ماجرا ہوا کہ) میں جب دمشق پہنچا۔ تو نورالدین شہید نے مجھے اوقاف کی تولیت پر مقرر کرنے کے لئے مجھ پر جبر واکراہ کیا اور اس (جائداد اوقاف) کی آمدنی کی اشرفیاں مجھے دکھائیں (اس طرح میں دنیا میں اپنے دونوں کانوں تک ڈوب گیا (یعنی) غوث کی وہ بات پوری ہو گئی، جو انہوں نے میرے حق میں فرمائی تھی۔

حضرت غوث اعظمؓ کے اکرام و اجلال کا واقعہ

اور حضرت غوث الثقلین سیدنا حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کے خداداد اکرام و جلالت قدر کا ماجرا یہ ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی اپنی

خانقاہ شریف میں بعد ہر سر منبر) ارشاد فرمارہے تھے اور مشائخ (بڑے بڑے بزرگانِ وقت میں سے) پچاس کے قریب (بزرگانِ دین) حاضر تھے اور ان میں شیخ علی ہیتی اور شیخ ابوسعید قیلوی اور شیخ ابو النجیب سہروردی اور شیخ بقا بن بطو اور شیخ ابو السعود و شیخ جاکر اور شیخ قضیب البان موصلی (ان سب پر خدا کی رحمت) اور ان کے علاوہ مشائخ کبار (موجود تھے کہ اثناء کلام میں (حضرت غوث اعظم نے) زبان مبارک سے فرمایا:-

قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ — میرا قدم کل اولیاء اللہ کی گردن پر ہے!

(عراق کے قطب زمانہ) حضرت علی بن ہیتی منبر پر آئے۔ اور حضرت کے قدم اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لئے اور آپ کے دامن کے اندر آ گئے اور تمام مشائخ نے اپنی گردنیں آپ کے روبرو جھکا دیں اور شیخ ابوسعید قیلوی نے کہا ہے کہ جب شیخ عبد القادر نے فرمایا:-

قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ — میرا قدم تمام ولیوں کی گردن پر ہے!!

تجلی الٰہی

تو حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ پر تجلی فرمائی اور حضرت رسول کریم صلعم نے مقرب فرشتوں کے ہاتھ سے آپ کو خلعت پہنایا۔ (اور یہ) ان اگلے اور پچھلے (اولیاء اللہ) کے سامنے پہنایا کہ ان میں، جو مُردہ تھے روحوں کے ساتھ اور جو زندہ تھے اس وقت اجساد کے ساتھ (مجلس مبارک) میں حاضر تھے اور ان اولیاء اللہ کی صفیں اس وقت ہوا میں تمام تھیں اور روئے زمین پر کوئی ولی باقی نہیں رہا مگر سب نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔

بعضوں نے کہا عجم کے ایک شخص نے سرِ تسلیم خم نہیں کیا تھا اس کی ولایت سلب ہو گئی تھی۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"اور اسی طرح جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کیا کریگا تو اور کسی کا حال کیوں کر جان سکے"

حضرتؒ فرماتے ہیں:۔

ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ — اللہ ہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟

آیۂ قیامت کی شانِ نزول

(اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ) یہ آیت ایک متعصب جھگڑا کرنیوالے اور کفر پر اصرار کرنیوالے کیلئے اس کے سوال کے جواب میں (کہ قیامت کب آئے گی؟) اتری ہے اس کا سوال دشمنی اور غرور کی راہ سے برائے الزام حضرتِ سید الانام تھا (تحقیق حق کے واسطے نہ تھا) لہٰذا حق تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس کے سوال پر الزام (ہی) کا ہاتھ رکھ دیا اور لا (نہیں) کے سوا نعم (ہاں) کا جواب نہ دیا اور اہل عناد و استکبار کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا ہی سزاوار ہے (موتی حیوانوں کے سامنے نہیں رکھے جاتے) اور ظلمتِ کفر پر (اندھی کافر کے لیئے) کفر کا اندھیرا اور بڑھے اس واسطے اغماض و اجمال (منہ پھیر لینے اور ٹال دینے) کی راہ پر چلتے ہیں تاکہ بے ادبی کی برائی کے سبب سے انہوں نے اسکے حق میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ وہاں تک پہنچ جائے

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین — انہوں نے اللہ کے ساتھ داؤں کیا اور اللہ نے ان کے ساتھ داؤں کیا اور اللہ بہتر داؤں کرنے والا ہے

(حقیقت تو یہ ہے) ورنہ بارگاہ رسالت کے غلاموں کے علم و اطلاعات اس قدر نقل و روایت کی گئی ہیں کہ سننے والے کے کان اور کسی مومن کا قلب اس کے سننے کی تاب و طاقت نہیں رکھتا ان روایتوں میں سے (اس کتاب) میں جو کچھ ذکر میں نے کیا وہ سمندر میں سے ایک قطرہ اور گنتی ان سوا ایک ذرہ بھر

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"غرض اللہ کے سوا کوئی آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا"

حضرتؒ فرماتے ہیں "اس کلام کا رَدّ پیشتر ہو چکا ہے"

حضرت محدث دہلوی کی تحقیق

نیز مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرحِ مشکوٰۃ میں کہتے ہیں:-

"علم کی دو قسمیں ہیں (۱) مبادی (۲) اور مقاصد"

"مبادی" وہ علوم ہیں کہ قرآن وحدیث کو جاننا اور سمجھنا جن علوم پر موقوف ہے جیسے علم لغت نحو۔ صرف اور اس کے علاوہ علوم عربیہ "مقاصد" وہ علوم ہیں جو اعمال اخلاق اور عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ سب علم معاملہ ہے اور علم مکاشفہ ایک نور ہے (یہ نور) بعد سلوک طریق حق و صدق معاملت دل میں پیدا ہوتا ہے جس (نور قلبی) سے چیزوں کی حقیقتیں کماحقہ منکشف (ظاہر و آشکارا) ہو جاتی ہیں اور یہ حق تعالےٰ کی ذات وصفات کی اور افعال الٰہیہ کی پہچان حاصل ہوتی ہے اس علم کو علم حقیقت اور علم وراثتِ نبوی کہتے ہیں ارشاد نبوی ہے صلی اللہ علیہ وسلم

من عمل بما علم علمہ ورثہ اللہ علم مالم یعلم	جس نے سیکھے ہوئے علم پر عمل کیا اس کو اللہ ایسی چیزوں کا علم بخشتا فرماتا ہے جن کو پیشتر نہیں جانتا تھا۔

یعنی علم ظاہری سے جس شخص نے جو کچھ کہ جانا اور پڑھا ہے اس پر عمل کیا تو خدائے تعالےٰ اس کو وہ علم بخشش اور نصیب فرماتا ہے جسے اس نے نہیں جانا ہے اور نہیں پڑھا ہے اور آیہ کریمہ

واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ	اللہ سے ڈرو تو اللہ تمہیں علم دے گا۔

میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

اور علم ظاہر اور علم باطن جو کہے جاتے ہیں اسکے یہ ہی معنی ہیں۔ اور

علم ظاہر اور علم باطن دونوں علوم کی ایک دوسرے کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی نسبت کہ بدن کو روح کے ساتھ ہے یا چھلکہ کا علاقہ مغز (گودے) کے ساتھ ہے اور جو آیتیں اور حدیثیں علم شان اور علم کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں مرتبوں اور درجوں کے فرق کے ساتھ دونوں قسم کے علوم کو شامل ہیں۔

ایک عارف خدا کیا فرماتے ہیں؟

شیخ محقق، عارف باللہ احمد بن عطاء اللہ اسکندریہ کے رہنے والے اپنی کتاب حِکم میں فرماتے ہیں

العلم النافع هو الذی ینبسط فی الصدر شعاعه ویکشف عن القلب قناعه

(حقیقی، نفع بخش علم وہ علم ہے۔ جو اپنی شعاعیں سینہ کے اندر پھیلاتا ہے اور قلب کو فراغ کر دیتا ہے۔

(محدث دہلوی فرماتے ہیں) اور کنایہ ہے، موجودہ آثار و علامات سے انوار کے (اندرونِ سینہ) پھیل جانے کا۔ مثل سورج کی شعاعوں کے جو زمین پر پڑتی ہیں۔ اور پھیل جاتی ہیں (اور ایک عالم کو روشن کر دیتی ہیں اس طرح (نافع علم) دل کے پردے اٹھا دیتا ہے یعنی جو پردے کہ چیزوں کی حقیقتوں کے فہم و ادراک (سمجھ بوجھ) کیلئے روک ہیں۔ ان پردوں کو دل سے دور کر دیتا ہے (اب یہ باطنی آنکھیں رکھنے والے اختیار رکھتے ہیں۔ کہ جب جس شے کی حقیقت کو دیکھنا چاہیں دیکھ لیں)

(محدث دہلوی کی عبارت ختم ہوئی)

صاحب مقام حضرات کی شان

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں ولایت کے کامل ہو جانے کے بعد کشف و مکاشفہ سالک کی ملک اور ملکہ ہو جاتا ہے (اختیاری ہو جاتا ہے، جیسے کہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنا) اس وقت

اس ولی کو کہا جائے گا کہ وہ "صاحب مقام" ہے اور یہ (صاحب مقام) حضرات ائمہ اہل بیت اور بعض حضرات اولیاء اللہ ہیں جیسے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت معروف کرخی (اور حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری) اور ان کے سوا اسی جماعت اولیاء اللہ کے اور حضرات ہیں۔ یہ حضرات (صاحب مقام) اس کا پورا اختیار رکھتے ہیں کہ وقت کی پابندی کے بغیر گذرے ہوئے حالات اور آنے والے واقعات کا (اپنی باطنی نظر سے) ادراک کرلیں۔ جیسے کہ اہل ظاہر سے ہر شخص کو کامل اختیار حاصل ہے کہ حاسہ کی قوت کے کامل ہو جانے کے بعد جس چیز کو چاہے اور جس وقت چاہے دیکھے اور سنے اور قوت حاسہ کے ادراک سے بعض چیزوں کا نکل جانا عموم و کلیت ادراک کے منافی نہیں ہے جیسا ضابطۂ خطابیات ہے (کہ خطاب عام ہوتا ہے حالانکہ خطاب کے وقت تمام افراد مخاطب موجود نہیں ہوتے تو یہ خطاب کی عمومیت کے منافی نہیں ہوتا)

حضرتؒ فرماتے ہیں:۔ مولوی صاحب اس انکار کے صحیح ثابت کرنے کے درپے ہیں جو انکار کہ انہوں نے حضرات انبیاء و اولیاء کی نذر و نیاز کے جائز ہونے کا اور ان حضرات سے احتیاج و التجا کرنے کا اور ان حضرات کے غیبی باتیں جاننے کا (اور عطائے الٰہی سے) عالم میں تصرف کرنے کا کیا ہے کیونکہ حضرات انبیاء و اولیاء کی یہ ہی وہ فضیلتیں ہیں جو ان سے محبت و عقیدت رکھنے اور ان سے التجا کرنے اور ان کی نذر و نیاز کے صحت اعتقاد کا مرکز ہیں۔ اور (ان حضرات کی فضیلتوں کا یہ انکار اسلئے کیا ہے تاکہ لوگ انتفائے فائدہ کے سبب سے (کچھ فائدہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ شرک کے خوف سے بھی ان حضرات کے ساتھ اظہار محبت و عقیدت

سے باز آئیں (اور ان کی برکتوں سے محروم رہیں) اور تمام کتاب میں ان کی روش و رفتار یہی ہے اور شاید کہ اس خوف سے کہ ہر کس و ناکس کی طرف سے ان پر الحاد اور زندقہ کا الزام آئے گا پس انہوں نے ایک دو جگہ (اپنی کتاب میں) "قید اختیار" بھی اضافہ کر دی ہے اور اسے اپنے لئے مخلص جان اور حرز امان تصور کیا ہے اسلئے کہ حضرات انبیاء اولیاء کیلئے اثباتِ اختیار کا انکار (انکار) عوام ابجد خواں ہے مگر الحمد للہ کہ کاتب حروف کے ہاتھ سے ان کے بچ کر نکل جانے کا راستہ بند ہو گیا

کشف کا انکار

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے

حضرت فرماتے ہیں "کشف کا دعویٰ تو حضراتِ انبیاء اولیاء کا ہے"

قال اللہ تعالیٰ حاکیاً عن عیسیٰ علیہ السلام وانبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم قال صلعم رأیت الجنۃ فی عرض ھذا الحائط

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کے قول کی حکایت فرماتا ہے "اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور گھروں میں جمع کر رکھتے ہو" حضور صلعم نے فرمایا اس دیوار کے سامنے میں نے جنت کو دیکھا ہے (یعنی مکاشفہ کر

اور صریح نصوص میں ایسے کشف کی مثالیں حصر و بیان سے زیادہ ہیں پس ان کے اس قول نے تمام حضراتِ انبیاء اولیاء کو مجرم ٹھہرایا ہے اور یہ کفر و زندقہ ہے

کیا استخارہ بھی شرک ہے!

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"کوئی استخارہ کا عمل کر سکتا ہے"

حضرت ارشاد فرماتے ہیں استخارہ کی نماز بذاتِ خود عبادت اور امت کے نیک لوگوں کا معمول ہے بعض چھپے ہوئے احوال جاننا استخارہ کرنے والے کی مراد ہیں خواب میں متمثل ہو جاتے ہیں اور ٹھیک راستہ نظر آجاتا ہے،

حدیث استخارہ

اس بارے میں حضرت جابرؓ سے ایک حدیث یہ ہے۔

قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا
الاستخارۃ کما یعلمنا السورۃ من القرآن
یقول اذا ھم احدکم بالامر فلیرکع
رکعتین من غیر الفریضۃ ثم لیقل

استخارہ کی دعا

اللھم انی استخیرک
بعلمک و استقدرک بقدرتک
و اسئلک من فضلک العظیم
فانک تقدر ولا اقدر و تعلم
ولا اعلم وانت علام الغیوب
اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر
خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبۃ
امری فاقدرہ لی و یسرہ لی ثم
بارک لی فیہ و ان کنت تعلم ان
ھذا الامر شر لی فی دینی و
معاشی و عاقبۃ امری فاصرفہ عنی
واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر
حیث کان ثم ارضنی بہ قال
و یسمی حاجتہ۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم ہمیں جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے اسی
طرح نماز استخارہ کی تعلیم فرماتے تھے حضور نے فرمایا
کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا قصد کرے تو چاہیے
کہ دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر یہ دعا مانگے۔

اے اللہ میرے لئے تیرے علم میں، جو بہتر ہے۔ میں تجھ
سے اس کی بہتری کی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت
سے قدرت چاہتا ہوں۔ اور تجھ سے تیرا فضل عظیم
چاہتا ہوں اسلئے کہ تو قادر ہے اور میں نہیں ہوں
اور تو عالم اور غیبوں کا جاننے والا ہے اور میں
جاہل و ناداں ہوں اے میرے اللہ۔ کہ یہ کام
اگر میرے لئے میرے دین و دنیا اور میرے انجام کار کیلئے بہتر
ہے تو اس کام کو آسانی کے ساتھ میرے لئے مقدر کر دے
اور اس کام میں مجھے برکت دے اور اگر تو جانتا ہے
کہ یہ کام میرے لئے میرے دین و دنیا اور میرے
انجام کے لئے برا ہے تو تو اس کام کو مجھ سے
اور مجھ کو اس کام سے ہٹا دے اور میرے لئے بہتری کو مقدر
کر دے۔ جہاں بھی ہو مجھے اس پر خوش رکھ اور فرمایا
حضور نے کہ (دعا میں) اپنی حاجت کا نام لے اور
کہے میری یہ حاجت ہے)

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "استخارہ کرنا چونکہ صلحائے امت کا معمول ہے اور بعض لوگ ان بزرگوں کے پاس اس حاجت کے واسطے جاتے ہیں پس حسدِ خلق نے ان کو اس بات پر ابھارا کہ عوام کو اس نماز (اور اس عبادت سے) سے ہی نفرت دلائیں"

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"تو شاید یہ بات ہو سکتی ہے کہ وہ شخص شاید سچا ہو یا مکار ان دو حال سے خالی نہیں"

حضرتؒ فرماتے ہیں "منجم اور کاہن اور رمّال اور جفّار اور فال گو اور قرعہ ڈالنے والے باطل گروہوں کو ساقط کر دینے کے بعد، وہ کون شخص ہے کہ جس کو مولوی صاحب نے تمام عالم سے سچائی کی جامع شرطوں کے ساتھ چنا ہے اور پھر اس کے سچے یا جھوٹے ہونے میں تردد کیا ہے؟ مگر یہ تو وہ شخص ہوگا جس کے حق میں لوگ نبوت یا ولایت کا گمان رکھتے ہیں اس لئے کہ از روئے قرائن (باعتبار دینداری) غیب کی باتوں کے متعلق غیرِ نبی یا غیر ولی کی بات بھروسہ کے لائق نہیں ہوتی ہے"

فلاسفہ کی رائے پر چلے

امور غائبہ کی خبر دینے والا آیا سچا ہے یا جھوٹا؟) اس میں مولوی صاحب کے تردد کی وجہ یہ ہوگی کہ نبوت یا ولایت ایک باطنی امر (باطنی معاملہ) ہے اور اس نبوت یا ولایت) کے سچے یا جھوٹ (کو خود معلوم کر لینے) کی راہ کسی کے لئے نہیں ہے۔ پس لوگوں کا ایسے شخص (نبی یا ولی) کے پیچھے جانا اور ان کو اہل قرب واطلاع سمجھ لینا (کہ اس سے تو ان حضرات کی تعظیم اور سچائی ثابت ہوتی ہے جو مولوی صاحب کو گوارا نہیں ہے پس انہوں نے اپنے جی سے یہ بات گھڑی اور ان حضرات کے حق میں اعتقاد

غیب دانی کو انہی کتاب میں کہیں کفر و شرک ٹھہرایا اور کہیں جہالت اور نادانی مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تو فلاسفہ اور منکرین خدا کا مذہب اور ان ہی کی رائے ہے جس پر مولوی صاحب چلتے ہیں اور ان فلاسفہ کو ہی (حقیقۃً) اپنا امام و پیشوا بنایا ہے اور یہ فلاسفہ (مادہ پرست اور) اہل ظاہر ہیں۔ (اہل باطن کی عظمت شان ان کے علم و عقل سے کہیں بالاتر ہے) ان لوگوں میں شک اور تردد راہ نہیں پاتا (جو بات ان کی سمجھ سے اونچی ہو۔ اس کا جھٹ انکار کر دیتے ہیں) ایسے لوگ غیبی باتیں نہیں جان سکتے۔ اور غیب دانی کا دعویٰ نہیں کر سکتے اور مُردوں کو جلانا، اور زندگی سے مایوس بیماروں کو چنگا کر دینا، ان سے کب وجود میں آسکتا ہے؟ خدا کی پناہ! نفاق والوں کے غلو سے (مولوی صاحب کے نزدیک) لوگوں کی پوری جہالت و نادانی ہے۔ پس مولوی صاحب کے حق میں یہ بات ٹھہری کہ وہ فلاسفہ کے ماننے والے ہیں اور ان کی رائے پر چلنے والے اور فلاسفہ کو انہوں نے امام و پیشوا مانا۔ یہ لوگ ارباب ظاہر (مادہ پرست) ہیں اور شک اور تردد ان لوگوں میں راہ نہیں پاتا۔ اور غیبی باتیں جاننے کا دعویٰ کرنا اور مردوں کو جلانا اور بیماروں کو اچھا کرنا، ان سے وجود میں نہیں آتا نعوذ باللہ من مقولۃ المفسد

غیر اللہ کی پکار

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

قال اللہ تعالیٰ

ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وھم عن دعائھم غافلون

فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اس سے بڑھکر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے کہ جن سے وہ قیامت تک دعا کا جواب نہیں پائیگا اور یہ تمام انکے بلانے سے غافل و بے خبر ہیں۔

حضرتؒ ارشاد فرماتے ہیں "آیۂ کریمہ بتوں کی دعا و ندا اور ان سے حاجت و مراد مانگنے کی نفی میں اتری ہے اس معنی میں کہ جنوں کو ندا و دعا قبول کرنے

کی قدرت ہے نہ اس کی (دعا) سننے کی طاقت ہے۔ اگرچہ کوئی ان کو قیامت تک پکارا کرے اور حاجت کیلئے دعا کرائے۔

حضرات انبیاء اولیاء آیہ کریمہ کے مفہوم میں داخل نہیں ہیں

اور اس آیت میں حضرات انبیاء اولیاء سے دعا کرانے اور ان کو پکارنے، اور ان سے التجا اور خواستگاری شفاعت کرنے کی نفی میں مولوی صاحب کیلئے کوئی حجت نہ ہو گی اسلئے کہ یہ حضرات نہ اصنام (بت) ہیں۔ نہ اصنام (بتوں) کے معنی میں ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو (بتوں کی طرح) ان کو بھی توڑ دینا اور جلا ڈالنا، اور ان کی توہین و تذلیل کرنا بھی جائز ہو گا جس کا قائل اہل حق میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے

اگر کہا جائے کہ (آیت کا) مورد خاص ہے اور حکم عام اسلئے بتوں کے علاوہ حضرات انبیاء اولیاء کیلئے بھی یہ ہی حکم ہو گا (جو بتوں کے لئے ہے) میں کہوں گا کہ مورد کی جنس میں حکم کا عموم ہوا کرتا ہے (غیر جنس میں نہیں ہوتا)، اور حضرات انبیاء اولیاء (بتوں کی جنس سے نہیں ہیں جیسا کہ ابھی گذرا

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"یعنی سے مسلمان شرک کرنیوالے بڑے احمق ہیں کہ اللہ سے قادر علیم کو چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں خواہ ولی ہوں خواہ نبی"

سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں " (پوچھنا یہ ہے کہ) یہ آیت ایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اتری ہے یا مولوی اسمٰعیل صاحب کے زمانہ میں؟ اگر آنحضرت صلعم کے عہد میں نازل ہوئی ہے تو اس وقت مسلمانوں کا معمول حضرات انبیاء اولیاء کی ارواح سے توسل اور التجا کرنا نہیں رہا اس لئے کہ خود آنحضرت اور ائمہ اہل بیت اور صحابہ کرام بقید حیات (موجود) تھے

پس (اس آیت کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا) صدر اول کے مسلمانوں کو (مولوی صاحب کی خود ساختہ تفسیر آیت کے بموجب) احمق و نادان قرار دینا ہوگا۔ اور اس کے (سوا اور کیا) معنی ہوں گے؟ اور اگر یہ آیت مولوی صاحب کے عہد میں اتری ہے تو جو آیت کہ آنحضرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ وہ اہل اسلام کیلئے حجت نہ ہوگی اسواسطے کہ اہل اسلام احمد عربی (روحی فداہ) کے قرآن کے ماننے والے ہیں۔ نہ کہ احمد بریلوی کے ماننے والے۔ نعوذ باللہ من غوالمعتدین

اگر کہا جائے کہ جو مسلمان صدر اول میں تھے۔ انہوں نے اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں رسول اکرم سے توسل و التجا کا طریقہ (اختیار) کیا ہے۔ اور ایسا کرنا ان کی حماقت تھی، اور یہ شرک تھا۔ اس لئے کہ قادر علیم کے موجود ہوتے ہوئے" ان کو پکارنا اور ان سے التجا کرنا عقل و حکمت (اور توحید) کے خلاف ہے میں کہوں گا کہ یہ توجیہ سیاق کلام کے خلاف ہے اس لئے کہ مولوی صاحب کی روانیٔ کلام مُردوں کے بارے میں ہے زندوں کے بارے میں نہیں ہے

خلف کے لئے محبت سلف صالحین

اسکے باوجود میں کہوں گا کہ صدر اول کے حضرات کرام کے اقوال و افعال اگرچہ مولوی صاحب ان کو حماقت و سفاہت جانیں (زبانیٔ بخدا) اہل اسلام کیلئے سنت ہیں

قال صلعم وعلیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین ۔

فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری سنت (یعنی اقوال و افعال) کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرلینا تم پر لازم ہے۔

وقال صلعم اصحابی کالنجوم بایّھم

اور آپ نے فرمایا میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) [illegible]

اقتدیتم اھتدیتم | بتانے والے ستاروں کے مانند ہیں ان میں جس کے پیچھے تم چلو گے راستہ پاؤ گے،
لہٰذا اہل سنت وجماعت کے علمائے عظام نے کتاب (قرآن) وسنت (حدیث و آثار) کی تفسیر میں حضرات صحابہ کے روایت کئے ہوئے معانی (و مطالب کے سوا اپنی طرف سے کچھ افترا نہیں کیا ہے نہ ائمہ (دین کے پیشواؤں) کی مقرر کی ہوئی حدوں سے قدم باہر رکھا ہے اور یہ اسلئے کہ جس طرح کتاب و سنت ان کے لئے دلیل (سند و حجت) ہے اسی طرح امت کا خاص کر صحابہ کرام کا اجماع بھی دلیل (اور باعث رہبری و رہنمائی) ہے اگر حضرات صحابہ کا حضرت نبی علیہ السلام سے توسل والتجا کرنا، مولوی صاحب کی نظر میں حماقت ہے تو یہ ہی التجا و توسل اہل سلام کی نظر میں حذاقت اور دانائی ہے۔ حق تعالے ان میں سے ہر گروہ کو ان کے عمل و عقیدہ کی جزا دیگا اور یقیناً جزا دیگا اور دیگا
مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"اول تو وے ان کا پکار نا سننے ہی نہیں، دوسرے کچھ قدرت نہیں رکھتے"

حضرتؒ ارشاد فرماتے ہیں "مولوی صاحب کا ظاہر کلام حضرات انبیاء اولیاء کی ارواح کے بارے میں ہے کہ اہل سنت وجماعت حاجت کے وقت ان کی طرف متوجہ ہوتے، اور ان کو حصول مراد کا وسیلہ گردانتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ آیا محض حضرات انبیاء اولیاء کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنی شرک ہے، یا حاجت برآری کی قدرت اور پکار سننے (کی قوت) کا ان کے لئے اعتقاد رکھنا شرک ہے پہلی صورت، اگر ہے تو زندوں کو پکارنا، اور ان سے مدد چاہنا بھی شرک ہوگا اسلئے کہ وہ خدا نہیں ہیں (اور زندوں کو پکارنے پر بھی قادر و علیم کی ذات سے روگردانی لازم آتی ہے۔ اور اگر دوسری صورت میں تو ان حضرات (انبیاء اولیاء) کے نہ سن سکنے، اور قدرت نہ رکھنے کو مان

لینے کی تقدیر پر ان حضرات کے اس عالم دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد ان کو پکارنا ایک غیر سامع (نہ سننے والے کو) سامع (سننے والا) اور قادر سمجھ کر پکارنے کی طرح ہوگا (کیا) یہ بھی شرک ہو جائیگا؟ (یعنی ایک نہ سننے والے کو سننے والا سمجھ کر پکارنا بھی شرک ہو جائیگا؟)

حاضر و ناظر

اگر کہا جائے کہ وہ غیر سامع (وہ بہرا) اپنی جگہ پر ہے اور اس کے رہنے کی جگہ (اس کا ٹھکانا) متعین ہے تب اس کو پکارنا اور اس سے مدد مانگنا شرک ہوگا یہ بات زیادہ سے زیادہ اعتقادی ہوگی بخلاف حضرات انبیاء اولیاء کے کہ وفات کے بعد ان کے رہنے کی جگہ متعین نہیں ہے پس ان کو پکارنا اس عبادت کی دلیل ہے کہ پکارنے والے نے ان کو ہر جگہ حاضر و ناظر جانا ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا یہ حق سبحانہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

میں کہوں گا کہ جن بزرگوں کا مدفن (قبر) متعین ہے ان کو پکارنا تو جائز ہوگا؟

اگر کہا جائے کہ یہ پکارنا جو متعارف ہے یہ ارواح کو پکارنا ہے نہ کہ اجسام (جسموں کو پکارنا۔ اور قبریں جسموں کی جگہ ہیں۔ روحوں کی جگہ نہیں ہیں

برزخ

میں کہوں گا کہ روحوں کا مقام بھی مقرر ہے۔ ایمان والوں کی روحوں کا مقام عالم علوی ہے۔ اور غیر مومن لوگوں کی روحوں کا ٹھکانا عالم سفلی ہے اور (علوی و سفلی) ان دونوں مقاموں کو مقام برزخ کہتے ہیں۔ پھر باوجودیکہ ایمان والوں کا برزخ عالم علوی ہے ان کے مقامات درجوں کے اختلاف سے مختلف ہیں جیسے کہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں

وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا

(قسم ہے ان کی) جو ایمانداروں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں۔ جیسے کہ بند کھول دیتے ہیں اور ان کارکنانِ قضا و قدر کی قسم) جو زمین و آسمان کے درمیان

تیرتے رہتے ہیں۔ پھر (اوپر سے جو حکم ہوتا ہے) اس کے سننے کو
لپکتے ہیں جیسا حکم ہوتا ہے اسکے مطابق دنیا کا انتظام کرتے ہیں

(اس مندرجہ بالا) آیت کی تفسیر فرمائی ہے۔ (لکھتے ہیں)

نفوس فاضلہ، انتظام کرتے ہیں

"نفوسِ فاضلہ کی صفتیں یہ ہیں کہ عالم ملکوت کے نوروں کے سمندروں میں شناوری کر کے (تیر کر) مقام قدس میں پہنچتے ہیں اور عالمِ دنیا کا انتظام و تدبیر کرنے میں قائم ہیں"

ارواح اہل ایمان کی قرارگاہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ روح مومن ایک پرندہ ہے، جو بہشت کے درختوں پر چرتا چگتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن جب ایمان داروں کو خاک (قبر) سے اٹھایا جائے گا تو پھر ان پرندوں کی روحیں ان کے بدنوں میں آجائیں گی۔

پس اس یقین و اعتقاد کے باوجود کہ مومنوں کی روحیں عالم افلاک میں ہیں انکا پکارنا ان کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے اعتقاد کی دلیل کیونکر ہو جائیگا؟

قرب و جوار الٰہی

بلکہ ان حضراتِ انبیاء و اولیاء کے بارہ میں اہل سنت و جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ حضرات بارگاہ حق سبحانہ تعالیٰ کے جوار و قرب میں ہیں۔ اور اسی مقام سے اپنے التجا کرنیوالوں کا کلام سننے اور (بارگاہِ خداوندی سے) ان کی حاجتیں پوری کراتے ہیں۔

(جب صورت اعتقاد یہ ہے تو پھر) ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت جو خدا کی صفت ہے اس کا ان حضرات کیلئے اثبات کیونکر ہو گیا؟

اگر کہا جائے کہ اتنی دور کے فاصلے سے ان حضرات کا سن لینا محال ہے تو میں کہوں گا کہ اتنی دور کے فاصلے سے نہ سننا یہ (جسموں کے قیاس پر درست ہو گا کہ (جسم دور کی آواز نہیں سن سکتے) اور روحوں کے متعلق البتہ

قیاس کرنا) قیاس فاسد ہے اسلئے کہ شرع سے ثابت ہے کہ مومنوں کی روحیں ساتویں آسمان پر حاضر ہونے کے باوجود منکر و نکیر (فرشتوں کے سوال و جواب کیلئے پھر قبر میں آتی ہیں اسکے علاوہ بھی برکت والے دنوں اور برکت والی راتوں میں جیسے کہ جمعہ کے دن، جمعہ کی رات اور شبِ قدر ہے وہ روحیں عالم دنیا میں اترتی ہیں اور اپنے مقام پر چلی جاتی ہیں۔

اور یہ اُترنا اور چڑھنا جسموں کے لئے ہزار برس میں بھی ممکن نہیں ہے

واللہ از جاں ہم پاک تر

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک ہماری روحوں سے ہزاروں درجے بڑھکر عزیز تر اور لطیف تر ہے تو عام مومنوں کی بحث میں آنحضرتؐ کو کس طرح لایا جائے مومن کی۔ روحیں پل بھر میں جتنا فاصلہ طے کرتی اور) اترتی چڑھتی ہیں آں حضرتؐ معراج کی رات میں جسم کے ساتھ ایک آن میں عرشِ معلّٰی پر گئے اور آئے پس بدنوں پر روحوں کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

یہ شرک نہ ہوگا

(عرض) سننے کی قدرت کو ان (حضرات کیلئے محال بھی مان لیا جائے تو اس تقدیر پر اعتقاد کی رو سے (یہ)، واقعہ کے خلاف ہی تو ہوگا، خلاف توحید یعنی شرک نہ ہوگا اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا یہ حق تعالےٰ کی صفت ہے جس کی تحقیق پیشتر گذر چکی۔

ان تقریروں سے واضح ہوگیا کہ حضراتِ انبیاء و اولیاء کے عالم دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد ان کو پکارنا اور ان سے مدد چاہنی (یہ اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں درست ہے) اس سے شرک لازم نہیں آتا لیکن (سوال یہ ہے کہ ان حضرات کو التجا کرنیوالوں کی پکار سننے کی قوت اور ان کی حاجتیں پوری کرنے کی قدرت ہے یا نہیں!؟ اس کیلئے ایک لمبی بات چیت کی ضرورت ہے

پس جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء اولیاء کو عالم دنیا میں سننے کی طاقت اور تصرف کرنے کی قدرت لوگوں کی عام اور مقررہ طاقت و قوت سے زیادہ تھی

اخبار و آثار میں اس کی دلیلیں اور شہادتیں بہت ہیں۔

حضرت عمرؓ کی آواز

از آنجملہ یہ ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کے روز حضرت عمرؓ منبر پر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ یکایک خطبہ پڑھنا چھوڑ دیا اور دو یا تین بار یہ فرمایا۔

یا ساریۃ الجبل الجبل — اے ساریہ! پہاڑ پہاڑ!!

اسکے بعد آپ پھر خطبہ میں مشغول ہوگئے اور خطبہ پورا کیا لوگوں نے کہا۔ کہ حضرت عمرؓ (آج) یقیناً دیوانہ ہوگئے تھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نماز کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آئے اور کہا اے عمر آج آپکو کیا ہوگیا تھا کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے آپ نے یہ بات کہی اور لوگوں کی زبان اپنے اوپر کھلوائی

حضرت عمرؓ نے فرمایا" اس وقت میں نے دیکھا کہ ساریہ اور اس کا لشکر پہاڑ کے قریب کافروں کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہے اور کافر ساریہ کے لشکر کو آگے سے اور پیچھے سے گھیرتے جاتے ہیں یہ حالت دیکھ کر مجھے ضبط کی طاقت نہ رہی اور میں نے وہ الفاظ کہے اور اس طرح لڑائی جیت لینے کی حکمت بتائی) تاکہ ساریہ اور اسکا لشکر پہاڑ کو پیچھے رکھے اور کافروں کے شر اور دشمن کی جنگی چال) سے بچ جائے

ایک مہینہ کا فاصلہ تھا

لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ سے ساریہ کے لشکر گاہ تک ایک مہینہ کا راستہ تھا (اتنے فاصلہ کے باوجود) ساریہ نے حضرت عمرؓ کی آواز کو بہاوند میں سنا اور لشکر اسلام کی فتح ہوگئی

دُور کی پکار سُن لی

ازآنجملہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بہت دور جگہ بھیجا تھا ایکدن یکایک آپ نے مدینہ میں پکارا۔ یا لبیکا یا لبیکاہ۔ اے پکارنے والے میں تیرے پاس حاضر ہوں (امیر المومنین فاروقِ اعظم کی، یہ آواز یہ پکار) کیوں اور کس کے لئے تھی اسے لوگوں نے اس وقت تک نہ جانا کہ اس لشکر کے سردار خدا کی بخشی ہوئی ہمت و توفیق اور نصرت و حمایت کی بدولت فتح کر لینے کے بعد مدینہ میں لوٹ کر آئے فاتح لشکر کی گنتی ہو رہی تھی کہ حضرت عمرؓ نے سردار لشکر سے فرمایا "یہ کام تو ابھی چھوڑ دو پہلے اس شخص کا حال بتلاؤ جسے زبردستی تم نے پانی میں دھکا دیا تھا" انہوں نے کہا۔ کہ

"امیر المومنین میں نے اس شخص کے ساتھ کسی قسم کی شرارت کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ واقعہ یہ پیش آیا۔ کہ ہم لوگ ایسے دریا پر پہنچے جس کی گہرائی سے ہمیں واقفیت نہ تھی (بغیر دیکھے بھالے) ہم لوگ اس دریا سے نہیں گذر سکے۔ ہم نے اس شخص کو برہنہ کیا اور دریا کی گہرائی کا حال معلوم کرنے کو ہم نے اسے دریا میں اتارا ٹھنڈی ہوا اس پر اثر کر گئی وہ فریاد کرنے لگا

واعمراہ واعمراہ ! اے عمر میری فریاد کو پہنچو۔

یہ کہتے کہتے جاڑے کی سختی سے ہلاک ہوگیا۔

جب یہ ماجرا لوگوں نے سنا۔ تو اب جانا۔ کہ حضرت عمرؓ کا فرمانا "میں تیرے پاس ہوں" اس مظلوم فریادی کی پکار کا جواب تھا

دنیا بھر کا حال روشن ہوجاتا

ازآنجملہ یہ ہے کہ نفحات شریف میں لکھا ہے شہر ہرات میں ایک شخص زاہد عبداللہ تھے جنہوں نے وصال کا روزہ (پے در پے روزہ) برابر تیس برس

تک رکھا اور بہت مشہور و مقبول تھے ایک رئیس نے حسن عقیدت سے اپنی لڑکی ان کے نکاح میں دے دی تھی نکاح کے بعد بارہ برس سے راس (فوت تک) وہ اس شخص کے گھر میں کنواری رہی۔ جب شیخ الاسلام حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ ہرات میں تشریف لائے تو اس زاہد نے اپنی منکوحہ سے کہا میرے کپڑے دے آ، تاکہ میں احمد کے پاس جاؤں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مرد بزرگ ہیں ذرا میں بھی تو دیکھوں، کہ ان کا کیا حال ہے؟ اس عورت ضعیفہ نے کہا کہ اگر امتحان لینا ہے تو خبردار! نہ جانا یہ شخص وہ نہیں ہیں، جو تم نے سمجھا ہے اگر تمہارے دل میں یہ جذبہ (وارادہ) ہو کہ وہ تمہیں جو حکم دیں گے تم اسے مانو گے (اور تعمیل حکم) بجالاؤ گے۔ تو بیشک تم ان کے پاس جاؤ ورنہ ان کے پاس مت جاؤ آزمائش کے ارادہ سے اگر جاؤ گے تو نقصان اٹھاؤگے

زاہد نے کہا۔ جاکر تو میرے کپڑے تو لے آ تو (بھلا) کیا جانتی ہے!

زاہد نے کپڑے پہنے اور حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ حضرت نے سلام کا جواب دیا۔ اور (برنا بارے) فرمایا کہ تو نے کس ارادہ سے ہمارے سلام کا قصد کیا ہے تجھے معلوم ہے کہ اس عورت نے تجھ سے کیا کہا تھا (پھر خود ہی اس عورت کے کلام کو ظاہر فرمایا کہ تمہیں جو حکم دیا جائے تم فرمانبرداری کرنا تو اگر میں تجھے حکم دوں۔ تو کیا تو فرمانبرداری کریگا؟ زاہد نے کہا کہ جب آپ ٹھیک بات ارشاد فرمائیں گے تو میں کیوں نہیں مانوں گا حضرت نے فرمایا کہ واپس چلا جا اور (محلہ) کوئے سنگی پر جا محمد قصاب ترمذی کی دکان پہ بجھنے ہوئے گوشت کی جو (ران) کھونٹی پر لٹک رہی ہے اسے خریدلے اور بقال بنئے سے انگور کا شیرہ اور گھی

خرید اور یہ چیزیں ہاتھ میں لٹکا کر اپنے گھر لے جا (پھر فرمایا)
من حمل سلعتہ فقد برئ من الکبر (جس نے اپنا سامان خود اٹھایا بیشک وہ غرور سے بری ہو گیا)
اور (گھر پہنچ کر) بیوی سے کہنا کہ اس گوشت کا قلیہ پکائے اور گھی اور انگور
کا شیرہ دونوں کو ملا کر حلوی تیار کرے پھر اس عورت کو ساتھ لے کر روزہ
افطار کر اور اس کے حقوق سے اس بارہ سال میں جو کچھ کہ تجھ پر واجب
تھا اسے ادا کر۔ پھر حمام میں جا کر غسل کر۔ اور جس چیز کا تو اتنے
برسوں سے طالب تھا، اور (تیس سال کی محنت و ریاضت سے
جسے تو نے اب تک نہیں پایا) اگر اسی گھنٹے میں تجھے حاصل نہ ہو تب تو آنا
اور احمد کا دامن گیر ہونا۔ تاکہ احمد اس (ذمہ داری) سے عہدہ برا ہو!

حضرت شیخ الاسلام نے یہ ارشاد فرمایا۔ تو زاہد نے اپنے جی میں کہا
کہ حضرت مجھے ایسے کام کا حکم دے رہے ہیں جس کے ادا کرنے کی مجھ میں
ہمت اور وسعت نہیں ہے (میری) حالت یہ ہے کہ اس تیس برس کی مدت
میں، میں نے اپنے اندر کوئی (مردانہ) قوت نہیں دیکھی ہے پھر کنواری
عورت سے میں کس قوت سے برتاؤ کروں گا۔ حضرتؒ (فراست باطنی
کے نور سے) سمجھ گئے کہ زاہد کیا سوچ رہا ہے فرمایا، جا تیرا کام تجھ پر آسان
ہو جائیگا، مت ڈر اگر ضرورت پڑے تو احمد سے مدد مانگنا۔ زاہد اٹھا اور
حضرتؒ نے جو کچھ فرمایا تھا، بجا لایا۔ قلیہ اور حلوی تیار کیا اور روزہ کھولنے
کے وقت میاں بیوی نے مل کر یہ کھانا کھایا کھانا کھانے کے درمیان
میں زاہد کے اندر ایک حرکت پیدا ہوئی۔ چاہا کہ مباشرت میں مشغول ہو عورت
نے کہا اتنا تو توقف کرو کہ (میں) کھانے سے فارغ ہو جاؤں کھانے
سے فراغت کر کے زاہد نے جب مشغول ہونے کا ارادہ کیا تو اب اپنے میں کوئی

قوت نہ پائی۔ حضرت شیخ کو یاد کیا اور (ان) سے مدد کا خواستگار ہوا حضرتؒ اس وقت اپنی جماعت میں تشریف رکھتے تھے آپ مسکرائے اور (وہیں بیٹھے بیٹھے یہ) فرمایا اے زاہد اپنے کام میں مشغول ہو جا ڈر نہیں، ٹھیک ہو گا" زاہد کا مقصود حاصل ہو گیا اور حمام میں جا کر غسل کیا جب غسل کر چکا تو اس وقت جو کچھ شہر کے اندر تھا وہ سب یکبارگی اس پر ظاہر ہو گیا۔ جب زاہد (پھر) حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت رح نے فرمایا احمد کا کیا قصور ہے (اے زاہد) جب تیری ہمت اس شہر کی چادر دیواری سے زیادہ نہ تھی (تو تجھ پر اتنا ہی روشن ہوا جو چاردیواری شہر کے اندر تھا ورنہ شہر کی چاردیواری کے بدلے اگر دنیا کی چار دیواری بھی ہوتی تو دنیا بھر میں جو کچھ تھا) وہ تجھ پر منکشف ہو جاتا

سرکار بغداد کی مہتم بالشان کرامت

ازانجملہ یہ ہے کہ نفحات شریف ہی میں ہے کہ ایک درویش نے کہا کہ میں اور شیخ علی ہیتی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادرؒ کے مدرسہ میں تھے کہ بغداد کے رئیسوں میں سے ایک رئیس آدمی حضرتؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے میرے سردار آپؓ کے جد (آپ کے حضرت نانا جان) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی دعوت کی جائے اگر وہ بلا عذر شرعی قبول نہ کرے تو اس نے بیشک ابوالقاسم کی (یعنی حضور صلعم کی) نافرمانی کی میں آپ کو اس وقت اپنے گھر میں دعوت دیتا ہوں"

(حضور غوث الثقلینؓ نے) فرمایا "اگر مجھے (حق سبحانہ تعالیٰ سے) اجازت مل گئی تو میں آ جاؤں گا۔ پھر آپ تھوڑی دیر سر جھکائے رہے اور فرمایا "میں آتا ہوں" پس آپ خچر پر سوار ہوئے حضرت شیخ علی ہیتیؒ نے دہنی

رکاب پکڑی اور میں نے بائیں رکاب۔ یہاں تک کہ ہم لوگ میزبان
کے گھر پر پہنچے دیکھا کہ بغداد کے قریب تمام علماء اور مشائخ
اور خاص خاص لوگ وہاں موجود ہیں۔ دسترخوان بچھایا گیا۔ اور
اس پر طرح طرح کی نعمتیں چنا گئیں۔ پھر دو شخص ایک ڈھکا ہوا بڑا
پٹارہ اٹھا کر لائے اور دسترخوان کے آخر میں رکھ دیا اس کے بعد جب کھانا کھایا جانے لگا

حضرتؓ سر جھکائے بیٹھے تھے آپ نے نہ تو خود تناول فرمایا نہ اوروں کو
کھانے کی اجازت دی آپ کے رعب و وقار سے اس وقت اہل مجلس کی یہ
حالت تھی جیسے کہ انہیں بے حس و حرکت دیکھ کر ان کے سروں پر جانور
آن بیٹھے ہیں (اور وہ سب کے سب بے حس و حرکت چپ چاپ تھے)
پس حضرت شیخ علی ہیتی نے میری طرف اشارہ کیا کہ اٹھو تاکہ ہم اس
پٹارہ کو سامنے لے آئیں اس کو ہم دونوں نے اٹھایا۔ بہت بھاری اور بہت
وزن دار پایا (ہم نے) حضرتؓ کے روبرو رکھ دیا فرمایا کہ اسے کھولا جائے
تو ہم نے اسے کھولا اس میں صاحب خانہ کا لڑکا پڑا ہوا تھا۔ جو جنم کا اندھا
بھی تھا اور فالج کا مارا ہوا بھی اور جذامی بھی حضرتؓ نے اس لڑکے سے فرمایا:

قم باذن اللہ معافیٰ — اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا

آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ (وہ لڑکا بینا ہو گیا) اور چلتا پھرتا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا
نہ نابینائی رہی نہ فالج رہا، نہ جذام کوئی آفت نہ رہی اب حاضرین
میں فرط عقیدت سے سبحان اللہ صلی علیٰ کا ایک شور اٹھا اور حضرت وہ
لوگوں کے ہجوم میں بغیر کچھ کھائے باہر تشریف لے گئے۔

ایک بڑے بزرگ نے کرامت دیکھ کر کیا فرمایا

راوی کہتے ہیں پھر ہم حضرت ابو سعید قیلویؒ کے پاس گئے اور یہ قصہ ان سے بیان کیا

تو انہوں نے کہا کہ شیخ عبد القادر رضؓ تو اللہ کی اجازت سے اندھوں کو بینا کوڑھیوں کو اچھا اور مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

جسمانی یا روحانی حضرتؒ فرماتے ہیں الیس میں کہتا ہوں کہ سننے کی قوت اور تصرف کی قدرت جو حضرات انبیاء اولیاء کو حالت حیات میں عادات اور معمولاتِ انسانی سے زیادہ تھی تو وہ ان کے بدنوں کی قوت و قدرت سے تھی یا ان کی پاک روحوں کی قوت و قدرت سے ؟ اگر بدن کی قوت مانی جائے تو یہ بات ٹھیک نہ ہوگی کیونکہ اہل اجساد آخر جو آرام و آسایش حاصل کرتے ہیں مبالغہ اور جسمانی قوتوں کے بڑھانے میں بہت کوششیں کرتے ہیں تو یہ اہل اجساد اس کمال کو حاصل کرنے میں ان حضراتِ انبیاء اولیاء سے زیادہ بڑھے ہوئے اور زیادہ کامل ہوں گے (حالانکہ) یہ حضرات رمضان کے فرض روزے اور دہر اور وصال کے نفلی روزے رکھ کر اور خلوت میں چلے کشی اور ریاضتیں اور مجاہدے اور ذکر و فکر اور شغل و مراقبہ سے قوائے جسمانی کے رکنے دور اور مٹانے میں کوشش کرتے اور کھانے پینے کی چیزوں سے لذت حاصل کرنے سے تمام اور عورتوں سے زیادہ تر برطرف رہتے اور واقعہ اس کے خلاف ہے یعنی اہل اجساد میں بلحاظ تنومندی و قوتِ جسمانی یہ کمالات کچھ نہیں تھے نیز ان حضرات کا نام اہل باطن رکھا گیا ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عام امت کے نزدیک بھی قوت سماع و قدرتِ تصرف صفاتِ روحانی ہیں صفاتِ جسمانی نہیں ہیں

ارواح کو فنا نہیں ہے اب سوال یہ ہے کہ بدنوں کے فنا ہونے کے بعد روحیں بھی فنا ہو جاتی ہیں یا باقی رہتی ہیں ؟ اگر فنا ہو جاتی ہیں تو یہ بعض فلاسفہ اور زنادقہ کی رائے ہے کہ یہ لوگ عالم کے قدیم رہنے کے

حادث ہونے کے قائل ہیں۔ اور آخرت میں عذاب و ثواب مرتب ہونے کے منکر ہیں (فلاسفہ کے اس باطل عقیدہ کی) تردید کرنی، اس جگہ ہماری بحث سے خارج ہے لہذا علم کلام اور معتقدات اہل سنت وجماعت) کی کتابوں پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ علم کلام اور عقائد کی یہ کتابیں دیکھ لی جائیں جن میں فلاسفہ کے باطل عقائد کی تردید کی گئی ہے)

اور اگر ارواح کو (آدمی کے مرنے، اور جسموں کے فنا ہوجانے کے بعد بقا ہے فنا نہیں ہے، تو بقائے محل (جو ان حضرات انبیا واولیاء کی ارواح مقدسہ ہیں) بقائے حال کو مستلزم ہوگا۔ بلکہ کچھ زائد شے کے ساتھ (تو جب ارواح کو بقا ہے، اور ان ارواح کے حال کو یعنی قوتوں کو بھی بقا ہے۔ تو یہی ان حضرات کی قدرت تصرف اور قوت سماع کا برقرار رہنا ہے) اور یہ اسلئے کہ حضرات انبیاء اولیاء بدنوں کی قید سے آزاد ہو کر رب العباد (پروردگار عالم) کے حظیرۂ قدس میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ہمیشہ کی زندگی، اور سرمدی بقا سے مشرف اور فائز المرام ہیں اور یہ سب ان حضرات کے علم اور قدرت میں ترقی ہونے کے اسباب ہیں۔

نصوص سے ثبات

اگر کہا جائے کہ یہ سب کچھ حضرات انبیاء اولیاء کی ارواح اور ان کی روحی قوتوں کے برقرار رہنے کے اسرار (بھید) اور ان کی قدرت اور علم کی ترقی تو ہے بشرطیکہ حدیث نبوی اور آثار صحابہ سے اگر اس پر نص پائی جائے، اگر نص سے) یہ بات ثابت ہوجائے تو یہ باعث ہوگا قوت ایمانی کی ترقی کا!

میں کہوں گا کہ سید الابرار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فروع میں مبتلا ہیں مگر اسناد و آثار (کلام) کرنا اور باطنی باتوں کو ظاہر کرنا، یہ ثمرہ دل اور زندیقوں

کا کام ہے جس سے اہل سنت و جماعت کوسوں دور ہیں بلکہ اس بارہ میں ان کیلئے تو اخبار و آثار سے دلیلیں اور شبہات و تمیں بہت ہیں۔

آنحضرت کی وفات کے بعد آپ کو پکارا اور وسیلہ ٹھہرایا

از آنجملہ یہ ہے کہ طبرانی معجم کبیر میں حضرت عثمان ابن حنیف سے روایت کرتے ہیں ایک شخص تھا جس کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ ابن عفان سے کوئی حاجت تھی اور وہ (حاجت) پوری نہیں ہوتی تھی اور حضرت عثمان ابن عفان (رضی اللہ عنہ) اس شخص کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے یہ شخص اپنا ماجرا عثمانؓ بن حنیف کے پاس لے گیا اور اپنی حاجت و مراد پوری کرنے کی صورت تلاش کی انہوں نے کہا کہ وضو خانہ میں جاکر وضو کر اور مسجد میں جا اور دو رکعت نماز ادا کر اور کہہ یہ

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبینا محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی لیقضی حاجتی	یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور رحمت والے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ ٹھہرا کر تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں آپکو وسیلہ بنا کر اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ آپ میرے حق میں توجہ فرمائیں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے۔

اور اس کے بعد (دربار خلافت میں جا اور) اپنی حاجت کو عرض کر انہوں نے جو فرمایا تھا اس پر عمل کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان کے دروازہ پر آیا دربان اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان کی خدمت میں لے گیا آپ نے فرش خاص پر بٹھا کر اس کی حاجت کو پوچھا اور جو حاجت تھی روا کر دی۔ اور فرمایا کہ "تجھے اور حاجت ہو تو آکر مجھ سے کہنا میں تیری حاجت روائی کر دیا کروں گا"

وہ شخص حضرت عثمانؓ کے پاس سے خوش ہو کر آیا اور عثمان بن حنیف کے پاس جا کر کہا۔ اللہ آپ کو اچھی جزا دے شاید آپ نے حضرت عثمان سے میری حاجت روائی کیلئے کچھ کہا ہے جو انہوں نے آج مجھ سے ایسا معاملہ کیا اور اس سے پہلے تو ان کو کبھی میرے حال پر التفات نہ تھا عثمان بن حنیف نے کہا کہ واللہ! میں نے ان سے (امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے کچھ نہیں کہا سوائے اسکے کہ میں نے حضرت رسول خدا صلعم کو دیکھا تھا کہ ایک اندھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے آپ سے دعا کی خواستگاری کی تاکہ اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں (اور اس حدیث کو پورا بیان کیا پس اس پر میں نے قیاس کیا کہ آنحضرت صلعم کا وسیلہ اختیار کرنا مقصد برآری اور حاجت پوری ہونے کا سبب ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں تھا ویسا آپکی وفات کے بعد بھی

امام مالکؒ اور خلیفہ ابو جعفر

انہی میں سے ایک یہ ہے کہ قاضی عیاضؒ مالکی (اپنی کتاب) شفا میں لکھتے ہیں کہ "ابو جعفر خلیفہ اور حضرت امام مالکؒ کے درمیان مسجد نبوی میں مناظرہ ہوا تھا یہ کہ دوران گفتگو میں خلیفہ نے اپنی آواز بلند کی تھی حضرت امام مالکؒ نے کہا اے امیر المومنین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں آپ کیوں اونچی آواز سے بولتے ہیں؟ حالانکہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں ایک قوم کو ادب سکھایا اور فرمایا

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ (اپنی آوازیں نبی صلعم کی آواز سے اونچی نہ کرو اور حق تعالیٰ) نے دوسری قوم کی تعریف فرماتا ہے۔

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ۔	بیشک وہ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلعم کے سامنے پست کرتے ہیں یہ وہ ہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ و پرہیزگاری کے لئے چن لیا ہے۔

بعد وفات بھی وہی ادب واجب ہے

(حضرت امام مالکؒ نے خلیفہ سے کہا اسی طرح یعنی جان لے کہ نبی صلعم کا ادب احترام وفات شریف کے بعد بھی آپ کی زندگی کے ادب و احترام کی طرح ہے

حضرت امام مالکؒ کے اس فرمانے کا خلیفہ پر اثر ہو گیا اور وہ رو پڑا اور اس میں) نرمی و تواضع (اور فروتنی) کی زیادتی ہوئی۔

دعا میں ترو بسوئے روضۂ پاک

(خلیفہ نے کہا کہ) یا ابا عبداللہ دعا کے وقت قبلہ کو سامنے کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو جاؤں (دعا کے وقت سائل رو بسوئے قبلہ ہو یا رو بسوئے روضۂ اطہر ہو؟) آپ نے فرمایا کہ "تو اپنے پیغمبر صلعم سے کیوں روگردانی کریگا (جبکہ حقیقت یہ ہے) کہ وہ اللہ کے نزدیک تیرا وسیلہ ہیں۔ اور تیرے باپ حضرت آدم صفی اللہ کا وسیلہ ہیں (کہ آپ کا وسیلہ اختیار کرنے سے انکی خطا معاف ہوئی) پس تو پیغمبر صلعم کی طرف رخ کر اور آپ سے طلب شفاعت کر تاکہ آپ تیری شفاعت کریں

قبر شریف پر جا کر کہا اور خواب میں رزق عطا فرمایا

از انجملہ یہ ہے کہ ابو بکر بن اقطع کہتے ہیں کہ میں شہر رسول مدینہ پاک میں آیا اور مجھ پر پانچ روز گذر گئے کہ میں نے کھانا چکھا تک نہ تھا چھٹے روز میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پہ جا کر کہا

انا ضیفک یا رسول اللہ — یا رسول اللہ میں آپکا مہمان ہوں۔

اسکے بعد خواب میں دیکھا کہ حضور سرور انبیاء تشریف لا رہے ہیں داہنے جانب حضرت ابو بکر صدیقؓ بائیں طرف حضرت عمر فاروقؓ اور سامنے حضرت علی ابن ابی طالب تھے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھ سے فرمایا اٹھ! کہ پیغمبر خدا تشریف لاتے ہیں

میں نے جاکر آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا حضور نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی میں (اسی حالتِ خواب میں کھانے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسی) روٹی کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں باقی تھا۔

قبر میں رہتے ہوئے تصرف

ازآں جملہ یہ ہے کہ نفحات شریف میں ہے کہ (ایک بزرگ) شیخ ابوالحسن قرشیؒ نے کہا "میں بزرگوں سے چار آدمیوں کو جانتا ہوں کہ اپنی قبروں میں رہتے ہوئے تصرف کرتے ہیں جیسے کہ زندہ تصرف کرتے ہیں (وہ بزرگ یہ ہیں) (۱) حضرت معروف کرخیؒ (۲) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۳) حضرت شیخ عقیلؒ (۴) حضرت شیخ حیاۃ حرانیؒ (اللہ ان سب سے راضی ہو)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا بھی یہی مذہب ہے!

ازآں جملہ یہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ سورۃ انشقاق کی تفسیر میں فرماتے ہیں "یہ حالت عام مردوں کی ہے اور بعض خواص اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ انہیں ان کے بنی نوع کے تکمیل سلوک) اور ارشاد کیلئے خدائے تعالیٰ نے آلہ جارحہ بنایا ہے اور (بعد وفات کی حالت میں بھی ان خواص اولیاء اللہ کو) تصرف کرنے کی قدرت (حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے) دی گئی ہے۔ اور ان کا استغراق (دیدار الٰہی میں ڈوب جانا) دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا ہے اور اُویسی (طریقہ کے) لوگ (ظاہر مرشد کی بجائے) اپنے باطنی کمالات کی تکمیل (ان خواص اولیاء اللہ کی روحوں کی تعلیم وارشاد سے) کرتے ہیں اور (اویسی لوگوں کے علاوہ دوسرے) حاجتوں اور مطلبوں والے بھی ان سے اپنی مشکلوں اور مصیبتوں کا حل طلب کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں

اور ان رخصتگان بارگاہِ حق تعالیٰ کی زبانِ حال اسوقت اس بات سے مترنم ہے ع من آیم بجان گر تو آئی بہ تن۔ (اے سوال کرنیوالے میں جان سے تیری مدد کو آتا ہوں اگر تو جسم سے (یہاں تک) آتا ہے

(کلام حضرت شاہ صاحب ختم ہوا)

حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا کہ! انتقال کے بعد بھی میری مدد ہوگی

انما بجملہ یہ ہے کہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے اپنی آخری بیماری میں اصحاب سے کہا دنیا سے میرے جانے کی وجہ سے غمناک نہ ہونا کہ نور منصورؒ نے ڈیڑھ سو برس کے بعد شیخ فرید الدینؒ عطار پر تجلی کی اور حضرتِ منصور ان کے طلب خدا میں راہ نما ہوئے۔ تم لوگ جس حال میں رہو خبیر ہوکر رہنا اور مجھے یاد کرنا تاکہ میں جس لباس میں بھی رہوں تمہارا مددگار رہوں ا

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے شرک نہیں کیا یعنی ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کرنا ئی" حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا سمجھنے والا بھی بعض امورِ زندگی میں مولوی صاحب کا شریک اور حصہ دار رہا ہے اسلئے کہ ایسا سمجھنے والے کو ان حضراتِ انبیاء اولیاء رہ سے حاجت مانگنے کے جواز کا انکار ہے اور ان سے دعا کروانے کا اقرار کرتا ہے۔

اس لئے کہ جس طرح ان حضرات کی دعاء و شفاعت حق تعالیٰ کی درگاہ میں مقبول ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے عالم میں ان حضرات کے تصرفات بھی جاری ہیں۔ جیسے کہ مردوں کو زندہ کرنا اور بیماروں کو اچھا کرنا!

دعا اور طلب حاجت

پس اہل سنت و جماعت کے نزدیک جس طرح ان حضرات سے طلب دعا و شفاعت جائز ہے

ٹھیک اسی طرح نفسِ حاجت کی طلب بھی ان حضرات سے جائز ہے۔ اور اس حاجت کا پورا کرنا ان کی قدرتِ تصرف سے ہوتا ہے (محض دعا و شفاعت ہی سے نہیں ہوتا) اور یہ قدرتِ تصرف ان حضرات کیلئے عطاو انعام خدا ہے) اور اس کی دلیلیں اور شہادتیں اخبار و آثار میں بہت ہیں۔

گھوڑے میں طاقت آگئی

ازآنجملہ یہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلعم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے جو بہت کاہل اور سست رفتار تھا آپ کے سوار ہوتے ہی گھوڑا ایسا تیز رو ہو گیا ایسا دوڑنے لگا کہ پھر کوئی اور گھوڑا اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔

صرف پھونک دینے سے زخم اچھا ہو گیا

ازآنجملہ یہ ہے کہ شرحبیل جعفی نے کہا کہ میں رسول اللہ صلعم کے سامنے گیا اور میری ہتھیلی پر سلعہ (ایک پھوڑا) ہو گیا تھا میں نے کہا یا رسول اللہ یہ پھوڑا مجھے بہت تکلیف دیتا ہے تلوار کا قبضہ اور گھوڑے کی لگام نہیں پکڑ سکتا ہوں آنحضرت صلعم نے فرمایا میرے پاس بیٹھ جاؤ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا فرمایا، اپنی ہتھیلی کھول دو میں نے کھول دی آپ نے ایک مبارک پھونک میری ہتھیلی پر دی اس کے بعد اپنی مبارک ہتھیلی (میری ہتھیلی) پر مل دی یہاں تک کہ وہ پھوڑا بالکل دور ہو گیا اور معلوم بھی نہ ہوا کہ اس پھوڑے اور زخم کا اثر و نشان کہاں چلا گیا؟

جانور پر تصرف کا کرشمہ

ازآنجملہ یہ ہے کہ نفحات شریف میں لکھا ہے کہ ایک روز شیخ نجم الدین قدس سرہ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس وقت ہوا میں ایک باز ایک ممولہ کا پیچھا کر رہا تھا اور ممولہ کو شکار کرنا چاہتا تھا اچانک حضرت شیخ کی نظر ممولہ پر پڑی

(مولہ پر آپ کی نظر کا پڑنا تھا کہ) مولہ نے پلٹ کر باز کو پکڑ لیا اور باز کو شیخ کے سامنے اتار لایا آپ کے تصرف سے فوراً ہی اس کے اندر ایسی زبردست قوت آگئی کہ شکاری کو شکار کر لیا مغلوب غالب بن گیا)

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں اگر کہا جائے کہ ان سب حاجتوں کی مانگ زندوں سے ہے اور مولوی صاحب کا کلام مُردوں کے بارے میں ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اگر مُردوں سے حاجتیں چاہنا شرک ہے تو زندوں سے بھی طلب حاجت شرک ہوگی اس لئے کہ زندہ لوگ خدا نہیں ہیں!

اگر کہا جائے کہ محض حاجت کا چاہنا شرک کا سبب نہیں ہے پکارنا اور فریاد کرنی شرک ہے میں کہوں گا کہ طلب حاجت اگر ان کے گمان میں شرک نہیں ہے تو پھر "طلب حاجت" کا شرک نہ ہونا! اس کے کیا معنی ہونگے؟ یعنی جب معترض نے ان حضرات سے حاجت مانگنا شرک نہیں بتایا۔ اسے جائز رکھا تو پکارنے اور فریاد کرنے کو کیوں شرک بتایا ہے عجیب ہے کہ "طلب حاجت" کہ اصل مقصود ہے وہ تو شرک نہ ہو اور پکارنا اور فریاد کہ مقصود کے لئے واسطہ ہے وہ شرک ہو جائے)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"اگرچہ اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے تو ثابت ہوتا ہے"

حضرتؒ فرماتے ہیں: اس افسانہ کی تردید کے دلائل اور شواہد بیشتر بیان ہو چکے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"یعنی جو شخص ان بزرگوں کو ایسا سمجھا کہ دور و نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں"

حضرتؒ فرماتے ہیں: ہاں ان حضرات انبیاء و اولیاء کا زندگی کی حالت میں دیکھنا اور سننا معمولی انسانوں کی دیکھنے اور سننے کی عادتوں سے بہت

زیادہ رہا ہے، جیسے کہ بیان اوپر گذرا

عقائدِ اہلِ سنت کی کتاب کیا کہتی ہے

عقائد نفسیہ میں ہے۔

مثل دیتا

عمرؓ وھو علی المنبر فی المدینۃ جیشہ نہاوند حتی قال لامیر جیشہ یاساریہ الجبل الجبل تحذیرًا لہ من وراء الجبل مکر العدو ہناک وسماع ساریہ کلامہ من بعد المسافۃ

جس طرح حضرت عمرؓ نہاوند میں دیکھ لیا اس حال میں کہ آپ نہاوند سے بہت دور مدینہ میں منبر پر خطبہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے امیر لشکر سے پکار کر فرمایا اے ساریہ پہاڑ کو دیکھو پہاڑ کو دیکھو تاکہ ساریہ دشمن کے مکر و فریب سے آگاہ و خبردار ہو جائیں کہ دشمن پہاڑ سے لشکر اسلام کی پشت پر حملہ آور ہونے والا تھا (خود دیکھ کر) حضرت ساریہؓ اتنی دور سے حضرت عمرؓ کا کلام سن لیا اور دشمن کی جنگی چال کو توڑ کر کے اس کے لشکر کو شکست دے دی۔

حضرتؒ فرماتے ہیں "پس مرنے کے بعد بھی ان حضرات سے ایسا ہی تصرف ہو گا۔ بلکہ اس سے بڑھ چڑھ کر۔"

عالم ارواح کی حالت

جاننا چاہیے کہ عالم ارواح میں پردہ نہیں ہے۔ بلکہ پردہ عالم اجسام کی خصوصیتوں سے ہے

زیارتِ قبر کا فائدہ

نفحات شریف میں لکھا ہے کہ ایک درویش نے حضرت رکن الدین علاؤ الدولہ سے پوچھا کہ جب قبر میں اس بدن کو ادراک حاصل نہیں ہے اور روح اس سے جدا ہو چکی ہے تو پھر قبر پر جانے سے کیا فائدہ؟ اور کیا حاجت؟ اس لئے کہ جس بزرگ کی طرف جس مقام سے بھی توجہ کی جائے گی تو بزرگ کی روح سے وہی ہو گا جو قبر پر جانے سے ہوتا ہے شیخ نے فرمایا (قبر پہ جانے سے) بہت فائدہ ہے ایک تو یہ بھی فائدہ ہے کہ

کہ جب کوئی کسی کی ملاقات کو جاتا ہے تو اس کی توجہ ملاقات کرنیوالے کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے جب وہ قبر پر جاتا اور قبر کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے تو صاحب قبر کی روحانی حس بھی اس کی طرف پوری توجہ سے مشغول ہو جاتی ہے اور زیارت کرنے والے کو بہت زیادہ فائدہ رساحب مرا سکی نسبت سے ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کیلئے پردہ نہیں ہے اور تمام دنیا ان کے لئے ایک ہے برابر ہے لیکن جس بدن نے کہ روح کے ساتھ ستر برس یا کم یا زیادہ عرصہ تک صحبت رکھی ہے اور حشر کے بعد ان کا بدن رجوع حشر میں از سر نو زندہ کیا گیا ہے) ابداً آباد تک (ہمیشہ ہمیشہ) قائم رہیگا اور اس بدن میں وہ روح رہے گی اسلئے دوسرے مواضع کے لحاظ سے موضع بدن قبر کے ساتھ روح کا علاقہ اور روح کی نظر (قبر کی طرف) زیادہ رہتی ہے اگر کہا جائے کہ اگر عالم ارواح میں پردہ نہیں ہے تو ان کو قیامت کے آنے کا وقت بھی معلوم ہو گا اور یہ اتفاق جمہور کے خلاف ہے۔

اس شق کو مان لینے کی صورت میں میں کہتا ہوں کہ جمہور کی رائے تو (علم قیامت نہ جاننے کی) زندوں کیلئے ہے نہ کہ اموات کیلئے پس جائز ہے کہ ان حضرات کو قیامت آنے کا وقت معلوم ہو مگر اظہار کی اجازت نہ دی گئی

دوسرا جواب یہ ہے کہ پردہ اٹھ جانے سے مراد ان کے جسمول اور جسم کے عوارض کا پردہ اٹھ جانا ہے اور قیامت کا معاملہ تو اس سے بہت باریک اور اس سے بہت زیادہ لطیف ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

«حالانکہ اللہ صاحب نے صاف اس آیت میں فرما دیا ہے کہ جو اللہ کے سوا ہے وہ ان پکارنے والوں کے پکارنے سے غافل ہے"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں" یہ خدائے تعالٰے پر جھوٹ اور افتراء ہے

اسلئے کہ یہ آیت بتوں سے التجا و فریاد کے ابطال (رد) کرنے کیلئے اتری ہے حضراتِ انبیاء و اولیاء کیلئے نازل نہیں ہوئی ہر سراں ان کیلئے مخبر صادق کی وعید کافی ہے "جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے (اپنی من گھڑت) سے کی پس چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے

حضراتِ انبیاء اولیاء کی غیب دانی

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

قال اللہ تعالیٰ۔ قل لا املک لنفسی نفعًا ولا ضرًّا الا ما شاء اللہ۔ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی کہہ دیجئے کہ میں اپنے نفس کیلئے نفع حاصل کرنے اور اپنے سے ضرر کو دفع کرنے کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے اگر میں غیب کا جاننے والا ہوتا تو البتہ بہت سی بہتری کو اکٹھا کر لیتا اور کبھی برائی مجھے نہ چھوتی نہیں ہوں میں مگر ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں

پہلا قرینہ حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں "معنی قرینہ اول یہ ہیں کہ کہہ دیجئے میں اپنے نفس کے نفع نقصان کا بذاتِ خود مالک نہیں ہوں۔ اور اپنے خیر و شر (برائی، بھلائی) کا بالذات اختیار نہیں رکھتا ہوں مگر اس وقت کہ خدا کی ازلی مشیت خیر و شر کے پائے جانے میں مجھ سے موافقت کرے پس لا محالہ وہ نفع نقصان اختیار بالذات کے ساتھ نہیں اختیار بالعرض کے ساتھ مجھ سے ظاہر ہوگا۔

اس قرینہ میں مولوی صاحب کے لئے حضراتِ انبیاء کی نفی قدرت تصرف میں کوئی دلیل نہ ہوگی۔ اسلئے کہ قرینہ جس کا اوپر ذکر کیا گیا اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار بذاتہٖ کی نفی ہے اختیار بغیرہ کی نفی

نہیں ہے۔ اور آیت میں الا ماشاء اللہ کا جو استثناء ہے وہ اسی معنی کا،
فائدہ دیتا ہے (یعنی اگر خدا الٰہی منشا ہو کہ میں خیر و شر نفع و نقصان میں
تصرف کروں تو یہ مجھ سے خدا کے دئے ہوئے اختیار سے ہی ظاہر ہوگا
یعنی اختیار لغیرہ سے نہ کہ اختیار لذاتہ سے کیونکہ اختیار لذاتہ حق تعالیٰ ہی کو
ہے مجھے نہیں ہے اور (آیت کے) الفاظ وہی اِلّا ما شاء اللہ مگر جو خدا چاہے
اور ان حضرات کا اختیار چاہے امور عادیہ میں ہو۔ جیسے کھانا، پانی
پینا وغیرہ) چاہے امور غیر عادیہ میں ہو۔ جیسے بیماروں کو اچھا کرنا، اور
مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ یہ سب اختیار لغیرہ خدا کا دیا ہوا اختیار ہے
اگر اختیار لغیرہ نہیں ہے تو پھر نفی سے بھی کیا فائدہ تھا اس لئے کہ اختیار
لغیرہ خدا کی صفاتِ ازلیہ سے نہ تھا۔ پھر نفی کرنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ
حضرات انبیاء اولیاء کا امور عادیہ اور غیر عادیہ میں اختیار ان کے زمانہ
میں اور ان کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کے لئے لوگوں کے مشاہدہ
جس سے نص کتاب اللہ اور اخبار متواترہ سے ثابت ہے اور جس
یعنی مشاہدہ کا انکار کرنا مکابرہ ہے اور صاف کردینی امور میں الحاد و زندقہ ہے

قرینہ ثانی

قرینہ ثانی کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں بغیر مشیت حق تعالیٰ غیب
کو جاننے والا ہوتا تو یقیناً معجزات کے وجود اور بندوں
کے رزق وغیرہ سے میں بہت سے خیر (بہت سی بھلائی) کو حاصل کر لیتا اور مرض
اور موت اور بعض غزوات (غزوہ احد) میں ہزیمت ہونے کی تکلیف مجھے
نہ پہنچتی پس اس قرینہ میں لوازم الوہیت کی نفی ہے اس کے ساتھ خود آنحضرت
کی الوہیت کی نفی کرنے پر استدلال ہے۔

حاصل استدلال

استدلال کا حاصل یہ ہے کہ اگر میں خدا ہوتا جس کیلئے

غیب کا لذاتہ جاننا لازم ہے تو یقیناً میں (الوہیت) کی صفات کاملہ کے ساتھ متصف ہوتا۔ اس واسطے کہ خدا کے لیئے ان صفات سے متصف ہونا لازم ہے اور خدائے بزرگ و برتر کا یہ فرمانا اسی اتصاف کا بیان ہے۔

لاستکثرت من الخیر بہت سا خیر جمع کر لیتا۔

اور یہ کہ میں ناقص نشانیوں سے پاک تر ہوتا اس لیئے کہ خدا کیلئے (ناقص) نشانیوں سے بالکل پاک ہونا لازم ہے اور

وما مسنی السوء مجھے برائی نہ چھوتی۔

یہ فرمانا حق تعالیٰ کا اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

پس میری امت میں ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ علم و ذکاوت فصاحت و بلاغت، چاند کے دو ٹکڑے کرنے اور مینہ برسانے اور بیماروں کو اچھا کرنے اور مُردوں کے زندہ کرنے کے بے گنتی کمالات مجھے حاصل ہونے کے باوجود میں خدا نہیں ہوں کیونکہ اگر میں خدا ہوتا تو یقیناً الوہیت کے لازمات یعنی صفات کاملہ کے ساتھ متصف ہوتا اور صفاتِ ناقصہ سے پاک ہونا میرے لیئے ثابت ہوتا اور حال یہ ہے کہ یہ باتیں مجھ سے منتفی ہیں (مجھ میں موجود نہیں ہیں) اور لازم کا نہ ہونا ملزوم کے نہ ہونے کی دلیل ہے اور وہ ملزوم الوہیت ہے اور الوہیت کی نفی کرنے کی پچھلی امتوں کی گمراہی کو دیکھتے ہوئے ضرورت تھی

تاکہ آنحضرتؐ کے خدا ہونے کا گمان نہ ہو

آں حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے ایسے حالات عالیہ کثرت کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں۔ جو انسانی طاقت و قوت سے بالاتر ہیں واللہ اعلم اس بات سے یہ گمان ہوا ہو کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھا اور ان کو خدا کا بیٹا کہنے لگے اس طرح مسلمان لوگ آنحضرتؐ

کیلئے جو اگلوں اور پچھلوں سب سے افضل ہیں ایسا گمان خدا ہونے کا کریں اور ایسی گمراہی کے راستہ پر چلنے لگیں پس حق سبحانہ تعالیٰ کی اس امت مرحومہ پر جو خاص رحمت ہے اس رحمت کے اقتضاء سے پیشتر اس سے کہ (مسلمان) آنحضرتؐ کے بارہ میں الوہیت کا گمان کریں مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ ان حالاتِ عالیہ کے ظہور سے (آپؐ کی نسبت الوہیت کا توہم نہ کریں۔ کیونکہ الوہیت کا مقام از بس ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور حضراتِ انبیا اولیاء سے جو کچھ بھی حالاتِ عالیہ صادر ہوئے اگرچہ ان کی امتوں اور (معتقدوں) کی نسبت سے بالا و برتر ہیں مگر حق سبحانہ تعالیٰ کی ازلی صفتوں کے اعتبار سے نہایت درجہ اسفل رہنے کے ہیں۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود	آسمان عرش کے اعتبار سے نیچا ہے
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود	مگر خاک کے ڈھیر سے بہت اونچا ہے

قرآن مجید سے عطائی علم غیب کا ثبوت

اور اس قرینہ میں بھی حضرات انبیاء اولیاء کیلئے عطائی علم غیب کی نفی میں کوئی حجت نہ ہوگی۔ اور حضراتِ انبیاء اولیاء کو عطائی علم غیب کا حاصل نہ ہونا کس طرح صحیح ہوگا جب کہ حق سبحانہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے

(۱) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہ	(۱) اور (اے لوگو) نہیں ہے اللہ کہ تم کو غیب پر آگاہی دے لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

اور فرمایا۔

(۲) عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول	(۲) غیب کا جاننے والا خدا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے

کہ ان کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

تیسرا قرینہ | اور تیسرا قرینہ (آیہ کریمہ قل لا املک لنفسی الخ کے معنیٰ کا) جو سابق کے دونوں قرینوں کا گویا نتیجہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں "جب کہ میرے خدا ہونے کا توہم اور گمان) اٹھ گیا تو باوجود اس کے کہ مجھ سے رطاقت بشری سے نہایت ہی ارفع و اعلیٰ حالاتِ عالیہ ظہور میں آئے میں نہیں ہوں مگر ایک رسول کہ میں دوزخ سے ڈرانے والا اور بہشت کی خوش خبری دینے والا ہوں اس گروہ کے لئے جس کا ایمان لانا حق تعالیٰ شانہ کے ازلی علم میں مقدر ہو چکا ہے۔

اور لام لقوم یومنون کا انتفاع (نفع دینے) کیلئے ہے۔

اور آنحضرت صلعم کا مبعوث ہونا، اگرچہ کافۂ ناس (سب) کے لئے ہے، مگر آپ کی نبوت و رسالت سے نفع وہ ہی حاصل کریں گے جو آپ پر ایمان لے آئے۔ اور دوسروں کے لئے محض اتمام حجت ہے

تو یہ (تیسرا) قرینہ بھی مولوی صاحب کیلئے حجت نہ ہوگا اس لئے کہ اگر ان انا الا نذیر و بشیر میں ان انا کے قصر الخ میں اگر قدرتِ تصرف اور علم غیب کا قصر (یعنی حضراتِ انبیا کا قدرت تصرف اور علم غیب میں قاصر ہونا مانا جاسے) تو پھر خبر سے خبر کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا

وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ | اور میں اچھا کرتا ہوں جنم کے اندھے کو اور کوڑھی کو اور میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے

حضرات انبیاء علیہم السلام کے تصرف و قدرت کو ثابت کرنیوالی خبر ہے

وما کان اللہ لیطلعکم | اے لوگو نہیں ہے اللہ کہ تم کو غیب پر اطلاع

علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء الخ | آگاہی دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پھر اسے غیب کا علم عطا فرماتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کا (حضرت عیسیٰ کا قول) بیان فرمایا۔

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم | میں خبر دیتا ہوں جو کچھ کہ تم کھاتے ہو اور جو کچھ کہ اپنے گھروں میں اکٹھا کر کے رکھتے ہو۔

یہ حضرات انبیاء کے) علم غیب کو ثابت کرنے والی دوسری خبریں ہیں اور نسخ منسوخ ہونا) احکام میں جاری ہوتا ہے اخبار میں جاری نہیں ہوتا ہے۔ (پس آیہ کریمہ ان انا الا الخ) کا وہ قصر جس کا بیان اوپر گذرا) الوہیت کی نسبت ہوگا یعنی یہ کہ میں خدا نہیں ہوں بلکہ میں رسول ہوں اور میری یہ صفتیں ہیں۔!

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"یعنی سب اولیاء انبیاء کے سردار پیغمبر خدا تھے"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں دوسرے برگزیدگان حق پر آنحضرت کی برتری ثابت کرنے سے یہ توہم نہ ہو کہ مولوی صاحب (حقیقت میں بھی) آنحضرت کی فضیلت کے قائل ہیں بلکہ (وہ تو) اصل رسالت کے اعتقاد سے بھی کورے ہیں۔ کیونکہ معجزے جو ثبوت نبوت کی دلیلیں ہیں جب ان کا انکار بار بار کیا جاتا ہے تو اس انکار کے بعد آنحضرت صلعم کی نبوت پر اعتقاد رکھنے کا گمان کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

بشارت عیسوی کا مصداق کون ہے

بلکہ اسلام آباد (رنگال) کے علاقہ تعلقہ لورہیتیا بامنی سوداراما جو اسلام آباد کے اطراف میں ہیں اس اعتقاد گمرہی کے جو لوگ رہتے ہیں ان سے ایسا سنا گیا ہے کہ یہ لوگ احمد بریلوی کو خاتم النبیین جانتے ہیں نہ کہ احمد عربی صلعم کو، اور آیہ کریمہ

انی مبشر برسول یاتی من بعد اسمہ احمد | حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اس آیہ کریمہ کا مورد احمد بریلوی کو سمجھتے ہیں۔

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ یہ عقیدہ تم لوگوں نے کس سے حاصل کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا امام الدین سودارامی اور مولانا کرامت علی جونپوری سے جو سید احمد صاحب بریلوی کے خلفاء میں حاصل کیا ہے

پس معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے اس کتاب تقویۃ الایمان میں اپنے مذہب کے بعض عقیدوں کو لکھنے سے احتیاط برتی ہے اور محمدیہ فرقہ کے ہر شخص کو اس کا اہل نہ جان کر (اپنے بعض عقیدوں) کو چھپایا ہے بلکہ ان کو خاص معتقدین کے لئے جو کھلے زندقہ کے باوجود مولوی صاحب پر بدگمانی نہیں رکھتے ہیں سینہ بہ سینہ روانہ فرمایا ہے۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا | خدا کی پناہ! نفس کی شرارتوں اور اعمال کی برائیوں سے!

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"اور انہیں سے سب نے اسرار کی باتیں سیکھیں"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں وہ اسرار کی باتیں کیا ہیں؟ آیا وہ باتیں عالم ظاہر سے علاقہ رکھتی ہیں یا وہ ایسی چیزیں ہیں جو عالم غیب سے تعلق رکھتی ہیں اگر پہلی (قسم کی باتیں) ہیں تو انہیں ہر شخص جانتا ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھنے کی کیا حاجت؟ اگر دوسری صورت ہے (یعنی اسرار کی باتوں سے غیبی باتیں مراد ہیں) تو آنحضرت صلعم کا غیبی باتیں جاننا لازم آیا اور مولوی صاحب کا دعویٰ باطل ہوگیا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"میری (یعنی آنحضرتؐ کی) قدرت کا حال تو یہ کہ اپنی جان تک کے نفع ونقصان
کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا نفع کر سکوں گا؟"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں" مولوی صاحب نے اپنے کلام میں استثنائے خداوندی
اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ مگر جو اللہ چاہے۔

کو حذف کر دیا ہے .... وہ کلام خدا و رسول میں اپنی خواہش کے مطابق
حذف و اثبات کر دیا کرتے ہیں اور اس طرح (کلام خدا و رسول میں اپنی طرف
سے گھٹا بڑھا کر) لوگوں کو مغالطہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

آیہ کریمہ کا پہلا قرینہ واضح ہو کہ) آیہ کریمہ کے پہلے قرینے کے معنی یہ ہیں
کہ میں اپنے نفس کے نفع ونقصان کا مالک و مختار نہیں
ہوں۔ مگر اس قدر (ہوں) کہ جس کا خدا نے مجھے اختیار دیا ہے اور خدا کی مشیت
نے جس کے ہونے کا مجھ سے تعلق رکھا ہے۔ جیسے کہ امور عادیہ میں کھانا کھانا
اور پانی پینا وغیرہ ہے اور امور غیر عادیہ میں چاند کا دو ٹکڑے کر دینا اور
پانی برسانا اور مردے زندہ کر دینا اور بیماروں کو اچھا کرنا ہے وغیرہ پس
یہ نفع نقصان (خدا کے دیئے ہوئے) اختیار بالعرض سے مجھ سے صادر ہو گا
اختیار بالذات سے نہیں ہو گا اور یہ امت کی نظر میں میرا معجزہ ہو گا۔ اور
یہ معجزہ میری نبوت کے ثبوت کی دلیل ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے قول
لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ میں اپنے نفس کے لئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں
میں اختیار لذاتہ کی نفی ہے اختیار لغیرہ کی نفی نہیں ہے اور اختیار لغیرہ کی
نفی کیونکر صحیح ہو گی اس لئے کہ مکھی اور چیونٹی بھی اختیار لغیرہ کی صفت سے
متصف ہے پس اس اختیار لغیرہ کی نفی کرنا مکابرہ ہو گا۔

۱۶ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ :-

" اور اگر غیب دانی میرے قابو میں ہوتی تو جس میں بھلا ہوتا اس میں ہاتھ ڈالتا - اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا"

دوسرا قرینہ حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں (آیۂ کریمہ کے) دوسرے قرینے یعنی لو کنت اعلم الغیب) سے مولوی صاحب کی بس اتنی مراد ہے (جو انہوں نے یہاں ظاہر کی) (میں پوچھتا ہوں کہ) یہاں کلام الہٰی میں علم غیب سے علم بالذات مراد ہے یا بالعرض؟ ذاتی غیب دانی یا عطائی غیب دانی) پس اگر بالذات (ذاتی غیب دانی مراد ہے تو قرینہ آیۂ کریمہ کے وہ معنی ہوں گے (جو آیہ کریمہ کی شرح میں میں نے اوپر بیان کئے ہیں - اور اگر بالعرض (عطائی غیب دانی مراد ہے تو الغیب کا الف لام استغراق کے واسطے ہوگا اسلئے کہ دین کی مستند کتابوں سے یہ بات بالتواتر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرات انبیاء اولیاء کو غیب کا علم خدا کی بخشش عطا سے حاصل ہے پس علم غیب کی جنس کی نفی کرنا اور یہ کہنا کہ ان حضرات کو غیب دانی عطیہ خدا وندی بھی حاصل نہ تھی اس سے خبر کا خبر منسوخ ہونا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے -

آیہ کریمہ کی مراد پس آیۂ کریمہ کے قرینے کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر میں غیب کی تمام باتیں اس طرح جان لیتا کہ افراد غیب (غیب کی تمام باتوں) سے کوئی فرد غیب (کوئی ایک غیبی بات) بھی میرے علم سے خارج نہیں ہے تو میں بہت خیر و بھلائی حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچتی

اہل سنت کا عقیدہ پس یہ قرینہ اس معنی میں مولوی صاحب کیلئے نفی علم غیب میں کوئی حجت نہیں ہے اس واسطے کہ اہل سنت و جماعت

حضرات انبیاء اولیاء کی نسبت (غیبی باتیں جاننے کا) اعتقاد رکھتے ہیں لیکن اس معنی میں نہیں کہ افراد غیب (غیب کی تمام باتوں) میں سے کوئی فردِ غیب (کوئی ایک غیبی چیز بھی) ان کے علم سے خارج نہیں ہے بلکہ عالم شہادت کا اس دنیا کا علم بھی صحت حواس و ادراک کے اس معنی میں غیر معقول ہے جس کا مولوی صاحب بھی دعویٰ رکھتے ہیں۔

نورِ مکاشفہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نورِ مکاشفہ حاصل ہوجانے کے بعد جب وہ نور سالک کے قلب میں قرار پکڑلیتا ہے تو خدا کے بخشے ہوئے اس (باطنی) نور کی بدولت غیبی علم اس کی ملک ہوجاتا ہے اور اس پر اسے اختیار حاصل ہوجاتا ہے جیسے کہ (ظاہری) آنکھوں کی روشنی حاصل ہونے کے بعد محسوس چیزوں کا ادراک کرنا اس (ظاہری آنکھوں والے) شخص کی ملک ہوجاتا ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ تمام محسوس چیزوں میں سے کوئی محسوس چیز بھی اس شخص کی رویت سے خارج نہیں ہے ورنہ اندھیری رات میں اور دیوار کے پیچھے نہ دیکھ سکنے کے مادہ میں یہ بات ٹوٹ جائیگی

ضروریاتِ دین کا انکار

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔
غرض کہ کچھ قدرت اور غیب ذاتی مجھ میں (آنحضرتؐ میں) نہیں ہے
حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "یہ ضرورت دین کا انکار اور کھلا ہوا زندقہ ہے (کہ آنحضرت روحی فداہ میں کچھ غیب ذاتی نہ تھی)

اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب کی مراد جنس قدرت تصرف کی اور بالذات علم غیب کی نفی کرنا ہے بالعرض علم و قدرت کی نفی کرنا ان کی مراد نہیں ہے پس یہ کہ کہ گر زندقہ ہوجائے گا
میں کہتا ہوں کہ ان کے کلام کا اطلاق یہ نہیں ہے انہوں نے تو علم و قدرت

بالذات اور بالغیر کی کوئی قید نہیں لگائی ہر دو سب ہی کا انکار کیا ہے) اگر مان بھی لیا جائے (کہ انہوں نے صرف بالذات علم و قدرت کا انکار کیا ہے تو ان کا کلام اہل سنت وجماعت بلکہ تمام اہل اسلام کی مخالفت میں ہوگا۔ یہ لوگ حضرات انبیاء اولیاء کیلئے ازلی صفتوں (یعنی) ذاتی علم وقدرت کو ثابت نہیں کرتے ہیں کہ مولوی صاحب اس کی نفی کریں۔

پس ان کے کلام سے قدرت وعلم عطائی (دونوں) کا انکار متعین ہوا اور یہ کھلا ہوا بدمذہب ہے!

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"فقط پیغمبری کا خود دعویٰ ہے"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "پیغمبری کا دعویٰ اس (انسانی) بشری صورت کے ساتھ ہے اور یہ بشری صورت ہر شخص (ہر انسان) رکھتا ہے اور دعویٰ کی سچائی کیلئے گواہی کی ضرورت ہے (اور جب قدرت تصرف وعلم غیب بالذات وبالعرض سب ہی کا انکار ہے تو نبوت کا محض دعویٰ ہی دعویٰ رہ گیا) دعویٰ نبوت پر کوئی دوسری چیز (غیب دانی اور قدرت تصرف دلیل (اور گواہی) نہ رہی (پس مولوی صاحب کے عقیدہ کے رو سے نبوت کے دعوی کی حیثیت اتنی ہی تو ہو کہ بغیر شہادت ربانی اور بلا دلیل آسمانی ہر لغو باتیں مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"اور پیغمبر کا یہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دے"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "اول یہ متعین ہونا چاہئے کہ بھلا کام اور برا کام کیا ہے؟ (اور کسی کام کا اچھا یا برا ہونا کیونکر ثابت ہوگا؟ آیا وہ کام اچھے یا برے ٹھہرائے جائیں گے جن کے اچھے یا برے ہونے کی حق تعالیٰ نے

حضراتِ انبیاء اولیاء کو ضروری ہے۔ یا اچھائی یا برائی وہ ہے، کہ (کسی) فکر کرنیوالے کے تصحیح فکر نے حسن و قبح کی صورت اختیار کی ہے۔

اگر پہلی صورت ہو۔ تو حضراتِ انبیاء اولیاء کیلئے غیب ثانی کا ثبوت لازمی ٹھہرا اسلئے کہ اس صورت میں اچھائی اور برائی (کا علم) آسمانی ہو گا۔

اور حالاتِ آسمانی امورِ غائبہ (غیب کی باتیں) ہیں۔

اور اگر دوسری صورت ہو (یعنی اس (خیر و شر کو) عقل کی تیزی سے جانا گیا ہے تو یہ حضرات (انبیاء، اولیاء) ایسے حسن و قبح سے تعلق نہیں رکھتے (جو آسمانی نہ ہو محض فکر و فہم انسانی سے ہو) بلکہ یہ تو فلاسفہ زنادقہ کا مشربِ ہے جو اپنی نظر و فکر کی پیروی کرتے ہیں اور مولوی صاحب کا کلام اسی دوسری قسم کا ہے۔ اسلئے کہ ایسے (فکری و نظری) حسن و قبح کا اثبات حضراتِ انبیاء، اولیاء کے ابطالِ علم غیب کے بعد ہی ہو گا پس انہوں نے حضراتِ انبیاء، اولیاء کی غیب ذاتی کو بالکل باطل ٹھہرایا۔ خدا کی پناہ۔)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور دل میں یقین ڈالنا میرا کام نہیں وہ اللہ ہی کا کام ہے اور اسی کے اختیار میں ہے"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں اس بات (دل میں یقین ڈالنے) کا اور دوسری باتوں کا اختیار اولاً بالذات خدا کیلئے ثابت ہے اور ثانیاً بالعرض اس شخص کیلئے ثابت ہے کہ جسے حق تعالیٰ نے اختیار عطا فرمایا ہے۔ خواہ دعاء کے طریقہ سے یا تصرف کے طریقہ سے اور اس (اختیار و تصرف بالعرض) کے شواہد دلائل اخبار و آثار میں بہت ہیں۔

حضرت عمر کیونکر ایمان لائے

از انجملہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں ابو جہل اور شیبہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک ابو جہل اٹھا اور خطبہ شروع کیا اور کہا کہ اے گروہ قریش

محمد صلعم) تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں۔ اور تمہیں بت پرستی کرنے میں حماقت
و ناوانی سے منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے باپ دادا (شرک
اور بت پرستی کی وجہ سے) دوزخی ہیں۔ اور گدھوں کی طرح جہنم کی آگ
میں گرے ہیں پس جو شخص محمد کو مار ڈالے گا تو میں اسے لال بال
والے سو اونٹ اور کالے بال والے سو اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی
(معاوضہ) دونگا (حضرت عمرؓ کہتے ہیں) میں نے اٹھ کر کہا۔ اے ابوالحکم تونے
جو کچھ کہا کیا وہ صحیح (وعدہ) ہے اس نے کہا کہ ہاں نقد (ہاتھ کے ہاتھ) دونگا
باقی نہیں رکھنے کا۔ میں نے کہا کہ لات و عزیٰ (بتوں) کی قسم ہے کہ یہ کام میں
کروں گا۔ ابوجہل نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھر میں لایا۔ اور اپنی پوجا کے بت ہبل
کو مجھ پر گواہ ٹھہرایا جو ان لوگوں کے بتوں میں بہت بڑا بت تھا (ان بتوں کے
پوجنے والوں کو لڑائی اور ملاپ، نکاح اور سفر میں جو کام بھی پیش آتا تو
ہر کام ہر غرض کیلئے ہر وقت اس کے سامنے جاتے اور اس کے ساتھ اپنے
پندار میں مشورہ کرتے اور اس کو گواہ ٹھہراتے تھے

(حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ) اس کے بعد میں نے تلوار گلے میں ڈالی۔ اور
رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ڈھونڈھتا پھرا۔ اتفاق سے ایسی جگہ پہنچا جہاں
لوگ گائے کا ایک بچھڑا ذبح کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں وہ
کیا کرتے ہیں؟ میں نے سنا کہ اس بچھڑے کے اندر سے آواز آئی کہ

"فتح دکا مبابی پر مشتمل (وہ کیسا) اچھا (معاملہ) ہے جو ایک مرد بلند آواز
اور فصیح زبان سے مخلوق کو اس طرف بلاتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں
یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یقیناً یہ بات میرے لئے ہونی چاہئے
(اور میرے فائدہ کی خاطر مجھے سنائی گئی ہے) اس کے بعد میں بکریوں کے گلے سے

ان بکریوں میں سے بھی آواز آئی کہ مثل اسی آواز کے تھی، جو گائے کے
بچھڑے کے اندر سے آئی تھی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ (واللہ) میں یہ
گمان نہیں کرتا ہوں کہ اس آواز سے میرے سوا کوئی اور مراد ہو۔ جب میں
یہاں سے بھی گذر گیا تو پھر ایک بت کے پاس پہنچا کہ جسے لوگ ضماد کہتے تھے
اس کے اندر سے ایک ہاتف نے آواز دی۔

تُرِکَ الضماد وکان یعبد مدۃً
بعد الصلوٰۃ علی النبی محمد ان
الذی ورث النبوۃ والهدیٰ
بعد ابن مریم من قریش مهتدی
سیقول من عبد الضماد ومثله لیت
الضماد ومثله لم یعبد فاصبر
یا حفص فانک امرء یاتیک عز
غیر عز بنی عدی لا تعجلن
فانت ناصر دینه حقا یقینا با
للسان وبالید ی

حضرت محمد نبی (صلعم) پر رحمت نازل ہونے کے بعد ضماد
بت کو چھوڑ دیا گیا جس کی ایک مدت تک پوجا ہو چکی
تھی آپؐ پر درود ہو۔ بیشک آپ حضرت عیسیٰ
ابن مریم (علیہا السلام) کے بعد خاندان قریش سے نبوت
اور ہدایت کے مالک ہو کر سیدھا راستہ پائے ہوئے
ہیں اب قریب ہی کہیں گے وہ لوگ جو ضماد کی اور اسی
کی طرح کے بتوں کو پوجتے ہیں کہ ضماد اور اسکی طرح کے
بت اسے کاش نہ پوجے جاتے۔ بس اے ابوحفص
(اے عمرؓ) صبر کرنا جلدی نہ کرنا اسلئے کہ تم ایسے شخص ہو کہ
قبیلہ عدی میں عزت کے علاوہ تم کو ایک اور عزت حاصل ہونے والی ہے
وہ یہ کہ یقیناً تم ان (نبی محمد صلعم) کے دین حق کے مددگار
زبان سے اور ہاتھ سے ثابت ہو گے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے یقین کے ساتھ جانا کہ ان باتوں
کا مقصود میں ہوں (یہ سب کچھ مجھے سنایا گیا ہے) پھر میں اپنی بہن کے گھر آیا
یہاں خباب ابن الارتؓ اور میرے بہنوئی سعید ابن زید موجود تھے تلوار گلے
میں ڈالے مجھ کو دیکھا تو ڈر گئے میں نے کہا کوئی خوف کی بات نہیں خباب نے کہا

اے عمر تجھ پر افسوس ہے بس اب تو اسلام لے آ" میں نے پانی مانگا اور وضو کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوچھا کہ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ کہا اسود بن ارقم کے گھر میں میں نے وہاں جا کر آواز دی حضرت حمزہؓ باہر آئے اور مجھے تلوار گلے میں ڈالے ہوئے دیکھا تو مجھے ڈانٹا وہ ایک مرد مہیب (بارعب و باوقار) تھے میں نے انہیں ڈانٹا جب رسول اللہ صلعم باہر تشریف لائے تو مجھ کو دیکھا اور میرا بھید سمجھ گئے اور فرمایا۔

دعائے رسول مقبولؐ

اے عمرؓ! تیرے حق میں میری دعا قبول ہو گئی اسلام لے آ میں نے کہا

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ — میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ

واشھد انک رسول اللہ — اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بیشک خدا کے پیغمبر ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب میرے ایمان لانے پر خوش ہو گئے اور اسی دن چالیس آدمی مسلمان ہوئے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کی دعا جو حضرت عمرؓ بن الخطاب کے حق میں فرمائی ان لفظوں میں تھی۔

اللّٰھم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب — یا اللہ اسلام کو شوکت و غلبہ دے عمر ابن الخطاب کے ذریعے

حضور کی دعا سے ایمان لائیں

ازاں جملہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی تو کی پوجا کرنے والی تھیں ہر چند میں نے اپنی اماں کو اسلام کی طرف بلایا لیکن وہ قبول نہیں کرتی تھیں ایک دن میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آنحضرت صلعم کی شان میں ایسی بات کہی جس سے مجھے دکھ پہنچا میں روتا ہوا رسول خدا صلعم کے سامنے حاضر ہوا اور یہ قصہ دہرایا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ خدائے تعالیٰ میری ماں کو ایمان نصیب فرمائے آپ نے فرمایا

اللّٰھم اھد ام ابی ھریرۃ — اے اللہ ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے

میں باہر آیا تاکہ اپنی ماں کو خوشخبری سناؤں جب گھر گئے دروازہ پر پہنچا۔ تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اپنی اماں کے نہانے کی آواز مجھے آئی (اماں نے) جب میری آواز کو سنا تو کہا کہ ابو ہریرہؓ ابھی وہیں ٹھہر جا اس کے بعد کپڑے پہنے اور دروازہ کھولا اور کہا:۔

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ!	میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے
واشہد ان محمداً رسول اللہ	اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

میں رسول اللہ صلعم کے پاس پھر لوٹ کر گیا اور اب میں خوشی سے رو رہا تھا جیسے کہ پہلی مرتبہ غم سے رو رہا تھا میں نے کہا یارسول اللہ بشارت ہو کہ میری ماں کے حق میں حضور کی دعا قبول ہوگئی۔

حضورؐ کے تصرف سے ایمان کامل ہوا

از آبجد یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے منقول ہے کہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمرؓ تیرا کیا حال ہے؟ تو فقط مجھے دوست رکھتا ہے یا (میری محبت میں) میرے غیر کو بھی شریک کرتا ہے؟ کہا "محبت مشترک ہے (بٹی ہوئی ہے) آپ کو دوست رکھتا ہوں" اور اپنے نفس کو، اور فرزند و مال و منال کو بھی دوست رکھتا ہوں، "آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کے سینہ پر ایک بار ہاتھ مارا۔ اور (اس قدرت والے ہاتھ سے) تصرف فرمایا اور پوچھا:۔ "اب کیا حال ہے؟ اور کیسا پاتے ہو؟" کہا: "گھر والوں کی اور مال کی محبت تو جاتی رہی مگر نفس کی محبت ابھی باقی ہے؟" اس کے بعد دوسری دفعہ حضرت عمرؓ کے سینہ پر آپ نے ہاتھ پھیر دیا اور پوچھا "اب حال کیسا ہے؟" کہا: "اب تمام محبتیں ساقط ہو چکی ہیں اور کوئی محبت باقی نہیں ہے۔ مگر آپ کی محبت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

حضرت ولی تراش کی یک نظر کا کرشمہ

از آبجد یہ ہے کہ نفحات شریف میں لکھا ہے

کہ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو لوگ ولی تراش بھی کہتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ وجد کے غلبہ میں آپ کی نظر مبارک جس پر پڑجاتی وہ ولایت کے رتبہ پر پہنچ جاتا تھا ایک روز ایک سوداگر تفریح کی راہ سے (نہ کہ عقیدت کی راہ سے) آپ کی خانقاہ میں داخل ہوا اس وقت حضرت کی حالت قوی تھی (وجد غالب تھا) نظر مبارک اس سوداگر پر پڑ گئی وہ اسی وقت ولایت کے مرتبہ پر پہنچ گیا شیخ نے پوچھا تو کس مملکت کا رہنے والا ہے کہا فلاں مملکت کا آپ نے اس کو اجازت ارشاد لکھ کر دے دی تاکہ وہ اپنی مملکت میں مخلوق کو خدا کی طرف بلائے

جانور پر تاثیر نظر ولی اللہ

آپ ہی کی تاثیر نظر مبارک کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک باز ہوا میں ممولہ کا پیچھا کر رہا تھا ناگاہ شیخ کی نظر اس ممولہ جانور پر پڑ گئی (نظر مبارک کا فوراً یہ اثر ظاہر ہوا کہ ممولہ نے پلٹ کر باز کو پکڑ لیا اور شیخ کے پاس اُتار لایا (کمزور نے زور آور کو دبوچ لیا

کتے پر تاثیر نظر ولی اللہ

اور ایک روز آپ ہی کی مجلس کا واقعہ ہے کہ اصحاب کہف کی تحقیق و تقریر ہو رہی تھی کہ اصحاب کہف کی تاثیر صحبت نے ایک کتے کو کیا سے کیا کر دیا (شیخ سعد الدین حمویؒ جو شیخ کے مریدوں میں سے تھے ان کے جی میں خطرہ گذرا کہ اس امت میں بھی آیا اب کوئی ایسا ہے جس کی صحبت کتے میں اثر کرے شیخ نور فراست سے ان کا اندیشہ (اور انکے جی کا خطرہ) سمجھ گئے اور اٹھ کر خانقاہ کے دروازہ پر جا کے کھڑے ہو گئے ایک کتا وہاں پہنچا اور کھڑے ہو کر دُم ہلانے لگا شیخ کی اس پر نظر پڑ گئی اور اس نے در آپ کی فیض نظر کی بخشش فوراً پالی اور حیران و بے خود ہو کے اور شہر سے منہ موڑ کے قبرستان کی طرف چلا گیا وہ زمین پر اپنا سر ملا کرتا تھا

لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ پچاس ساٹھ کتے اس کے گرداگرد حلقہ کئے رہتے تھے اور اس کے ہاتھ کے سامنے ہاتھ رکھتے تھے اور چپ چاپ بیٹھے رہتے تھے اور اس کے سامنے ادب سے کھڑے رہتے تھے اور کچھ کھاتے نہ تھے آخر وہ کتا اسی حالت میں جب مر گیا تو شیخ نے حکم دیا (جس کے بموجب) لوگوں نے دفن کیا اور اس کی قبر پر عمارت بنا دی۔

قربت و حضوری حق

مولوی صاحب لکھتے ہیں!۔

"اس روایت سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں کہ معاذ اللہ ان حضرات کو ایسی چھوٹی باتوں میں غرور و تعلّی ہو۔ بلکہ ان کی خوشی و سرفرازی (اور بڑائی کے لئے) ہر وقت جمال حق کا مشاہدہ اور حق تعالیٰ کی قربت و حضوری کافی ہے جس کے اوپر کوئی اور درجہ ملحوظ نہیں ہے اور (جس بات کو) مولوی صاحب نے مایۂ افتخار سمجھا ہے وہ ایسے لوگوں کی شان ہے جو (مشاہدہ) جلال و جمال حق سے محجوب و محروم ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے بیخبر۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"اور اس بات کو ہرگز انبیاء و اولیاء میں کوئی بڑائی نہیں ہے کہ اللہ نے انکو عالم میں تصرف کرنیکی کچھ قدرت دی ہے"

بہت بڑی نعمت

حضرت شیخ العارفین ارشاد فرماتے ہیں قدرت تصرف جب خدا کی عطا و بخشش سے کسی کو دی جاتی ہے تو ظاہر نعمتوں میں سے یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے جسے یہ قدرت تصرف حاصل نہیں اسے نبوت اور ولایت کچھ (حاصل) نہیں ہے جو اسکی سچائی کی دلیل اور گواہی ہو

قدرت تصرف نبوی

شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ ایک دن اہل مکہ نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم

کو بہت آزار پہنچایا۔ اور آپ کا مبارک چہرہ خون آلود (لہو لہان) ہوگیا
آپ بہت اندوہگیں ہوئے ایک جگہ جا بیٹھے جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس
آئے اور وادی جنگل کے درختوں سے ایک درخت کو دیکھکر کہا کہ فلاں
درخت کو بلا لیجئے رسول اللہ صلعم نے اس درخت کو بلایا وہ چل کر آیا یہاں
تک کہ آپکے پاس آکر کھڑا ہوگیا پھر اس نے اس درخت سے فرمایا پلٹ
جا وہ پلٹ کر اپنی جگہ پھر پہونچ گیا رسول اللہ صلعم نے (جبرئیل علیہ السلام
سے) فرمایا مجھے یہ ہی کافی ہے (کہ میرے پروردگار نے مجھے ایسی ہمہ
گیر قدرت تصرف عطا فرمائی)

حماقت | عجب حماقت ہے کہ وعظ گوئی کو تو جو اپنا فعل ہے افتخار کا سبب
جانے اور قدرت تصرف جو نعمت حق ہے اس پر فخر کرنے سے انکار کرے
(قد قال اللہ تعالےٰ واما بنعمۃ ربک فحدث (اور اے نبی) آپ اپنے پروردگار کی نعمت کا تذکرہ کیا کیجئے خوب جی کھول کے
اور آنحضرت کا یہ فرمانا کہ (میرے بلانے پر درخت چلا آیا اور میرے کہنے پھر
پلٹ گیا) مجھے یہ ہی کافی ہے یہ قدرت تصرف کے حاصل ہونے پر فخر فرمانا اور
اس قدرت تصرف کو بڑی چیز سمجھنا ہے)

مولوی صاحب لکھتے ہیں)

• جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیدیں الخ

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں" جناب حق تعالیٰ شانہ کو ایسے تصرفات کی قدرت
ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ایسے تصرف کی قوت کسی کو عطا کر سکتا ہو یا نہیں کر سکتا
اگر حق تعالیٰ کو قدرت تصرف حاصل ہے اور وہ اپنے بندگانِ خاص سے کسی
کو قدرت تصرف عطا کر سکتا ہے تو حضرات انبیاء اولیاء سے قدرت اگر ظاہر ہو تو
اس سے کیا استحالہ لازم آتا ہے؟ کہ مولوی صاحب نے اس قدر مبالغہ کے ساتھ

عوام کو ڈرانے کی خاطر کلام کو بڑھایا ہے۔ اور کئی جگہ ایک ہی بات کی تکرار کی ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

" ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں اور عاجز و بے اختیار

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں نہیں نہیں اکابرِ دین، اور سالکانِ مسلکِ یقین،

(یعنی) حضرات اولیاء انبیاء پایۂ الوہیت سے اور مقام ربوبیت سے نیچے ہوتے

ہوئے عام بندوں سے ممتاز (اور بالاتر) ہیں اور مُردوں کے جلانے اور

بیماروں کے اچھا کرنے اور دشمنوں کو شکست اور دوستوں کی فتح کرا دینے

میں تصرف کے ساتھ مخصوص ہیں آسمان اگرچہ عرش کی نسبت سے نیچا ہے مگر

اس خاک کے ڈھیر سے تو بہت اونچا ہے "

پس جو شخص ان باتوں کا اعتقاد و اقرار ان حضرات کے لئے نہ کرے

وہ سخت گمراہ ہے (اور ایسا اعتقاد کھلا ہوا زندقہ اور غالی الحاد ہے) ؏

؏ از مترجم - مولوی صاحب نے دو باتیں اس جگہ کہی ہیں کہ " ان باتوں میں

سب بندے چھوٹے اور بڑے برابر ہیں اور نہ قدرتِ تصرف اور غیب دانی وغیرہ

نہ بڑوں کو ہے نہ چھوٹوں کو ہے - دوسرے حضراتِ انبیاء و اولیاء کو عاجز و بے اختیار

بے خبر ٹھہرایا ہے اس کے متعلق حوالۂ ذیل پر غور کیا جائے کہ اگلے بزرگوں کا کیا عقیدہ

ہے اور مولوی صاحب کیسے عقیدہ کی طرف دعوت دیتے ہیں -

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کاحد الناس لا یملک شیئا اصلا ولا نفع به لا ظاهرا ولا باطنا فهو کافر خاسر الدنیا والاخرة (تفسیر جلالین کا حاشیہ جمل جلد اول مصری صفحہ ۱۲۵)

جس نے گمان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معمولی لوگوں کی طرح ہیں انہیں کسی چیز کا اختیار نہیں ہے اور ان سے کچھ نفع نہیں ہے نہ ظاہر میں نہ باطن میں لہٰذا وہ کافر ہے دین و دنیا کا خسارہ اٹھاتے والا

مولوی صاحب لکھتے ہیں

«اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہ تھی کہ اللہ صاحب نے انکو غیب دانی دی ہو»

غیب دانی بڑی نعمت خدادادی ہے

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں غیب دانی بھی ایک بڑی نعمت ہے پس حضرات انبیاء اولیاء پر واجب ہے کہ اس نعمت کا حق شکر ادا کریں اور بموجب ارشاد خداوندی

واما بنعمۃ ربک فحدث (اور اپنے پروردگار کی نعمت کو ظاہر کرو)

بیان نعمت کے طور پر اس نعمت غیب دانی کا کچھ اظہار فرمائیں

اور آنحضرت صلعم نے جنت اور دوزخ کو اور نبیوں کی روحوں کو اور زمین و آسمان کے فرشتوں کو دیکھنے کی خبریں دی ہیں تو وہ اسی قبیل (تحدیث نعمت بیان و اظہار نعمت) سے ہیں اور ماسوا ذکر کے امت کی نصیحت کے لئے بہشت و دوزخ کے محض وجود جس کا علم بذریعہ وحی آپ کو حاصل ہو چکا تھا خبر دے دینا کافی تھا اور جو شخص خدا کی نعمتوں پر نازاں نہیں ہوتا اور اس نعمت (عطائے خداوندی) کا شکر ادا کرنے پر اچھی طرح قائم نہیں رہتا وہ اس نعمت سے محروم ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت کا ٹوٹا پانے والوں سے ہوتا ہے۔

اور قدرت تصرف اور غیب دانی ان حضرات کو حاصل تھی اس کی دلیلیں کئی جگہ اس رسالہ میں گذر چکی ہیں اس لئے اس جگہ اشارہ پر اکتفا کیا گیا

مولوی صاحب لکھتے ہیں

«ان باتوں میں بھی انبیاء اولیاء سب بندہ برابر ہی ہیں اور جیسے محض بے خبر اور نادان»

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں (ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) حضرات انبیاء اولیاء حدوث و امکان و صفات ممکنہ سے متصف ہونیکے

باوجود علوم ومعارف میں تمام عالم سے اتم واکمل ہیں اور خاص فرشتوں میں سے کوئی (فرشتہ) حضراتِ انبیاء کے درجہ پر اور کوئی عام فرشتہ حضرات اولیاء کے پایہ پر نہیں پہنچا۔ چہ جائیکہ عوام کور باطن ان حضرات انبیاء و اولیاء کے برابر ہوں اور جو کوئی ان حضرات کو عامہ مخلوق کے برابر جانے اور ان حضرات کو علوم ومعارف سے معرّا سمجھے وہ قرآن وحدیث کا منکر اور آثار سلف صالحین کا مخالف ہے اور یہ زندقہ والحاد میں نمرود وشداد کے برابر ہوتا ہے اس کے دلائل اور شواہد اسی کتاب میں کئی جگہ بیشتر لکھے گئے ہیں کچھ اور یہاں بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت امام رضا کی غیب دانی!

شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کوفیوں میں سے ایک نے کہا میں خراسان کے ارادہ سے کوفہ سے باہر نکلا میری لڑکی نے ایک چادر مجھے دی کہ اسے بیچ کر میرے لئے فیروزہ خرید لینا جب میں مرو میں پہنچا تو حضرت امام رضا علیہ السلام کے چند غلام میرے پاس آئے کہ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کا ایک خادم فوت ہو گیا ہے تمہارے پاس جو کپڑا ہے اسے ہمارے ہاتھ بیچ دو تاکہ اس کپڑے سے اس کو کفنائیں میں نے کہا میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے وہ چلے گئے دوبارہ پھر آئے اور کہا کہ ہمارے مولیٰ تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تیرے پاس، ایک چادر ہے کہ تیری لڑکی نے تجھے دی ہے تاکہ تو اسے بیچ کر اس کے لئے فیروزہ خرید لے اس کی قیمت ہم لائے ہیں میں نے چادر دے دی پھر میں نے دل میں خیال کیا کہ چل کر حضرت سے چند مسئلے دریافت کروں اور دیکھوں کہ کیا جواب دیتے ہیں! میں نے ایک جگہ وہ مسئلے لکھ لئے۔ سویرے ان کے گھر کے دروازہ پر پہنچا آدمیوں کی بہت بھیڑ تھی اتنی راہ نہ پائی کہ جا کر آپ کو

دیکھ سکوں۔ متحیر حیران کھڑا رہا ناگاہ ایک غلام آیا اور میرا نام لے کر پکارا اور ایک نوشتہ مجھے دیا (اور کہا) اے فلاں! یہ تیرے مسئلوں کا جواب ہے جب میں نے دیکھا تو (اس کاغذ پر) میرے مسئلوں کا جواب تھا۔

حضرت امام رضا کی غیب دانی کا ماجرائے عجیب و غریب

شواہد میں لکھا ہے کہ نباج کے رہنے والے ایک شخص نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ نباج میں تشریف فرما ہیں اور جس مسجد میں کہ حاجی لوگ اترتے ہیں اس میں اترے ہیں میں نے آپ کے حضور میں جا کر سلام عرض کیا آپ کے سامنے کھجور کے پتوں سے بنا ہوا ایک طباق صیہانی کھجوروں سے بھرا ہوا رکھا تھا آپ نے ان چھواروں سے ایک مٹھی مجھے دی میں نے گنے تو سترہ چھوارے تھے میں نے اپنے دل میں یہ تعبیر کی کہ جتنے چھوارے حضور نے دیئے ہیں اب میں اتنے برس یعنی ستر سال جیوں گا جب کم یا زیادہ بیس دن گذر گئے تو میں نے سنا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اسی مسجد میں اترے ہیں میں دوڑا ہوا فوراً آپ کی خدمت میں گیا میں نے جس جگہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا ان کو اسی جگہ پایا اور اسی طرح خرما کا ایک طباق بھی جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا میں نے سلام کیا آپ نے مجھے جواب سلام دے کر اپنے پاس بلایا اور چھواروں کی ایک مٹھی مجھے دی میں نے گنے تو سترہ چھوارے تھے میں نے کہا یا ابن رسول اللہ! میں اس سے زیادہ چھوارے چاہتا ہوں (یا) کہا اگر رسول اللہ صلعم مجھ کو زیادہ دیتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔

علم عطیہ الٰہی سے غیبی خبریں

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اسی طرح سے بڑے لوگ (۹) بھی عقل سے اور قرینہ سے

جو بات کہہ دیتے ہیں، سو اس میں کبھی درست ہو جاتی ہے۔۔ کبھی چوک!"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں ان بڑے لوگوں سے مولوی صاحبؒ کی مراد وہی حضرات ہیں جنہیں اہل اسلام انبیاء اولیاء کہتے ہیں (مولوی صاحب کا مطلب یہ ہوا کہ ان حضرات کا غیبی باتوں کی خبریں دینا جیسا کہ اہل اسلام میں متداول و مشہور ہے ان حضرات کے قیام قرینہ اور صفائی عقل سے تھا علم و اطلاع (خداوندی) سے نہ تھا جیسے کہ اہل سلام کا گمان فاسد ہے!

میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خروج دجال اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج اور آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے اور قیامت کے قریب سورج کے پچھم سے نکلنے اور روح اور جنت اور حور و غلمان کے وجود اور جہنم کے اوپر پل کے ہونے اور قیامت قائم ہونے کی خبریں وغیرہ وغیرہ (مولوی صاحب کے نزدیک یہ سب کچھ) قرینہ کے قیام اور عقل کی صفائی سے تھا، باطنی اور غیبی علم و اطلاع سے نہ تھا پس ہو سکتا ہے کہ یہ جو کاہن اور نجومی اور قیافہ شناس اور دوسرے اہل علامت و فراست کی بعض خبریں اتفاق سے صحیح اور بعض غلط ہو جاتی ہیں تو یہ خبریں بھی اسی کے مانند ہوں (جو مخبر صادق نے دی ہیں) پس حضرات انبیاء اولیاء کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنا الحاد و زندقہ ہے اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب وحی اور الہام کے منکر نہیں ہیں پس آنحضرت کا غیبی باتوں کی خبریں دینا ان کے نزدیک وحی اور الہام پر محمول ہوگا اور وحی و الہام خطا کے محل پر وارد نہیں ہوتا ہے نہ قرینے کے قیام اور عقل کی صفائی سے ہوتا ہے

تاویل چل نہیں سکتی

میں کہوں گا کہ مولوی صاحب کی طرف سے وحی اور الہام کا اقرار مان لیا جائے تو اس تقریر پر

بھی صحیح عقیدہ حاصل نہ ہوگا) کیونکہ غیبی باتوں کے جاننے میں جب ظاہری علامتوں کی پیروی کرنا ان حضرات کا بھی (دستور و طریقہ) معمول و مرسوم ہوگا تو ان حضرات نے جو غیبی خبر دی اس کی نسبت اس بات کا یقین کیونکر حاصل ہوگا کہ یہ خبر وحی سے ہے (عقل اور قرینہ سے نہیں ہے اور اس میں عقل و قیاس کی بھول چوک ہو جانے کا اور) خبر کے جھوٹ ثابت ہونیکا احتمال نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ "خبر وحی" اور "خبر قیاس" میں الفاظ کی رو سے کوئی فرق (و امتیاز) نہیں ہے (پس کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ خبر وحی سے ہے اور یہ خبر قیاس سے ہے) پس تو ان حضرات کی خبر پر اعتقاد و عمل مشکوک (یعنی شک و شبہہ کی بات) ہوگا اور حضرات انبیاء اولیاء کی خبر میں شک کرنا اجماع اہل اسلام کی رو سے زندقہ و الحاد ہے اور یہ وہ طریقہ اشاعت زندقہ و الحاد کا ہے جسے مولوی صاحب نے ایجاد کیا ہے۔ اور ان کا اقرار نہ وحی نہ الہام تو ایک اسم ہے نہ کہ مسمّیٰ اس لئے کہ حضرات انبیاء اولیاء کے لئے یہ کہنا کہ انہیں "کچھ غیب دانی نہ تھی" اور جو غیبی خبریں کہ انہوں نے دیں عقل و قیاس سے تھیں تو اس کے بعد مولوی صاحب سے حقیقت وحی و الہام (کو سچے دل سے مان لینے کی) کیونکر امید کی جا سکتی ہے اقرار ہے بھی تو وہ معتقدوں کے انحراف (پھر جانے) کے اندیشہ سے ہے۔ یعنی مولوی صاحب کا اقرار وحی والہام "اقرار لفظی ہے، اقرار اعتقادی نہیں ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مگر ہاں جو اللہ کی طرف سے وحی والہام ہے سو اسکی بات نرالی ہے۔"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "محاورۂ اہل زبان کے موافق اس کلام کی ہیئت ترکیبی ایسے مخالف کے الزام کو دور کرنے کے لئے مکابرہ کی راہ سے ہوتی

ہے۔ جس کی دلیل قوی ہو اور اس دلیل کو رد کرنا دشوار ہو، بس علم کی حقیقت تو یہ ہے کہ

غیب دانی کے ۳ ذریعے

کلام حضراتِ انبیاء اولیاء کی غیب دانی کے بارہ میں تھا اور ان حضرات کی غیب دانی کے اسباب تین چیزیں ہیں: (۱) وحی (۲) الہام (۳) مکاشفہ پس ان حضرات کی غیب دانی کی نفی کرنا، وحی، الہام اور مکاشفہ، حصولِ علم غیب کے ان تمام اسباب کی نفی کرنے کو مستلزم ہے یعنی جب حضراتِ انبیاء و اولیاء کی غیب دانی کا انکار ہے، تو اسکے بعد وحی و الہام اور مکاشفہ کا اقرار کہاں رہا!

اہل مقام کا نور مکاشفہ

مولوی صاحب لکھتے ہیں
"اور ان کے اختیار میں نہیں ہے"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں حضراتِ انبیاء و اولیاء کے اسباب علم (جیسا کہ ذکر کیا گیا) تین چیزیں ہیں اوّل وحی دوسرے الہام تیسرے مکاشفہ اور نور مکاشفہ جو صاحب مقام کی ملک ہے جیسے کہ نورِ باصرہ (ظاہری آنکھ کی روشنی) ہر آنکھ والے کے لئے ہے (کہ دیکھنے یا نہ دیکھنے کا اختیار رکھتا ہے) اور یہ نور مکاشفہ اہل حال کیلئے نہیں ہے اہل مقام کیلئے ہے۔

اس کی تحقیق دلیلوں اور شہادتوں کے ساتھ پیشتر ہو چکی ہے اور ایجاد وحی و الہام اگرچہ حق سبحانہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس کے اختیارات سے ہے مگر حق تعالیٰ نے ان حضرات کے ساتھ اپنی مزید عنایت و مہربانی سے ان کے دعا او سوال کرنے کے ساتھ ہی وحی نازل فرما کر ان حضرات کو سرفراز فرمایا ہے اور حق تعالیٰ ان حضرات کی دعا کا مطلب پورا کرنے کو اپنا جود و کرم جانتا ہے اور یہ بات سیر اور تفاسیر اور تاریخ کے جاننے والوں پہ ظاہر و عیاں ہے پس وحی و الہام باوجودیکہ حق تعالیٰ کا فعل ہے مگر ان حضرات

کے اختیار میں ہے اس معنی سے کہ وحی کا نازل ہونا ان کے سوال کے موافق ہوتا تھا اور ان کی دعا اور توجہ کے ساتھ ہی فوراً حضرت جبرئیلؑ نازل ہوتے تھے (چنانچہ) بنی اسرائیل کے مقتول کے بارے میں ایک ہی مجلس اور ایک ہی حادثہ میں حضرت موسیٰ (علیٰ نبینا و علیہ السلام) کی دعا کے موافق چار دفعہ وحی پے درپے نازل ہوئی اور ہر بار کی وحی بلا تاخیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا و خواستگاری سے نازل ہوئی تھی۔

ان حضرات کی توجہ پر نزول وحی میں تاخیر کا ہونا مردی نہیں ہے مگر ایک بار جبکہ عرب کے کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین اور اصحابِ کہف کے حال اور روح کی حقیقت سے سوال کیا تھا تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ کل آؤ تمہارا جواب دوں گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ نہیں کہا تھا ایک روایت میں آیا ہے کہ اس موقع پر چالیس روز وحی موقوف رہی اسکے بعد (کیا ہوا یہ ہوا کہ) تاخیر نزول وحی کا سبب ظاہر فرمایا گیا اور اس تاخیر کا عذر جمیل ارشاد ہوا اور آنحضرت صلعم کیلئے نیک وعدے فرمائے گئے اور وحی نازل ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

ما ودعک ربک وما قلیٰ !	اے میرے محبوب آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ آپ
وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ	سے ناراض ہوا اور ہر پچھلی گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی
ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ	سے بہتر ہے اور عنقریب آپکا پروردگار آپ کو اتنا کچھ
	عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے

سبب آنحضرت صلعم کو راضی کرنے اور آپ کی خاطر عزیز کی خوشنودی کیلئے تھا حدیث قدسی ہے

کلهم یطلب رضائی وانا	سب میری خوشنودی چاہتے ہیں اور یا محمد میں آپ کی
اطلب رضاک یا محمد	خوشنودی چاہتا ہوں صلی اللہ علیہ وسلم!

فرشتوں کی بھی وہاں تک رسائی فہم نہیں ہے

اور درجۂ نبوت اور ولایت ایسا اجل وارفع ہے کہ فرشتوں کی سمجھ اس کے دامن تک پہنچنے سے قاصر ہے چہ جائیکہ ملاحدہ اور زنادقہ کہ حضرات انبیاء اولیاء کے علو شان کی کچھ بھی اطلاع ہو ان ہی کی نسبت ہے کہ

اولیائی تحت قبائی	میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں
لا یعرفھم سوائی	میرے سوا انہیں کوئی نہیں پہچانتا

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

اخرج البخاری عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبی صلعم فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من ابائی یوم بدر اذ قالت احدھما وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی ھذا وقولی بالذی کنت تقولین

امام بخاریؒ نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے تعلیق کی ہے کہ جس وقت میری شادی ہوئی رسول صلعم میرے گھر تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اسی طرح بیٹھ گئے جس طرح تو میرے مقابل بیٹھا ہے پھر ہماری چند چھوٹی لڑکیاں دف بجانے لگیں اور ہمارے جو باپ بدر کے دن شہید ہوئے تھے ان کے بیان محاسن وخوبی کے اشعار پڑھنے لگیں ناگاہ ان میں سے ایک نے کہا ہمارے درمیان ایک نبی ہیں جو اسے جانتے ہیں کہ آئندہ کل کے دن کیا ہوگا حضورؐ نے فرمایا کہ جیسے اس بے محل ذکر کو چھوڑ دو جو تم نے مرثیہ کے دوران میں کہا ہے اور وہ ہی کہو جو تم سب ملا کر کہہ رہی تھیں۔

بے محل تعریف

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں امام احمد غزالیؒ نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ ربیع بنت معوذ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، میری شادی کی رات کے بعد والے دن رسول خدا

صلعم تشریف لائے تو لونڈیاں (یا چھوٹی لڑکیاں) دف بجا رہی تھیں اور گیت گاتی جاتی تھیں۔ جب آپ کو دیکھا تو آپ کی تعریف شعر میں کہنے لگیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو کہہ رہی تھیں اسی پر آجاؤ اور مجمع نہیں دیا کہ دف پر آپ کی تعریف کہیں۔ کیونکہ آپ کی تعریف کا محل جُدا ہے۔ آپ کی تعریف کو دکھیل اور ہزل کے ساتھ ملانا اچھا نہیں ہے۔ اور شادی کے موقع پر گانا بجانا لہو تھا (اور لہو کے محل پر آپ کی تعریف کا گانا ادب کے لحاظ سے بے محل) پس آپکا لڑکیوں کو اپنی تعریف سے روک دینا) یہ اپنے نفس پاک سے غیب دانی کی نفی کرنا نہ تھا (جیسا کہ مولوی صاحب کا خیال ہوا) اور۔

فینا نبی یعلم مافی غدٍ ہمارے درمیان ایک نبی ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا اس قول کو امام غزالیؒ نے تو ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، پر محمول کیا ہے اور مولوی صاحب نے شرک پر۔ حق سبحانہ تعالیٰ اصدق القائلین نے فرمایا۔

قُل کل یعمل علی شاکلتہ اے نبی کہہ دیجئے کہ ہر شخص اپنی روش اور اپنی خو خصلت پر عمل کرتا ہے

ایمانی عقیدہ

مولوی صاحب لکھتے ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء اولیاء امام شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبرؐ کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "ہم لوگ کہ اہل اسلام ہیں۔ ہم نے یہ عقیدہ کتاب وسنت (قرآن وحدیث) اور اجماع امت سے لیا ہے اور ہم حضرات انبیاء، اولیاء کی اطلاعات امور غیبی پر اور ان کے تصرفات پر ایمان لائے ہیں اور آنے والے زمانہ میں جو باتیں ہونے کو ہیں جیسے دجال کا آنا حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنا اور حضرت امام مہدی کا ظاہر ہونا

اور قیامت کا قائم ہونا، اور اگلے پچھلے سب لوگوں کا حشر ہونا اور حساب کے مقام پر ان کا ٹھہرنا، وغیرہ جیسی کہ ان حضرات نے خبریں دی ہیں ہم نے ان غیبی خبروں کی تصدیق کی ہے اور اس مضبوط عقیدہ کے بموجب کہ حضرات انبیاء، اولیاء ما غاب عن البصر (آنکھوں سے چھپی ہوئی چیزوں) کی خبریں دینے سے سچے ہیں ہم نے اعمالِ شاقہ روزہ نماز حج وزکوٰۃ اور دوسری ریاضتوں اور مجاہدوں میں مشغول ہونا اختیار کیا ہے ہم یہ بات کہہ نہیں سکتے ہیں (کہ حضرات انبیاء غیب کی باتیں نہیں جانتے) اور ہم سے یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیاء پر ہم جو ایمان رکھتے ہیں اس ایمان سے ہم کسی افسانہ گو باطنی نابینا کے کہنے پر برگشتہ ہو جائیں اور ایک سو چار آسمانی کتابوں کو خاک کے برابر کر دیں ہم پر ازل کا قلم یوں ہی چل چکا ہے اب ہم اس سے منہ نہیں موڑ سکتے۔

سر کوفتہ مارم نہ تو انم کہ سر پیچم سر کچلا ہوا سانپ ہوں کیونکر سر پھیر سکتا ہوں

مولوی صاحب تو یہ التماس یہ اپیل بطلیموس اور بو علی سینا وغیرہ حکما اور فلاسفہ سے کریں اس لئے کہ عاقل کیلئے عاقل ہی سزاوار ہے

دنیا سازی کا اقرار اگر کہا جائے کہ ان حضرات کا یہ باتیں جاننا الہام کی ایجاد الہام کی راہ سے ہے اور مولوی صاحب کو وحی والہام کا انکار نہیں ہے میں کہونگا کہ وحی والہام کا اقرار کر لینا دنیا سازی کے طریقہ سے ہے نہ دینداری کی راہ سے تاکہ لوگ ان کو چھوڑ نہ دیں ورنہ حضرات انبیاء اولیاء کے انکار علم غیب کے ساتھ وحی والہام کا سچا اقرار ان سے کس طرح متصور ہو سکتا ہے

اگر ان کے لئے مان لیا جائے کہ وہ وحی اور الہام کے منکر نہیں قائل ہیں

تو بتلایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت جبرئیلؑ اور سدرۃ المنتہیٰ اور حضراتِ انبیاء اولیاء کی ارواح اور جنت اور دوزخ اور عالم ملکوت اور جو کچھ کہ اس عالم میں تھا ان سب کو دیکھنا کس وحی و الہام سے تھا ان سب کے دیکھنے پر نص قرآن و حدیث متواتر ناطق ہیں۔

اگر کہا جائے کہ ان حضرات کے یہ علوم خدا کی عطا و بخشش سے ہیں اور مولوی صاحب کی مراد علم غیب بالذات کی نفی کرنی ہے "تو میں کہوں گا کہ ان حضرات کیلئے علم غیب بالذات کس نے ثابت کیا ہے؟ جس کی نفی میں اتنا مبالغہ کیا گیا ہے اور جس جز کی کتاب لکھ ڈالی ہے۔

اور اسے نہیں مانا جا سکتا کہ مولوی صاحب حضراتِ انبیاء و اولیاء کو حق تعالیٰ کی بخشش سے علم غیب عطا ہونے کے قائل اور مثبت ثابت کرنے والے ہیں اسلئے کہ انہوں نے ان حضرات کے علوم موہوبہ خدا کے بخشش کئے ہوئے علموں کی نفی ایسے صاف لفظوں میں کر دی ہے اگر اب اس انکار و نفی میں کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں ہے۔

پس یہ کہنا کہ مولوی صاحب ان حضرات کے علم بالذات کے منکر ہیں علم بالغیر کے منکر نہیں ہیں۔ یہ اُن کے قول کی ایسی تفسیر کرنی ہے جسے خود قائل تسلیم نہیں کر سکتا ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"چہ جائیکہ مرد عاقل اس کو کہے یا اس کو پسند کرے"

فلاسفہ کی پیروی گمراہی ہے حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہل اسلام جب حق سے احمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ہیں اور غیبی خبریں دیتے ہیں ان کی تصدیق کی ہے پس ہم نے تو اسی وقت فلاسفہ کی عقل و خرد کو بالائے طاق رکھ دیا ہے

پس ہم خاک سے تیمم اور پشت قدم پر مسح کرتے ہیں اور اہل قبور کو سلام پہنچاتے ہیں کہ یہ سب باتیں (محدود) عقلی نقطۂ نظر سے غیر معقول ہیں بلکہ مولوی صاحب نے تو قبر اور حلقہ کو بت ٹھہرایا ہے جیسا کہ آگے بیان آتا ہے اسلئے قبور کی زیارت کرنیوالے ان کے نزدیک مشرک ہو گئے اسی ترجیح میں سے نظام پور بنگالہ میں اسمٰعیلی فرقہ کے لوگوں کو دیکھا کہ قبروں کی زیارت اور اہل قبور پر سلام و فاتحہ پڑھنے سے پرہیز کرتا ہے اور ان باتوں کو باعث شرک شمار کرتا ہے

فقہاء و محدثین سب کی مخالفت

حالانکہ محدثین اور فقہاء نے قبروں کی زیارت اور ان کے آداب کا ایک جداگانہ باب مقرر کیا ہے اور مرنے والوں کی بخشش کیلئے ماثورہ دعائیں حضور سے زیادہ روایت کی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ خود مولوی صاحب تو روضۂ نبوی کی زیارت کو بھی برا جانتے ہیں اور روضۂ نبوی کی زیارت کو شرک کہا ہے (حد سے بڑھ جانے والوں کے غلو اور منافقین کے جدال سے خدا کی پناہ)

حدیث حضرت عائشہؓ

مولوی صاحب لکھتے ہیں

البخاری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت من اخبرک ان محمد صلعم یعلم الخمس التی قال اللہ تبارک وتعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ فقد اعظم الفریۃ۔

اخرج امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت لائے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص تم کو خبر دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ چیزوں کو جانتے تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت "اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے" الخ میں کیا ہے بیشک تحقیق اس نے بڑا جھوٹ بولا۔

تحقیق حدیث ام المومنین

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "انکار عائشہ صدیقہؓ ظاہر آیت سے استدلال کی بنا پر

استحالۂ عقلی یا کراہت شرعی کی جہت سے نہیں ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم ملکوت کے عجائبات ساتوں آسمانوں سے دیکھے اور جنت و دوزخ کو دیکھا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی روحوں کا اور فرشتوں کی صورتوں کا معائنہ فرمایا۔ بلکہ (یہاں تک ہوا کہ) اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوئے اور یہ پانچ چیزیں جن کا آیت میں ذکر ہے ان باتوں سے بڑھ کر نہیں ہیں جن کے علم واطلاع کو بعطائے الہٰی آپ کیلئے مان لینے سے کوئی عقلی استحالہ یا شرعی کراہت لازم آئے۔ پس حضرت عائشہ صدیقہ کے استدلال کی انتہا یہ ہے کہ ان پانچ غیبی باتوں کا علم حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور جنوں اور انسانوں سے کسی کے لئے ان پانچ غیبی چیزوں کے جان لینے کی راہ نہیں ہے مگر اس وقت کہ حق تعالیٰ نے انبیاء اولیاء میں سے کسی کو وحی، الہام اور مکاشفہ کے ذریعہ سے ان پانچ چیزوں کی اطلاع دے پس یہ بات کہ (حق تعالیٰ ان پانچ چیزوں کی آگاہی کسی کو نہیں دیتا آیت کی دلالت سے خارج ہے اور دیگر نصوص جیسے

وما المسئول عنها باعلم من السائل

وغیرہ کی دلالت یہ ہے کہ فرض کر لیا کہ قیامت کی تاریخ آنحضرت کو معلوم تھی مگر اخبار و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقی چار چیزوں کا تو علم تھا اور اس کے دلائل ان اللہ عندہ علم الساعۃ کے تحت میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ حضرات انبیاء، اولیاء تمام اقسام بشر سے بڑھ کے ثقہ اور معتمد ترین حضرات ہیں اور ان کے حالات عوام کی سمجھ بوجھ کی پہنچ سے بہت اونچے ہیں پس جو کچھ کہ اسلام کے معتبر ومعتمد لوگوں کی روایتوں سے معلوم

بجا ہے ان حضرات کے علو شان اور بلندی مقام کا اس سے زیادہ اعتقاد و یقین رکھنا اور ان کے مرتبہ کی عظمت کو اتم و اکمل خیال کرنا چاہیے اسلئے کہ لکھنے اور بیان کرنیوالوں کی قلم و زبان سے جو ظاہر ہوا اور راویوں کی روایتوں سے جو باہر نکلا ہے یہ بطریق ترشح ہے مگر اتنا بھی منکروں کے چپ کرنے کیلئے کافی ہے

مگر خدا کی بے ادبی نہ ہونے پائے

مگر واجب ہے کہ ان حضرات انبیاء اولیاء کے لئے الوہیت کو ثابت کرنے اور ان کو مرتبۂ ربوبیت پر اعتقاد نہ کیا جائے اور ان حضرات کو خدا اور پروردگار سمجھنے کے اعتقاد کرنے سے پورا پورا پرہیز کیا جائے تاکہ خالص بندوں کی تعظیم سے بندوں کے پروردگار کی بے ادبی نہ ہونے پائے اور دنیا و عقبیٰ کے نقصانات اور خرابی کا سبب پیدا نہ ہو

آنحضرتؐ کو قیامت کا بھی علم تھا

پس اس اعتقاد کے صحیح ہو جانیکے بعد کہنا یہ ہے کہ بعض اور نصوص روایت کی گئی ہیں۔ جو آنحضرتؐ کو قیامت کا علم نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ محمول قبل اطلاع پر ہیں (یعنی یہ روایتیں قیامت کا علم عطا ہونے سے پہلے کی ہیں) اور اس اعتقاد سے دین میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی پس علم قیامت کا اعتقاد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے رکھنا صحیح و درست ہے جو لولاک لما خلقت الافلاک کے مخاطب اور تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں

از مترجم
احادیث قیامت

چنانچہ احادیث اس پر ناطق ہیں۔

(۱) قال نبینا الامی الہاشمی علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام لاتقوم الساعۃ الا یوم الجمعۃ فی اخر ساعۃ منہ

(۱) اچھے کاموں کا حکم کرنیوالے اور برے کاموں سے روکنے والے ہمارے نبی صلعم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی مگر جمعہ کے دن آخری گھڑی میں۔

(۲) وقال صلی اللہ علیہ وسلم یمکث الناس بعد الدجال مائۃ وخمسین سنۃ | (۲) اور فرمایا کہ لوگ خروج دجال کے بعد ڈیڑھ سو سال ٹھہریں گے (پھر قیامت آجائیگی)

(۳) وقال صلی اللہ علیہ وسلم یبقی الناس بعد طلوع الشمس من مغربہا عشرین ومائۃ سنۃ | (۳) اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے سورج نکلنے کے بعد لوگ ایک سو بیس برس رہیں گے۔

(۴) وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی یکثر المطر ویقل الثمر | (۴) اور فرمایا قیامت نہیں آئیگی یہاں تک کہ بارش زیادہ اور پھل تھوڑے ہوں گے برکت آسمانی (اٹھ جائے گی)

اسی طرح اور حدیثیں ہیں جن میں اس بات کے اشارے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالٰے نے آپ کو قیامت کا بھی علم عطا فرمایا۔

حضراتِ انبیاء کے علم غیبی کا انکار قرآن کا انکار ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔
اُس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا یا کوئی امام یا ولی غیب کی بات جانتے تھے مگر شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے سو بڑا جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "اس بات کا کہنے والا جاہل اور زندیق ہے ایسا شخص شاید کبھی اہل علم اور ارباب صلاح خدا کے برگزیدہ بندوں کی مجلس میں نہیں گیا اس لئے کہ نص قرآن مجید ناطق ہے (اور رسول رہی ہے) کہ حضرات انبیاء اولیاء غیب کی باتوں کی خبر رکھتے تھے فرمایا اللہ تعالٰے نے

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم | اور میں خبر دونگا جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ کر رکھتے ہو (بیان حضرت مسیح علیہ السلام۔

اور مولوی صاحب اس کے منکر ہیں اور جس چیز کو قرآن نے ثابت کیا ہو اسکا انکار کرنے میں (جس بات کا ناطق قرآن ہو اسکا انکار) کفر و زندقہ کے سوا کیا ہوگا

اگر مولوی صاحب اہل علم اور ارباب صلاح کی مجلس میں پہنچتے تو جان لیتے کہ حضرات . . . انبیاء اولیاء نے غیب کی باتوں اور غیبی بھیدوں کی خبریں یعنی عقائد اور احکام کے مسئلوں اور گذرے ہوئے حادثوں اور آگے ہونے والی باتوں کی بہت خبریں دی ہیں اس لئے کہ علماء و صلحاء کی مجلسیں خدا تعالےٰ کی ذات و صفات اور اسکے جلال و جمال کے ذکر اور انبیاء اولیاء کی فضیلتوں اور ان کے رسول یا ولی ہونے کی علامتوں اور ان کے پسندیدہ کاموں اور ان کے علوم و اطلاعات کے بیان سے خالی نہیں ہوتی ہیں۔

اور یہ شرع کا کون سا ادب ہے کہ جن باتوں کے ظاہر کرنے سے شریعت پر ایمان قوت پکڑتا اور مضبوط ہوتا ہے ان کو چھپا کر شریعت کو منہدم کریں اور اس کا نام شریعت کا ادب رکھیں

اگر غیب کے بھیدوں کو چھپانا آداب شریعت سے ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کا ارشاد ہے کہ

ادبنی ربی فاحسن تادیبی | میرے پروردگار نے مجھے ادب سکھلایا پس کیا ہی اچھا ادب سکھلایا

تو آپ کوئی حرف (غیب کی باتوں کا) زبان پر نہ لاتے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے غیب کے بھید اتنے بیان فرمائے ہیں کہ اس کا پوسا پورا بیان کتابوں و تواریخ میں نہیں سما سکتا۔ ہاں غیب کے (ایسے) بھید جیسے کہ وہ مسئلہ وحدت وجود ہے جس کا بیان عوام کی تشویش کا سبب (اور نااہل کی سمجھ سے باہر) ہے اور بعض دوسرے امور جیسے کہ لوگوں کے گھروں کے دفینے اور خزانے، اور (دیگر لوگوں کی) موت و حیات اور مقدار عمر جو عقائد و اعمال سے تعلق نہیں رکھتے ہیں

ان امور کا علم و اطلاع ہوتے ہوئے ان کے بیان سے ان حضرات نے پرہیز
فرمایا ہے کیونکہ یہ الٰہی اسرار ہیں جن (خدائی بھیدوں کا) بلا ضرورت
پردہ فاش کرنا اور کھول دینا مشروع نہیں ہے اور شرع نے ایسا کرنے سے روک دیا ہے

حضرت غوث الثقلین کی شان

اخبار الاخیار از مولانا عبدالحق محدث دہلوی میں سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی
اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا "جس وقت میں کوئی بات تم سے کہوں
تو تم پر لازم ہے کہ اسے سچ مانو (اس کی تصدیق کرو) اسلئے کہ میری بات ایسے یقین
ایسے علم (مشاہدہ) سے پیدا ہوتی ہے جس میں شک کی مجال نہیں ہر مجھ سے
کہلایا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں۔ دیا جاتا ہے تو میں بخشش کرتا ہوں اور
کسی کام کا حکم کیا جاتا ہے تو میں کر لیتا ہوں اور ذمہ داری اس پر ہے جس نے مجھے حکم دیا ہے
والدیۃ علی العاقلۃ — خون بہا لینا مقتول کے اہل قرابت کے ذمہ ہے۔
پس تمہارا مجھے جھٹلانا یقیناً تمہارے دین کیلئے زہر قاتل اور تمہاری دنیا و آخرت کے زوال کا سبب
انا سیاف انا قتال د — میں بہت تلوار چلانے والا اور بہت لڑنے والا ہوں
یحذرکم اللہ نفسہ — اللہ تمہاری جان بچاتا ہے۔
اگر میری زبان پر شریعت کی پابندی شریعت) کی لگام نہ ہوتی۔ تو جو تم
کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو میں اس سے یقیناً تمہیں
خبر دیتا اور جو کچھ تمہارے ظاہر و باطن میں ہے میں اُسے جانتا ہوں تم لوگ
میری نظر میں شیشوں کے رنگ کی طرح ہو کہ اندر سے کیا ہو اور باہر سے
کیا؛ حضرت غوث اعظم کا مندرجہ بالا مستند ارشاد بیان فرمانے کے بعد
حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں۔ لیکن منکروں کو چپ کر دینے اور ان کے
شک شبے دور کرنے کے کیلئے بطریق ترشح بہت میں سے بہت ہی تھوڑا جو کہ

ان حضرات انبیاء اولیاء سے پایا گیا ہے وہ اندازے باہر ہے اس میں کہ
اس رسالہ میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور کچھ اب بیان کیا جاتا ہے شواہد میں بھی لکھا ہے

حضورؐ نے گھر کی پوشیدہ بات بتا دی

از آنجملہ یہ ہے کہ (بدر کی لڑائی میں) جب عباس قید ہوگئے تو ان کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا جو انہوں نے اپنے ساتھی مشرکوں کو کھانا دینے کیلئے اٹھا رکھا تھا اس لئے کہ عباس ان دو لوگوں میں سے ایک تھے جنہوں نے مشرکوں کو کھانا کھلانا اپنے ذمہ لیا تھا لیکن ان کی نوبت نہیں آئی تھی (کہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے) عباس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے وہ سونا مجھ سے لیا میں نے کہا یا رسول اللہ یہ سونا میرے فدیہ میں محسوب کر لیجئے آپ نے فرمایا "آپ نے ہمارے دشمنوں کی مدد پہنچانے کی غرض سے جو رقم نکالی ہے وہ فدیہ میں حساب نہ کی جائے گی" میں نے کہا کہ میں اپنے فدیہ کا اور اپنے متعلقین کے فدیہ کا (ذمہ دار اور) مکلف ہوں اور آپ نے تو مجھے ایسا کر دیا کہ تمام عمر لوگوں سے مانگنا پڑے گا" آنحضرت صلعم نے فرمایا،

"وہ سونا کیا ہوا؟ جو آپ نے (اپنی بیوی) فضل کی ماں کو (پوشیدہ طریقہ سے) دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے تو یہ سونا تیری ملکیت اور تیرے بیٹوں عبداللہ، فضل اور قثم کی ملکیت ہوگا!"

میں نے کہا کہ یہ آپ نے کہاں سے جانا کہ میں نے اپنی بیوی کو سب سے چھپا کر سونا دیا اور اس کے بارہ میں یہ وصیت کی)

فرمایا "مجھے خدائے تعالیٰ نے خبر دی" میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا کہ آپ سچے ہیں اسلئے کہ جو سونا میں نے فضل کی ماں کو پوشیدہ طریقہ پر دیا تھا

اس سے اللہ کے سوا کوئی آگاہ نہ تھا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور آپ خدا کے رسول ہیں۔

چھپا ہوا سامان بتا دیا

از آنجملہ یہ ہے کہ حارث بن ابی ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تاکہ اپنے قیدیوں کو چھڑائے اور فدیہ کیلئے چند اونٹ اور چند لونڈیاں لایا تھا مگر انہیں راستہ میں چھپا دیا تھا جب آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور قیدیوں کو مانگا تو آپ نے پوچھا کہ فدیہ کیا لائے ہو؟ کہا "کچھ نہیں لایا ہوں" آپ نے فرمایا "وہ اونٹ اور وہ لونڈیاں کہاں ہیں جنہیں تم نے فلاں مقام پر چھوڑا ہے؟"

(یہ سن کر حارث نے کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میرے ساتھ کوئی شخص نہ تھا نہ کوئی یہاں مجھ سے پہلے آیا (جو آپ کو خبر دیتا)

دس صحابہ کرام کے جنتی ہونیکی غیبی خبر

از آنجملہ یہ ہے کہ حضرت رسول خدا نے عشرہ مبشرہ (دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی بشارت (جنتی ہونے کی) دی اور فرمایا۔

(۱) ابوبکرؓ جنتی ہیں (۲) عمرؓ جنتی ہیں۔ (۳) عثمانؓ جنتی ہیں۔ (۴) علیؓ جنتی ہیں (۵) طلحہؓ جنتی ہیں۔ (۶) عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں۔ (۷) سعدؓ ابن وقاص جنتی ہیں (۸) سعیدؓ جنتی ہیں (۹) ابو عبیدہؓ بن الجراح جنتی ہیں (۱۰) زبیرؓ جنتی ہیں

یعنی ان دس صحابہ کرام کا جنتی ہونا آپ نے پہلے سے بتا دیا)

دو غیبی کتابیں

از آنجملہ یہ ہے کہ عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ پیغمبر خدا صلعم اس حال میں گھر سے باہر تشریف لائے کہ آپکے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں پس فرمایا کہ آیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ دونوں

کتابیں کیا ہیں؟ اور ان میں کیا لکھا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نہیں جانتے مگر یہ کہ آپ خبر دیں اور بتلائیں (کہ ان کتابوں میں کیا ہے؟ اور یہ حضور سے التماس ہے کہ ان کتابوں میں جو لکھا ہے اس سے ہمیں آگاہی بخشیں۔

پس آنحضرت علیہ السلام نے دہنے ہاتھ کی کتاب کے بارہ میں فرمایا کہ یہ پروردگار جہانیاں سے ایک کتاب ہے جس میں (امت کے) بہشتوں کے نام ان کے باپوں اور قبیلوں کے ساتھ تعین اور تمیز کیلئے (تفصیل کے ساتھ) درج ہیں پھر بالاجمال لکھے ہیں جیسا کہ اہل حساب کا طریقہ ہے کہ تفصیلی اعداد کے بعد آخر میں عددِ مجمل (میزان) لکھ دیتے ہیں (کہ مجموعہ اتنا ہوا) پس جب کہ ضبط و تعیین میں اتنا اہتمام فرمایا گیا ہے، تو پھر اس (حساب میں کبھی کمی یا زیادتی اس طرح نہ ہو سکے گی کہ کوئی شخص لکھنے سے رہ گیا ہے تو اسے شامل کر لیا جائے اور کوئی زائد لکھا گیا ہے تو اسے نکال دیا جائے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپکے بائیں ہاتھ میں تھی جس میں دوزخیوں کے نام، ان کے باپوں اور قبیلوں کے ناموں کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں اور تفصیل کے بعد پھر اجمال کیا ہے کہ سب کی تعداد گنتی اتنی ہوئی۔

جان بوجھ کر انکار

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں مولوی صاحب کو علم کا دعویٰ ہے اور اہل علم سے منسوب ہیں اسکے باوجود ان کا ان روایتوں کو چھپانے اور اپنی ساری کتاب میں ان روایتوں کا اشارہ تک نہ کرنے کی کوشش کرنا یہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں نہایت درجہ کا مبالغہ ہے اور اردو میں رسالہ لکھا ہے تو اس کی یہی وجہ ہے کہ عوام اہل اسلام کی زیادہ سے زیادہ تعداد صحیح عقائد سے بھٹک جائے)

یہ ملاحظہ عظمت وجلال حق کا بیان

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

عن اُمّ العلاء الانصاریۃ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واللّٰہ لا ادری واللّٰہ لا ادری وانا رسول اللّٰہ ما یفعل بی ولا بکم۔

اخرج البخاری: امام بخاری حضرت ام العلاء سے روایت لائے ہیں کہ ام العلاء نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا؟

اس حدیث میں ملاحظہ عظمت وجلال حق سبحانہ تعالیٰ (سے کیا ہیبت طاری ہوتی ہے اس کا بیان تاثر) ہے اور حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کے مقابلہ میں، اپنی بشری عاجزی اور کمزوری اور ناچاری کا اقرار واظہار ہے جب حضرات انبیاء پر صفات جلالیہ کی تجلی ہوتی ہے تو اس کے بعد ان کا یہ ہی حال ہوتا ہے کہ) تمام علوم واطلاعات کو فراموش کر دیتے ہیں اھ

اور حقیقت یہ ہے کہ مواعد جمیلہ ومبشرات جزیلہ (اچھے اچھے وعدے اور بڑی بڑی خوشخبریاں جو حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت مکرمہ کی نسبت نازل ہو چکی ہیں وہ حق تعالیٰ کی صفات جلالی کی تجلی کے) اس وقت (اس مقام میں) فراموشی کی لپیٹ میں آگئی ہیں (جو آپ نے فرمایا کہ واللّٰہ لا ادری واللّٰہ لا ادری اھ)

ذاتِ حق بے نیاز ہے

اور حق یہ ہے کہ خداوند عالم کو ایسا ہی جاننا اور اس کے معاملہ کو ایسا ہی سمجھنا چاہیے اس لئے کہ (ذات حق بہت ارفع واعلیٰ ہے) ایمان واسلام بلکہ نبوت اور رسالت حضرت الٰہیہ کے مقابلہ میں بہت نیچے ہیں۔ بلکہ بارگاہ حق کو بحد ذات اختیار مطلق حاصل ہو

ہاں پر شد فضا سینہ از دست
مرکز تسلیم گم شد از ضمیرم

سینہ کی فضا محبوب حقیقی کے ملاحظہ جلال وجبروت سے اتنی بھر گئی ہے کہ اپنی فکر بھی دل سے گم ہو گئی (راز منتر جم)

کہ مومنوں کو بلکہ انبیاء اولیاء کو جہنم میں ڈال دے اور کافروں کو بلکہ نمرود اور شداد کو فردوسِ اعلیٰ میں پہنچا دے اس لیے کہ خداوند تعالیٰ رب العلمین ہے مالک الملک ہے مالک علی الاطلاق ہے کسی روکنے والے کی روک اس کے دامنِ عزت تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور کسی اعتراض کرنے والے کا اعتراض اس کی بارگاہ میں نہیں پہنچتا۔

(ولا یسئل عما یفعل وہم یسئلون)

ے زاں روز کز فعل پرسند قول ☆ اولوالعزم را تن بلرزد زہول

جب (قیامت کے) دن افعال و اقوال کی پوچھ گچھ ہوگی (کہ دنیا میں کیا کیا اور کیا کہا تھا اس دن خاص اور مقبول بندوں کا تن بدن خوف سے کانپنے لگے گا

(یہ ہے اہل سنت و جماعت کا ایمان و عقیدہ)

الٰہی وعدے پورے ہوں گے

لیکن بات یہ ہے کہ جو ایمان والوں کیلئے جنت اور منکروں اور مشرکوں کے لئے دوزخ (روز) ازل میں مقدر کر چکا ہے اور اس نے حضرات انبیاء اولیاء کے لیے قرب و مقبولیت کا مقام اور ان کے سوالوں کا پورا کرنا متعین فرما دیا ہے (اپنی کریمانہ عادت کے موافق سابقہ کلمۂ ازلی کے خلاف نہیں کریگا اور حضرات مقبولین بارگاہ سے) کسی کو اس کے درجہ سے نہیں گرائیگا جس درجۂ اعزاز و اکرام کا اس کیلئے روزِ ازل میں اس نے وعدہ فرمایا ہے) اسلئے حضراتِ انبیاء اولیاء تمام عبادِ صالحین (تمام نیک بندے) اور عامہ مومنین اپنے اپنے مقام (اعزاز و اکرام) پر پہنچ جانے کی توقع اور امید اور آرزو رکھتے ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ اوامر (حکموں) اور نواہی ممنوعات کے بارہ میں اطاعت خداوندی کی (بجا آوری میں جان و دل سے پوری کوشش کرتے ہیں

ملاحظۂ جلالتِ حق کی ہیبت

پس اس حدیث میں مولوی صاحب کیلئے ان حضرات انبیاء اولیاء کے علم غیب عطائی کا انکار کرنے میں کوئی حجت نہ ہوگی اسلئے کہ ہر ذی شعور، ہوشیار جاننے والے پر جب خوف و وحشت طاری ہوتی ہے تو حواس باطل ہو جاتے ہیں اور علم فراموش ہو جاتا ہے جیسے کہ کسی شخص کا شیر یا اژدہے سے یکبارگی سامنا ہو جائے تو اس وقت علم دقیقہ کا کیا ذکر زمین و آسمان بلکہ تمام محسوس چیزوں کا حس و ادراک باطل ہو جاتا ہے (اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا)

(مگر ملاحظۂ عظمت و جبروت حق تعالیٰ کے مقام پر ایسا حال ہو جانے سے) یہ لازم نہیں آتا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کریگا (یعنی بہشت میں داخل کریگا یا دوزخ میں ڈال دیگا۔ اور آپ کو اپنی کریمانہ عادت کے موافق مقام محمود میں سرفراز فرمائیگا۔ یا (نعوذ باللہ) جہنم کے ہاویہ میں ذلیل کریگا۔ اگلے اور پچھلے لوگوں کیلئے آپ کو (شفاعتِ کبریٰ کا صاحب مقام شفاعت کرنیوالا، اور قبولیت شفاعت کا سرفرازی یافتہ ٹھہرائیگا، یا (عیاذاً باللہ) گمنام و پست عزت کریگا؟

اگر حدیث (ما ادری الخ کے یہی معنی کئے جائیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باتوں سے (جو اوپر ذکر کی گئی ہیں) بے خبر تھے اور اس صورت میں حضرت رسولِ خدا صلعم سے قرآن کی کہی ہوئی بات) کا انکار لازم آئیگا (معاذ اللہ)

مقام محمود پر آپ کی سرفرازی

قال اللہ تعالیٰ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

اللہ نے فرمایا (اے میرے محبوب) قریب ہے کہ آپکا پروردگار آپکو مقام محمود میں پہنچائیگا

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ

اور (اے پیارے رسول) قریب ہے کہ آپ کا خدا آپ کو اتنا کچھ عطا فرمائیگا کہ آپ (خوشی خوشی) راضی ہو جائیں گے اور آپ کیلئے پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے

آنحضرت اور بیخبری پناہ بخدا

نیز اگر آنحضرت صلعم اپنے انجام اور مآل کار سے واقف اور آگاہ نہ ہوں گے تو پھر آپ رسول اور کافۂ انام (دنیا جہاں کے لوگوں کے) امام اور مقتدیٰ اور پیشوا کیونکر ہو نگے اور اس تردد اور حیص بیص (شک و شبہہ) کی حالت میں آپ کا قبائل عرب کے ساتھ مقاتلہ و محاربہ (اور جہاد کی لڑائیاں لڑنا) کیونکر روا ہوگا (آنحضرت صلعم کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنا کہ آپ اپنے انجام اور مآل کار سے محض بے خبر تھے) نعوذ باللہ آپ کو کافر و فاسق تہا نا ہوگا۔

حضور روحی فداہ کی اولیت اور خاص مقبولیت

حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: "قیامت کے دن سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی قبر مبارک سے باہر تشریف لائینگے اور سب سے پہلے آپ ہی ہوں گے کہ بیہوشی سے افاقہ پائیں گے اور ایسا ہوگا کہ میدان قیامت میں آپ براق کی سواری پر لائے جائینگے اور ستر ہزار فرشتے آپ کے گرداگرد ہوں گے۔ اور عرش رب العلمین کے دہنی جانب آپ کرسی پر جلوہ فرما ہوں گے اور آپ کو مقام محمود (شفاعت کبریٰ سے) مشرف فرمایا جاویگا اور آپ کے مبارک ہاتھوں میں لواء الحمد ستائش حق تعالیٰ کا جھنڈا ہوگا کہ حضرت آدم اور انکی ذریات اسی جھنڈے کے نیچے ہونگی (آپ سب سے آگے ہوں گے) اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سمیت آپ ہی کے جھنڈے کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ کا دیدار پہلے آپ سے

خروع ہوگا(اور یہ حضور روحی فداہ کی عظمت خاصہ اور اعزاز واکرام خصوصی کے اظہار کا دن ہوگا) اور آپ کو شفاعت کبریٰ کیلئے مخصوص کیا جائیگا۔ اور سب سے پہلے پل صراط سے جو گزرے گا وہ آپ ہوں گے اور حشر کے روز تمام خلائق کو حکم ہوگا کہ اپنی اپنی آنکھیں بند کرلیں تاکہ آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا پل صراط سے گزر جائیں اور سب سے پہلے بہشت کا جو دروازہ کھولے گا وہ آپ ہوں گے اور قیامت کے دن آپ کو تمام مخلوق کے لئے وسیلہ ہونے کے (خاص الخاص) درجہ اور رتبہ کا شرف دیا جائیگا اور یہ نہایت ہی بلند رتبہ ہے کہ جو مخلوق میں اور کسی کو میسر نہیں ہوا۔

بارگاہ الٰہی کے وزیر

اور حقیقت یہ ہے کہ آج روز قیامت بارگاہ خداوندی میں آپ بمنزلہ بادشاہ کے وزیر کے ہوں گے اور دربار الٰہی میں صدارت عظمٰی کی سرفرازی آج آپ ہی کی ہوگی

کتاب و سنت کا نظام ہی بدل ڈالتے

کلام شاہ عبدالعزیز صاحب ختم ہوا

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں کہ "مولوی صاحب اگر دس برس اور زندہ رہ جاتے تو قرآن و حدیث کے تمام معنی الٹ دیتے اور نماز، روزہ اور حج، زکوٰۃ سب کا رنگ ہی بدل جاتا

انبیاء اولیاء کی بتائی ہوئی غیبی باتیں

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کریگا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ نہ نبی کو نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال نہ دوسرے کا حال"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "حضرات انبیاء اولیاء نے حوادث دنیا اور احوال قبر اور عالم آخرت کی جو خبریں دی ہیں وہ انہوں نے اپنے سر علم

واطلاع (وحی یا الہام یا نور مکاشفہ) سے دی ہیں اور یہ سب کچھ سچ ہے اور برحق ہے۔ اس بارہ میں اخبار و آثار بہت ہیں۔

مرنے کی جگہ اور آخرت کی بات حضور نے پہلے سے بتادی

از آنجملہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریدہ (صحابی) سے فرمایا کہ "تم میرے بعد خراسان کے شہر مرو میں نزول کرو گے کہ اسے بادشاہ ذوالقرنین نے بنایا ہے اسی شہر میں تیری وفات ہوگی اور آخرت میں تیرا یہ مرتبہ ہوگا کہ) تو محشر میں پورب والوں کا نور اور ان کا سردار ہوگا" پس جیسا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا بریدہ نے بعض غزوات (لڑائیوں کے سلسلہ) میں مرو میں نزول کیا اور وہیں وفات پائی

دشمنوں کیلئے پہلے سے بتادیا کہ کون کس جگہ مارا جائیگا

از آنجملہ یہ ہے کہ غزوہ بدر کے جہاد کے موقع پر لڑائی چھڑنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے زمین کی طرف اشارے کئے۔ اور فرمایا کہ یہ جگہ فلاں شخص کی قتل گاہ ہے اور یہ مقام فلاں دشمن کے ہلاک ہونے کا ہے پس ہر شخص اسی جگہ مارا گیا جو آپ نے متعین کردی تھی اور اس کے خلاف نہیں ہوا امیرالمومنین حضرت علی عمر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس نے آنحضرت کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ حضور نے جو خطوط کھینچ دیئے تھے اور جو حدیں مقرر کردی تھیں (کہ فلاں اس جگہ مارا جائیگا اور فلاں اس جگہ) ان لکیروں اور ان حدوں سے کسی نے بھی تجاوز نہ کیا حضور کی تباہی ہوئی ان ہی جگہوں پر ہر دشمن مارا گیا۔

حضور ستر حوریں ملنے کے ضامن ہوئے

از آنجملہ یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے روایت کی ہے کہ ایک صاحب جمال یہودی تھا آپکی مجلس میں

بہت آتا تھا۔ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:۔ "مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ تو اس حسن و جمال کے ساتھ دوزخ کی آگ میں جلے!" اس نے کہا کہ "دوسرے دین کی خاطر میں اپنا مذہب نہیں چھوڑنے کا" دوسرے روز پھر آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ رہے تھے

وحور عین کامثال اللؤلؤ المکنون | اور بہت سیاہ (پتلی) اور سفید آنکھوں والی حوریں چھپا کر رکھے ہوئے (آبدار) موتیوں کی طرح

(یہ سن کر) یہودی نے کہا کہ یا رسول اللہ (کیا میرے لئے) آپ (ایسی) ایک حور کی ضمانت دیتے ہیں" حضور نے فرمایا "نہ ایک بلکہ میں تو ستر حوریں ملنے کے لئے ضامن ہوتا ہوں" یہودی اسلام لے آیا اور اس کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا۔ جب اس نے وفات پائی تو رسول خدا صلعم نے جنازہ کی نماز پڑھی لوگوں نے اسے قبر میں اتارا تو آپ بھی اس کی قبر میں اترے جب آپ قبر سے باہر آئے تو آپ کی مبارک پیشانی پسینہ پسینہ تھی اور آپ کا کرتا مونڈھے سے پھٹ گیا تھا۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا ماجرا ہے! فرمایا میں نے اس وجہ سے دیر کی کہ اتنی حوریں اس کی طرف ایک کے بعد دوسری آتی رہیں اور ہر ایک نے کہا کہ میرا مالک یہی ہے یہانتک کہ ان حوروں کی گنتی ستر تک پہنچ گئی اور میرا کرتا پکڑ پکڑ کر کھینچتی رہیں یہاں تک کہ وہ مونڈھے پر سے پھٹ گیا

حضرت مولی علی کیساتھ مخالفین کیا کریں گے حضور نے اسکی خبر دی

ازالۃ الخفاء میں ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک باغ سے گذرا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہی اچھا باغ ہے رسول اللہ صلعم

فرمایا کہ اے علیؓ اس باغ سے اچھا باغ تیرے لئے بہشت میں ہوگا۔ اسی طرح
ہم دونوں سات باغوں سے گذرے اور میں ہر ایک کو دیکھ کر یہی کہتا رہا
کہ یہ باغ کیا خوب ہے۔ اور حضور رسول خدا صلعم نے ہر بار یہی فرمایا کہ تجھے بہشت
میں اس سے بہتر ملیگا اسکے بعد آپؐ آواز سے رونے لگے میں نے کہا یا رسول اللہ
کہ کس چیز نے آپ کو رلایا؟ آپ نے فرمایا (وہ چیز) قوم کے سینوں کے کینے (
جو تیرے لئے ہیں (یہ کینے) وہ لوگ ظاہر نہ کریں گے۔ مگر میرے بعد میں نے
کہا یا رسول اللہ (کیا میں) سلامتی کے ساتھ گذر جاؤں گا! حضور نے فرمایا
یا علی تم دین کی سلامتی کے ساتھ گذر جاؤ گے!

کیسی غیبی باتیں بتائی گئیں

مولوی صاحب لکھتے ہیں
اور اگر کچھ بات اللہ اپنے مقبول بندے کو وحی
اور الہام سے بتا دے کہ فلاں کا انجام بخیر ہے یا برا۔ سو وہ مجمل ہے (مفصل نہیں ہے)
حضرت فرماتے ہیں" حضرات انبیاء اولیاء کو وحی الہام اور مکاشفہ کے ذریعہ
سے جو علوم و اطلاعات حاصل ہیں ان میں بعض مجمل ہیں اور بعض مفصل ہیں
اور مولوی صاحب مجمل کا اقرار اور مفصل کا انکار کرتے ہیں پس اس پہ
دلیل بے سند اور خود ساختہ بات کے رد کرنے کو دلیل کی حاجت نہیں)

حضرات انبیاء کے تفصیلی علوم

اور ان حضرات کے تفصیلی علوم اندازہ و
بیان سے زائد ہیں (مثلاً) حضرت یوسف
علیہ السلام کا قصہ اور اصحاب کہف کا قصہ اور حضرت یحییٰ بن حضرت زکریا کی
پیدائش کا قصہ اور ولادت عیسیٰ بن مریم کا قصہ اور ولادت حضرت موسیٰ بن
عمران کا قصہ وغیرہ وغیرہ (کہ یہ سب تفصیلی قصے ہیں) اور اس پر قرآن ناطق ہے
پس ان حضرات کے مفصل علوم غیبیہ کا انکار قرآن کا انکار ہے اور قرآن کا انکار الحاد و زندقہ ہے

اگر کہا جائے کہ مولوی صاحب کا کہنا غیر متلو وحی کے بارے میں ہے یعنی اس وحی کے بارے میں ہے۔ جو قرآن کی وحی کے علاوہ ہے) میں کہوں گا کہ وحی غیر متلو بلکہ مکاشفہ سے بھی بہت غیبی تفصیلی علوم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی علم ہوتا تھا۔

غریب و مسکین مسلمانوں کا مستقبل کتنا شاندار ہوگا

از آنجملہ یہ ہے کہ ہجرت کا دسواں برس تھا کہ عدی ابن حاتم مدینہ میں آیا اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عدی اسلام لے آؤ تاکہ سلامت رہو عدی نے کہا کہ "میرا ایک دین ہے (جس پر میں قائم ہوں)" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمہارے دین کو تم سے بہتر جانتا ہوں" جو تم نے صابئین اور نصاریٰ کے درمیان اختیار کیا تھا" عدی نے کہا کہ "جی ہاں (ایسا ہی ہے) آنحضرت نے فرمایا تم اپنی قوم میں میر باغ یعنی غنیمت کے مالوں سے چوتھا (چوتھا حصہ) لینے والے ہو" عدی نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا یہ بات تمہارے مذہب میں جائز نہ تھی"۔ عدی نے کہا "جی ہاں! جائز نہ تھی" (عدی کہتے ہیں کہ یہ باتیں جب میں نے آپ سے سنیں تو میری طبیعت میں آپ کی طرف سے جو کراہت تھی، نہیں رہی

پھر آپ نے عدی سے فرمایا "تم اہل اسلام میں (اس وقت) جو فقر و غربت دیکھتے ہو وہ داخلِ اسلام ہونے سے تم کو روکتی ہے۔ لیکن ایک دن ایسا ہوگا کہ مسلمانوں میں اتنا زیادہ مال ہو جائے گا کہ جب وہ اپنے مال کا صدقہ نکالیں گے تو ان میں کوئی ایسا مفلس نہیں نکلے گا جو صدقہ قبول کرے اور شاید کہ اہل اسلام کے دشمنوں کی کثرت تمہیں اسلام قبول کرنے سے مانع ہوتی ہو کیا تم کبھی مقام حیرہ میں پہنچے ہو! (عدی نے کہا حیرہ میں گیا تو نہیں ہوں مگر جانتا ہوں (کہ حیرہ کون مقام ہے اور کہاں ہے؟) حضور نے فرمایا بہت جلد ایسا ہوگا کہ ایک عورت (تن تنہا) حیرہ سے خانہ کعبہ کے طواف کو نکلے گی

اور خدا کے سوا اسے کسی کا ڈر اور خوف نہ ہوگا۔ اور شاید کہ اسلام میں داخل ہونے سے یہ بات تمہیں روکتی ہے کہ بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو تم غیر مسلم لوگوں میں دیکھتے ہو مگر وہ زمانہ قریب ہے کہ کسریٰ بن ہرمز (بادشاہ فارس) کے خزانے اہل اسلام پر کھل جائیں گے (عدی کہتے ہیں میں نے تعجب کی راہ سے کہا کہ) کیا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟ فرمایا "(ہاں) کسریٰ بن ہرمز کے خزانے

سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا

عدی کہتے ہیں کہ میں اسلام لے آیا واللہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک عورت کو دیکھا جو تن تنہا حیرہ سے چل کر آئی (اور) بیت اللہ کے طواف کو گئی اور اسے خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہوا اور جن لوگوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے لوٹے تھے میں خود ان لوگوں کی پہلی جماعت میں تھا واللہ وہ تیسری بات بھی پوری ہو کے رہے گی کہ صدقہ لینے والے ڈھونڈے نہیں ملیں گے"

تیسری بات بھی پوری ہوگئی

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ارشاد نبوی کی تیسری بات بھی امیر عمر بن عبد العزیز کے عہد سلطنت میں پوری ہوگئی کہ صدقہ لینے والے ڈھونڈے جاتے تھے مگر نہیں ملتے تھے

جناب امیر نے کتنی مفصل غیبی باتیں بتا دیں

از آنجملہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفے میں آئے کوفیوں میں ایک جوان تھا جو آپ کے اتباع اور انصار میں شامل ہوا تھا اور آپ کے سامنے وہ آپ کے دشمن سے لڑتا تھا۔ ناگاہ اس نے شادی کی خواہش کی۔ ایک روز حضرت امیر علیہ السلام صبح کی نماز ادا کر چکے تھے کہ ایک شخص سے فرمایا فلاں گاؤں میں جا وہاں ایک مسجد کے پہلو میں ایک گھر ہے اس گھر میں ایک مرد اور ایک عورت آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں

تو ان دونوں کو میرے سامنے لے آؤ وہ شخص گیا اور ان دونوں کو لے آیا آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آج کی رات تم دونوں میں بہت جھگڑا ہوتا رہا یہ کیوں؟ اس جوان نے کہا اے امیرالمومنین اس عورت سے میں نے نکاح کیا جب میں اسکے پاس گیا تو اس عورت سے ایک نفرت واقع ہوئی اگر میں کرسکتا تو اسی لحظہ اسی وقت میں اسے اپنے سامنے سے دور کر دیتا اس نے مجھ سے لڑنا اور جھگڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپکا حکم پہنچا اور ہم دونوں بارگاہ خلافت میں حاضر ہو گئے۔

پھر حضرت امیرالمومنینؑ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بہت سی باتیں ہیں کہ جو شخص ان باتوں کا محافظ ہے نہیں چاہتا کہ دوسرا اسے سب لوگ چلے گئے صرف جوان رہ گیا اور عورت رہ گئی آپ نے عورت کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہا تو اس جوان کو پہچانتی ہے؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کیا میں تجھے اس طرح بتا دوں کہ تو اسے پہچان لے مگر چاہیے کہ تو سچی بات کا انکار نہ کرے اس نے کہا میں انکار نہیں کرونگی آپ نے فرمایا کہ تیرا یہ نام ہے اور کیا تو فلاں شخص کی بیٹی نہیں ہے؟ اس نے کہا بیشک ہوں آپ نے فرمایا کیا تیرا چچازاد بھائی نہ تھا کہ تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؟ عورت نے اقرار کیا کہ ہاں ایسا ہی تھا پھر فرمایا تیرے باپ نے نہیں چاہا کہ تجھے اس کے نکاح میں دے اور اس کو اپنے سامنے سے نکال دیا کہا جی ہاں ایسا ہی ہوا تھا پھر آپ نے فرمایا کہ ایک رات تو قضائے حاجت کیلئے باہر آئی تھی اور اس نے تیرے ساتھ مجامعت کی تھی اور تو حاملہ ہو گئی تھی اور یہ بات تو نے اپنی ماں سے کہی اور باپ سے چھپائی جب بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو رات تھی تیری ماں تجھے گھر سے

باہر لے گئی جب بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو تو نے کپڑے میں لپیٹا اور دیوار کے باہر جو لوگوں کے قضائے حاجت کی جگہ تھی وہاں (بچہ کو) پھینک دیا ایک کتے نے آکر سونگھا۔ تو نے کتے پر پتھر کھینچ مارا۔ وہ پتھر اس بچہ کے سر پر لگا اور سر پھٹ گیا تیری ماں نے اس لڑکے کے سر پر ایک پٹی باندھ دی۔ پھر تم دونوں اسے چھوڑ کر چلے گئے اس کے بعد اس بچہ کا تمہیں کچھ حال معلوم نہ ہوا اس عورت نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ ایسا ہی ماجرا گذرا ہے مگر ان باتوں کو میرے سوا اور میری ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا" اس کے بعد امیر المومنینؑ نے فرمایا جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ کے لوگوں نے اس بچہ کو لیا اور اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا اور ان کے ہمراہ کوفہ میں آگیا اور تجھ سے نکاح کیا" پھر آپ نے اس جوان سے فرمایا اپنا سر دکھا دے" اس نے اپنا سر کھول کر دکھایا سر پر شکستگی کا نشان ظاہر تھا۔ پس آپ نے فرمایا کہ اے عورت یہ جوان تیرا فرزند ہے جو بات کہ اس پر حرام تھی خدا نے اس سے بچا لیا۔ بس اب جا اپنا ...

آنحضرتؐ نے دشمن کے چھپے ہوئے ارادہ اور منصوبہ کو کس طرح کھولکر بتا دیا

از آنجملہ یہ ہے کہ بدر کے واقعہ کے بعد عمیر ابن وہب جمحی نے صفوان ابن امیہ سے بدر کی مصیبت کا ذکر کیا عمر ابن وہب کا بیٹا بدر کے قیدیوں میں تھا صفوان نے کہا کہ کشتگانِ بدر کے بعد خدا نے رحم ہوئیں سے لئے) عیش کو ناگوار کر دیا عمیر نے کہا کہ اس واقعہ کے بعد اب جینے میں کوئی بھلائی نہیں رہی اگر میرے ذمہ لوگوں کا قرض نہ ہوتا اور بھوک پیاس سے اپنے بال بچوں کے ضائع ہو جانے کا مجھے اندیشہ و غم نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں محمدؐ کو قتل کرنے مدینہ جاتا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ محمدؐ مدینہ میں تنہا بازار میں پھرتے ہیں اور سب کے سامنے اٹھتے بیٹھتے ہیں میرے لئے

مدینہ میں جانے کا بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کی قید میں ہے صفوان نے کہا کہ تیرے قرض کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور میں تیرے بال بچوں کیلئے بھی اقرار کرتا ہوں کہ ان کی پرورش بھی میرے ذمہ ہوگی، تو نے جس بات کا ارادہ کیا ہے اس میں کوتاہی نہ کرنا

صفوان نے عمیر کے سفر کا سامان کر دیا اور عمیر نے اپنی تلوار کی باڑھ لگائی اور تلوار کی زہر کو آبداری دی (یعنی اسے زہر کے پانی میں بجھا دیا) اور صفوان کو اس بھید کے چھپانے کی وصیت و تاکید کی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی کے دروازہ پر اُترا اور اپنی سواری کو باندھا اور اپنی تلوار گلے میں لٹکائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ ان کی نگاہ عمیر پر پڑ گئی فرمایا اس کتے کو پکڑ لو کہ یہ خدا کا دشمن ہے بدر کے دن قوم کو لڑائی پر ابھارتا تھا اور قوم کو ہم لوگوں کی گنتی کم ہونے کی اطلاع دیتا تھا

اس جماعت نے اسے پکڑ لیا امیر المومنین حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور یہ قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لے آؤ۔ امیر المومنین عمرؓ نے اسکے بند شمشیر کو جو گردن میں تھا ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اسکے قبضۂ تلوار کی نگہداشت کی اور اس طرح رسول اللہ صلعم کے سامنے لے گئے اور حضرت عمرؓ نے انصار کی ایک جماعت سے کہا کہ حضور رسول خدا کے سامنے بیٹھ جائیں۔ اور اس کتے کے حملہ سے بیخوف نہ رہیں"۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "اسے چھوڑ دو" اور عمیر سے فرمایا "سامنے آ"

پھر عمیر سے حضور نے پوچھا کہ اے عمیر تو یہاں کیوں آیا ہے؟ عمیر نے کہا کہ ایک قیدی کیلئے آیا ہوں جو آپ کے قبضہ میں ہے رسول اللہ صلعم نے پوچھا تلوار کیوں لٹکائی ہے؟ اس نے کہا کہ ہماری تلوار کا منہ کالا ہو چکا کہ اس نے

ہمارے لیے کچھ کام نہیں کیا حضور نے فرمایا تو سچ بول اختیار کر سچ بولنے کے سوا تیرا چھٹکارا نہیں ہے اس نے کہا کہ اس قیدی کو چھڑانے کی مہم کے سوا اور کسی مقصد سے نہیں آیا ہوں"

دو شخصوں کی باہمی رازدارانہ بات چیت کا حال بیان فرمادیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ تو صفوان ابن امیہ کے پاس نہیں بیٹھا اور تو نے اہلِ قلیب (کشتگانِ جنگ بدر) کو یاد نہیں کیا اور جب صفوان نے تیرے قرض کا ادا کرنا اور تیرے بال بچوں کی دیکھ بھال کرتے رہنا اپنے ذمہ لے لیا تو کیا تو محمد کے قتل کرنے کے ارادہ سے مدینہ نہیں آیا؟ لیکن اے عمیر! میرے اور تیرے درمیان خدائے تعالیٰ حائل ہوگیا" یہ سن کر عمیر نے کہا کہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ خدا کے رسول ہیں نہایت ہی میری جہالت تھی جس کے سبب مجھے آپ کا انکار تھا اب آپ کا سچا رسولِ خدا ہونا مجھ پر ظاہر ہوگیا اسلئے کہ میرے اور صفوان کے سوا ان باتوں کی خبر کسی کو بھی نہ تھی اور آپ کو ان باتوں کی خبر خدائے تعالیٰ کے سوا کسی نے نہیں دی خدا کا شکر ہے کہ اس نے دولتِ اسلام سے مشرف فرمایا"

عمیر اسلام لے آئے

(جب عمیر ایمان لے آئے) تو رسول اللہ صلعم نے اصحاب کرام سے فرمایا اپنے بھائی کو احکام اسلام سکھاؤ اور قرآن کی تعلیم دو"

مبلغ اسلام ہوگئے

اس کے بعد عمیر نے مکہ واپس جانے کی اجازت مانگی (وہاں پہنچ کر وہ) خلق کو خدا کی طرف بلاتے رہے اور ان کے ذریعہ اور واسطہ سے ایک کثیر جماعت دولت اسلام سے مشرف ہوگئی

مولوی صاحب لکھتے ہیں

" اور اس سے زیادہ معلوم کرلینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنا، انکا اخبار غیبیہ سے باہر

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "مولوی صاحب نے اس عبارت میں حوادث مفصلہ (تفصیلی باتوں) کے جان لینے کی نفی خصوصیت کے ساتھ کی ہے تو اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرات انبیاء اولیا کو حوادث مجملہ کے ادراک کا اختیار ہے۔ مگر یہ بات خود ان کے قول کا رد کرتی ہے، جو انہوں نے پہلے کہا ہے کہ "مگر ہاں جو اللہ کی طرف سے وحی والہام ہے سو اس کی بات نرالی ہے اور وہ ان کے اختیار میں نہیں ہے" یہ ان کی ایک بات کا ان ہی کی دوسری بات کو رد کرنا، اور ان کی باتوں کا باہم متناقض ہونا حافظہ کی خرابی سے ہے

اختیار لذاتہ یا اختیار لغیرہ؟

مگر میں کہتا ہوں کہ "اختیار" سے کون سا اختیار مراد ہے؟ آیا اختیار لذاتہ یا اختیار لغیرہ؟ (یعنی ذاتی ازلی اختیار یا خدا کا دیا ہوا حادث اختیار؟) اگر ذاتی ازلی اختیار مراد ہے تو اہل سنت وجماعت کے مذہب میں (خدا کے سوا اور کسی کیلئے) اس (اختیار لذاتہ) کو ثابت کرنا کفر ہے، اور اہل سنت وجماعت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے جس کی نفی میں مولوی صاحب نے اتنا مبالغہ کیا ہے اور اگر (خدا کا دیا ہوا حادث اور غیر ازلی) اختیار لغیرہ مراد ہے تو ان حضرات کو حوادث مجملہ یا مفصلہ (دونوں کے) ادراک کا اختیار لغیرہ حاصل ہے۔ اس معنی سے حاصل ہے کہ یہ حضرات جب حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وحی نازل ہونے کی خدا سے خواستگاری کرتے ہیں تو فوراً ان پر وحی اترتی ہے اور ان کی خواستگاری پوری ہو جاتی ہے

علم بذریعہ نور قلب

یا یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کے قلب میں جو نور ودیعت فرماتا ہے جب چاہتے ہیں اس نور سے حوادث مجملہ یا حوادث مفصلہ کا ادراک کر لیتے ہیں۔

نفی صرف اختیار لذاتہ کی ہے

اور اختیار کی نفی کرنے میں اختیار لذاتہ (کی نفی) کے سوا کچھ اور مراد (خداوندی) نہیں ہے

بہت ثبوت سامنے رکھ دیا گیا

اور ان حضرات انبیاء اولیاء کے اختیار وغیرہ کے ثبوت میں بہت دلائل اور شواہد اسی کتاب میں بیان ہو چکے ہیں جن کے رد کرنے میں مولوی صاحب کی طرف سے کوئی عقلی یا نقلی دلیل قائم نہیں ہوتی ہے۔

وما دون آں خرط القتاد است ۔ اور اس کے سوا کانٹے دار درخت پر ہاتھ مارنا ہے یعنی حق تو ثابت ہو چکا (اب آگے محض حجت بازی اور بیکار بحث ہے)

علمائے اہلسنت کا کارنامہ

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ مولوی صاحب نے اس رسالہ میں جتنی جد و جہد (کوشش) حضرات انبیاء اولیاء کے علم غیب کی نفی میں کی ہے اور نصوص (قرآن و حدیث) کے معنی بیان کرنے میں جو تحریف و تصحیف کی ہے (معنی کا جو الٹا سیدھا مطلب بیان کیا ہے اس سے ہزاروں حصے بڑھ چڑھ کر اہل سنت و جماعت کے علماء نے تفسیروں اور سیر اور تواریخ اور عقائد کی کتابوں میں ان حضرات کی غیب دانی کو ثابت کرنے میں کوشش کی ہے اور نصوص کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں ذرا تحریف و تصحیف کئے بغیر نصوص کو ان کے حقیقی مورد و منشاء و مفہوم پر برقرار رکھتے ہوئے علم غیب (عطائے الٰہی) کو ان حضرات کے لئے مستند کیا ہے ان کے محاورہ میں غیب دانی حضرات انبیاء علیہم السلام کیلئے تو معجزہ اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کیلئے کرامت ہے۔ اللہ تعالٰے میری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے ان علمائے کرام کو بہتر جزا دے اور سب اہل اسلام کو امت مرحومہ سواد اعظم کے عقائد و اعمال کا پابند رکھے آمین

اس پر خدا کی پھٹکار، جو ان سلف صالحین کے خلاف چلے اور ان پر کفر و شرک کی تہمت لگائے

اشراک فی التصرف کا بیان

حضرات انبیاء اولیا کے تصرفات

مولوی صاحب لکھتے ہیں "تیسری فصل شرک فی التصرف کی برائی کے بیان میں:۔

قال اللہ تعالیٰ وتبارک قل من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون سیقولون للہ قل فانی تسحرون۔

اے نبی کہدیجئے کس کے قبضہ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ ہی پناہ دیتا ہے اس کے سوا کوئی پناہ نہیں دے سکتا بتلاؤ اگر تم جانتے ہو اب کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے کہدیجئے کہ پھر تم کس جادو کے فریب میں آئے جاتے ہو

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں" یہ آیت بتوں کی قدرت کے ابطال (رد کرنے) میں اتری ہے۔ اور (بتوں میں قدرت نہ ہونے کی) شہادت حس ہے (اس لئے کہ بتوں کا بے جان اور بے حس و حرکت اور بے قوت ہونا محسوس طریقہ سے ثابت ہے) اور یہ (طاقت و قوت کا فقدان) بتوں کی الوہیت و تعبّد اور ان سے التجا کرنے کے باطل ہونے کو لازم ٹھہراتا ہے اسلئے کہ الٰہ (خدا) کیلئے قدرت کا ہونا لازم ہے اور لازم (یعنی قدرت) کا نہ ہونا ملزوم (یعنی بتوں کے) الٰہ (خدا) نہ ہونے کی دلیل ہے اور بتوں کا خدا نہ ہونا ان کے استحقاق عبادت کو باطل ٹھہرانے کی دلیل ہے) اسلئے کہ عبادت کا مستحق ہونا یہ الٰہ (خدا) ہی کا خاصہ (اور استحقاق) ہے۔ رہا بتوں سے التجا کرنیکا باطل ہونا سو یہ اس بنا پر ہے کہ جب بتوں میں کوئی قدرت نہیں ہے اور کسی کی حاجتوں کے پورا کرنیکی ہوس بھی توقعات وہ نہیں رکھتے ہیں تو ان سے التجا کرنی عقل کی خرابی اور قطعی عبث و بے فائدہ چیز ہے

اور اس آیت میں حضراتِ انبیاء و اولیاء سے قدرتِ تصرف کی نفی کرنے میں مولوی صاحب کیلئے کوئی حجت و دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ بتوں کی ابطالِ قدرت سے زید و عمر کی قدرت کا باطل ہونا بھی لازم نہیں آتا چہ جائیکہ اس سے قدرتِ حضراتِ انبیاء و اولیاء کی نفی ہو جائے۔ امورِ عادیہ و غیر عادیہ میں ان حضرات کی قدرت ان کے زمانہ کے لوگوں کیلئے تو ثابت بالحس یعنی آنکھوں کی دیکھی بات ہے اور ان کے بعد کے لوگوں کیلئے ثابت بالنص ہے (کتاب و سنت سے ثابت ہے) پس جس حقیقت پر حس اور مشاہدہ گواہ ہو اس کا انکار بڑی حماقت ہے) اور جس پر نص کی گواہی ہے اس کا انکار (نص کا انکار ہے) اور نص کا انکار (اعتقادِ اہلِ اسلام کی رو سے کفر ہے خدا بنا دیا سمجھے

قدرتِ تصرف اور خدائی

اگر کہا جائے کہ ان حضرات کیلئے تصرف کی قدرت ثابت کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کو خدا ٹھہرایا گیا تو میں کہوں گا کہ یہ بات اس وقت لازم آتی جب لازم و ملزوم میں مساوات ہوتی (یعنی وجودِ لازم اور وجودِ ملزوم دونوں ساتھ ساتھ ہوتے، جیسے کہ سورج کا نکلنا اور دن کا ہونا لازم اعم ہے کہ سورج ہو تو دن بھی ہو اور سورج نہ نکلا ہے تو دن بھی نہیں ہے اور قدرتِ تصرف الوہیت اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم نہیں ہے اس لئے کہ قدرتِ تصرف لازم اعم ہے (یعنی قدرتِ تصرف ممکنات میں بھی جو خدا کے سوا ہیں پائی جاتی ہے) ہر ایک بشر اپنے قبضہ کی چیزوں میں تصرف کی قدرت رکھتا ہے اور یہ بات حس سے ثابت ہے ہر شخص کا مشاہدہ ہے) اور ایک چیز کی عام صفت کو ایک اور چیز کیلئے ثابت کرنے سے اس چیز کو وہی شے ثابت کرنا لازم نہیں آتا ہے (جیسے کہ زید کو کریم کہنے سے زید کا خدا ہونا لازم نہیں آتا ہے حالانکہ کریم ہونا خدا کی صفت ہے اور

کریم اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے ایک نام ہے ، پس حضرات انبیاء اولیاء کے لیئے قدرتِ تصرف کو ثابت کرنے سے ان کیلئے الوہیت کو ثابت کرنا لازم نہیں آتا ہے ۔

اگر کہا جائے کہ مُردوں کو زندہ کرنا اور بیماروں کو اچھا کرنا لازم مساوی ہے پس اس قدرت کا ان حضرات کیلئے ثابت کرنا ان کی الوہیت کو ثابت کرنا ہوگا میں کہوں گا کہ یہ بھی لازم مساوی نہیں ہے بلکہ اکثر (خاص لخاص) بندگانِ حق سبحانہ تعالےٰ ان صفتوں سے متصف ہیں جیسے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کے بارہ میں اللہ تعالےٰ نے حکایۃً فرمایا ۔

وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ | اور میں (مسیح ابن مریم) اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور زندہ کردیتا ہوں مُردوں کو اللہ کے حکم سے

اگر کہا جائے کہ قدرتِ تصرف کبھی خدائی صفت واقع ہوتی ہے ۔ کبھی بندہ کی صفت تو ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے ۔ ؟

ازلی اور حادث کا فرق ہے

میں کہوں گا کہ قدرتِ تصرف جہاں خدا کی صفت واقع ہوتی ہے وہاں مُراد ازلی صفت ہوتی ہے اور یہ ازلی صفت صرف خاصۂ حق سبحانہ تعالیٰ کیلئے ہے اور کسی کیلئے نہیں ہے) اور جہاں بندہ کی صفت واقع ہوتی ہے وہاں صفت حادث (خدا کی دی ہوئی مُراد ہوتی ہے

حضرت غوث اعظمؓ بڑی قدرت تصرف کے ہوتے ہوئے بھی بندے ہیں نہ کہ خدا

پس اس بنا پر اگر پیرانِ پیر شیخ محی الدین حضرت عبد القادر رضی اللہ عنہ خدا کی دی ہوئی قوت و طاقت سے آسمان کو زمین پہ گرادیں یا ایک لفظِ کُن (ہو جا) سے عالموں (اور دنیاؤں) کو پیدا کردیں تو بھی

وہ الوہیت کے پایہ پر نہیں پہنچیں گے (خدا نہ ہو جائیں گے) بلکہ بندہ خدا ہی رہیں گے اس لئے کہ الوہیت وہ امر ہے جس میں زوال و فنا اور ابتدا و انتہا کو راہ نہیں ہے (یعنی الوہیت کو نہ زوال و فنا ہے نہ اُسکا شروع یا آخر ہے الوہیت کی صفت یہ ہے کہ وہ قدیم ہے ازلی ہے اور ابدی اور اُسے بقا ہے فنا نہیں ہے اور حضرت پیران پیر حدوث و امکان کے درمیان ہیں (پس بڑی سی بڑی قوت تصرف کے ہوتے ہوئے بھی آپ خدا کے بندے ہی ہیں خدا نہیں ہیں)

دوسرا شبہہ اور جواب

اگر کہا جائے کہ کچھ لوہ بالمعنی الحادث بتوں کے لئے قدرت تصرف کا ثابت کرنا اور ان سے التجا کرنا بھی شرک نہ ہوگا، میں کہوں گا کہ ضرور شرک ہوگا، اس معنی سے نہیں کہ یہ باتیں بذات خود کفر و شرک ہیں بلکہ اس معنی میں (کفر و شرک ہیں) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بتوں سے التجا اور فریاد کرنے سے اور اُنکے سامنے نذر و نیاز پیش کرنے سے انکار فرمایا ہے (اور بتوں میں قدرت تصرف وغیرہ امور ثابت کرنے کو) جھوٹ قرار دیا ہے (کیونکہ بُت بے جان ہیں۔ اور کسی کو نقصان و نفع پہنچانے کی صفت حادثہ بھی نہیں رکھتے ہیں اور بتوں کا نفع و نقصان کرنے کی کوئی طاقت و قدرت نہ رکھنا یہ نص اور حسی موثوں کی شہادت سے ثابت ہے، پس (اس محل پر) کفر و شرک کا مرجع دوسرا امر ہوگا اور یہ سب باتیں اس کی علامت ہوں گی۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں

"پس سمجھنا چاہیئے کہ غیر اور کسی سے مراد میں مانگنی محض خبط ہے"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "آیت کا مدلول (و مقصد) بتوں کی قدرت اور الوہیت کو باطل ٹھہرانا اور بتوں کی قدرت اور ان کے خدا ہونے کے عقیدہ کو رد کرنا ہے (پس عموم غیر حق (حق تعالیٰ کے سوا سب ہی) کی استمداد کو باطل

کرنے کی شاخ نکالنی باطل اور غلط ہے۔ اسلئے کہ بتوں کی قدرت کے باطل ہونے سے (بتوں کے سوا) اوروں کی قدرت کا بطلان لازم نہیں آتا ہے یہ (امر) کسطرح لازم آئے کہ خود حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی تعریف بیان فرمایا

قدرتِ جبریلؑ

(علمہ شدید القویٰ) اور سکھایا ان کو بڑی قوت والے نے اور امور عادیہ (چلنے پھرنے کھانے پینے وغیرہ) میں عام انسانوں کی قوت اور طاقت حس کے مشاہدہ سے اور امور غیر عادیہ (مُردوں کے زندہ کرنے، جنم کے اندھوں کو اچھا کرنے وغیرہ) خاص انسانوں (انبیاء اولیاء) کی قوت اور قدرت (نص کی شہادت سے) ثابت ہے اور حاجت چاہنے کا مدار و مدار اس کے پورا کرنے کی قدرت پر ہے اس لئے خاص عام لوگوں کے درمیان ایک کا دوسرے سے مدد چاہنا عادت بن گیا ہے۔

صحابۂ کرامؓ کی استمداد آنحضرتؐ سے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے بھی آنحضرتؐ سے طلب حاجت کی ہے اور اپنی مراد کو پہنچے ہیں۔ شواہد اور دلائل اس کے بہت ہیں۔

کٹا ہوا ہاتھ اپنی جگہ پر ٹھیک ہو گیا!

از آنجملہ یہ ہے کہ بدر کے دن اُمیہ ابن خلف نے حضرت حبیبؓ پر ایک ضرب لگائی اور ان کا ایک ہاتھ کندھے سے جدا کر ڈالا اس کے بعد حبیبؓ نے (دوسرے ہاتھ سے) امیہ کو قتل کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دیکھ کیا کہ) حبیبؓ کے کٹے ہوئے ہاتھ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اور خدائے تعالیٰ نے صحت دی (کٹا ہوا ہاتھ اپنی جگہ پر ٹھیک ہو گیا۔)

آنکھ باہر نکل پڑی تھی اچھی ہو گئی

از آنجملہ یہ ہے کہ (اسی بدر کی لڑائی کے روز) قتادہؓ ابن نعمان کی آنکھ میں کوئی ایسی چیز آ پڑی اور الیا

صدمہ پیش آیا) کہ ان کی آنکھ کا ڈھیلا لٹک کر رخسارہ پر آگیا۔ قوم نے چاہا کہ اسے کاٹ ڈالیں (پھر کچھ سوچ سمجھ کر کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کر لیں۔ رسول اللہ صلعم نے قتادہؓ کو بلایا اپنے پاس بٹھایا اور ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اور دستِ مبارک کی ہتھیلی اس پر مل دی (آنکھ ایسی اچھی ہوگئی کہ) لوگ پہچان نہیں سکتے تھے کہ وہ کون سی آنکھ تھی (جو باہر نکل آئی تھی۔ اور رخسارہ پر لٹک گئی تھی)

زندوں اور مُردوں سے مدد مانگنی!

اگر کہا جائے کہ زندہ لوگوں سے تو مدد مانگنی جائز ہے مُردوں سے مدد مانگنی البتہ جائز نہیں ہے اور مولوی صاحب کی مراد یہ ہے کہ مُردوں سے مدد نہ مانگی جائے، میں کہوں گا کہ اگر مُردوں سے مدد مانگنا شرک ہے تو زندوں سے مدد مانگنا بھی شرک ہے اسلئے کہ زندہ لوگ خدا نہیں (کہ ان سے مدد کا مانگنا شرک نہ ہو)

خطائے اعتقادی نہ کہ شرک

اگر کہا جائے کہ مُردے نہ سُن سکتے ہیں اور نہ مدد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں (اس لئے ان سے مدد مانگنی شرک ہے) میں کہوں گا کہ اس بات کو مان بھی لیا جائے تو اس تقدیر پر یہ اعتقادی خطا ہوگی (شرک نہ ہوگا) اس سے شرک لازم نہیں آتا (کہ نہ سننے والے کو سننے والا اور قدرت نہ رکھنے والے کو قدرت والا سمجھا) جیسے کہ کسی نے گنجے سے پانی مانگا اس گمان سے کہ گنجا پانی دینے پر قادر ہے اور واقع میں گنجا ایسا نہیں ہے (پانی نہیں دے سکتا)

حاضر و ناظر

اگر کہا جائے کہ مُردوں سے مدد کا مانگنا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اہل حاجت مُردوں کو ہر جگہ حاضر و ناظر جانتے ہیں

ورنہ اموات سے مدد مانگنا اشراک فی التصرف نہیں ہو گا۔ انکار و عمل شرک فی العلم ہو گا

محبوبانِ خدا کو بتوں کی طرح سمجھا!

مولوی صاحب لکھتے ہیں: سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا تصرف عالم میں ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے تو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔ سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "یہاں حضراتِ انبیاء و اولیاء کو بتوں پر قیاس کیا گیا ہے۔ اس قیاس اور اس قیاس کرنے والے سے بس خدا ہی سمجھے (حقیقت یہ ہے کہ) خود حق تعالیٰ سبحانہ نے نصِ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے جنم کے اندھے کو اور کوڑھی کے اچھا کرنے اور مردوں کے زندہ کرنے کو اور (حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر) آصف بن برخیا کیلئے تختِ بلقیس کو پلک جھپکانے کے عرصہ میں (فاصلہ دور و دراز) سے لے آنے کی قدرت کو ثابت فرمایا ہے اور (نصِ قرآن سے اس قدرتِ تصرف کا ثبوت ہوتے ہوئے بھی) مولوی صاحب کو (حضرات انبیاء و اولیاء کی قدرتِ تصرف کا) انکار ہے اور وہ ان حضرات کو بتوں پر قیاس کر کے ان کے معجزوں اور کرامتوں کو باطل ٹھہراتے ہیں (یہ کیسی زیادتی اور کج فہمی ہے)

نصِ قرآن کے علاوہ بہت اخبار و آثار بھی ہیں!

اور حضرات انبیاء و اولیاء کی قدرتِ تصرف کے ثبوت میں نصِ قرآن کے علاوہ اخبار و آثار بھی بہت سے ہیں

ٹوٹا ہوا پاؤں جڑ گیا

ازانجملہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے چھٹے سال پانچ صحابیوں کو جن میں ایک ابو قتادہؓ بھی تھے خیبر بھیجا کہ سلام بن الحقیق کو قتل کر دیں تاکہ بندگانِ خدا

اس بڑے دشمنِ اسلام کے فتنہ و فساد اور شرارتوں اور سازشوں سے امان پائی۔ ابن عاتیہ میں اختلال نہ پڑے جب رات ہو گئی تو پانچوں صحابی اسکے گھر میں داخل ہو گئے اور اسے ٹھکانے لگا کر نکل آئے ابو قتادہؓ اپنی کمان کو لینا بھول گئے۔ پھر گئے اور اپنی کمان کو لیکر لوٹے تو اب ان کے پاؤں کو زخم پہنچا (ایسا کہ) بعض نے کہا کہ پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ ابو قتادہ نے اس پاؤں کو اپنی دستار سے باندھا اور بمشکل سے اپنے ساتھیوں تک پہنچے اور انکے ساتھیوں نے نوبت بہ نوبت ان کو اٹھایا (اس طرح) جب ابو قتادہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے (اور) خدمتِ اقدس نبوی میں حاضر ہوئے۔ تو حضور نے اپنا ہاتھ ان کے ٹوٹے ہوئے پاؤں پر مل دیا فوراً ٹوٹا ہوا پاؤں جڑ گیا اور صحت ہو گئی

آگ میں جلانے کی صفت نہ رہی

یہ تو آنحضرت صلعم کی قدرتِ تصرف کا معجزہ ہے اب آپ کے اولیائے امت سے ایک ولی کے قدرت تصرف کی کرامت دیکھیے) صاحب فتوحات نے نقل کیا ہے کہ ۵۸۶ھ (پانسو چھیاسی ہجری) کا واقعہ ہے کہ علماء میں سے ایک شخص، جو فلاسفہ کا مذہب رکھتا تھا ہماری مجلس میں آکر بیٹھا یہ شخص اثبات نبوت کا مسلمانوں کی طرح قائل نہ تھا اور انبیاء علیہ السلام کے معجزات اور خوارق عادات کا منکر تھا یہ جاڑے کا موسم تھا اور مجلس میں آگ کی انگیٹھی روشن تھی اس فلسفی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور جلے نہیں یہ عوام کا کہنا ہے اور آگ میں نہ جلنا یہ بات محال ہے اس لئے کہ آگ اپنی طبعی صفت کے اعتبار سے ان اجسام کو جلا دینے والی ہے جو جلنے کے قابل ہیں۔ پس فلسفی نے تاویل کی بنیاد رکھی۔ اور کہا کہ حضرت ابراہیم کے واقعہ میں آگ جس کا مذکور قرآن میں ہے اس سے نمرود کے

غصہ و غضب کی آگ مراد ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنا یہ ہی تھا کہ نمرود کا غضب و غصہ ان پر اُترا اور اس (غصہ کی آگ) نے ان کو نہیں جلایا اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حجت و دلیل سے نمرود پر غالب آ گئے اور نمرود کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

جب فلسفی اپنے کلام سے فارغ ہو گیا تو حاضرینِ مجلس میں سے (ایک) بزرگ نے کہا کہ (اے حاضرینِ مجلس) کیا کہتے ہو اگر خدا کی بات کا سچ ہونا میں تم کو دکھا دوں جیسا کہ خدا نے فرمایا۔

یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراہیم | اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم کے لئے

اور اس بات سے میرا مقصود، حضرت ابراہیمؑ کے معجزہ کے انکار کا دفع کرنا ہے نہ کہ اپنی کرامت کا ظہار! اس منکر نے کہا کہ یہ نہیں سکتا (کہ آگ نہ جلائے)

ان بزرگ نے کہا کہ اس انگیٹھی میں جو آگ روشن ہے یہ وہ ہی آگ تو ہے جسے تم کہتے ہو کہ بالطبع محرق ہے (اپنی طبعی خاصیت سے جلا دینے والی ہے)

اس فلسفی منکر معجزہ نے کہا ہاں (یہ وہ ہی آگ ہے)

ان بزرگ نے انگیٹھی کو اٹھایا اور (اس میں جو آگ تھی) اس آگ کو منکر کے دامن پر الٹ دیا۔ اور بڑی دیر تک آگ کو یوں ہی پڑا رہنے دیا پھر آگ کو اپنے ہاتھ سے اِدھر اُدھر پھیرتے رہے (اس کے باوجود) اس کا کپڑا نہیں جلا اور نہ ان بزرگ کا ہاتھ جلا) پھر اسی آگ کو انگیٹھی میں ڈال دیا اور منکر سے کہا کہ اب اپنا ہاتھ لا اب جو اس کا ہاتھ آگ کے قریب پہنچا تو جل گیا (یہ منکر اب مان گیا اور) کہا کہ روشن ہو گیا کہ آگ سے جلنا یا نہ جلنا بے شک خدائے تعالیٰ کے حکم سے ہے نہ کہ محض آگ کی طبعی خاصیت سے

پس منکر نے (معجزہ و خرقِ عادت کا) اقرار کیا اور ایمان لے آیا۔

ماہیت شئے تبدیل ہو کر شراب گھی بن گئی!

از آنجملہ یہ ہے کہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شیخ عیسیٰ ھتا (یمنی) ایک روز ایک فاحشہ عورت کے پاس سے گذرے اور کہا کہ میں نماز عشا کے بعد تیرے پاس آؤں گا۔ عورت خوش ہو گئی اور اس نے اپنا بناؤ سنگار کیا۔ حضرت عیسیٰ ھتا رحمۃ اللہ علیہ عشا کے بعد اسکے سامنے آئے اور اس گھر میں دو رکعت نماز ادا کی اور باہر چلے گئے۔ پھر یکبارگی اس عورت کا حال بدل گیا (کچھ سے کچھ ہو گیا) اس نے گناہ کی زندگی سے توبہ کی اور جو کچھ کہ اس کے پاس تھا سب کو چھوڑ دیا شیخ نے اس عورت کا ایک درویش سے نکاح کر دیا۔ اور کہا کہ ولیمہ کے کھانے کے لئے عصیدہ پکا (مگر گھی نہ خریدنا) دیکھو تو کہ خدا کیا کرتا ہے اور اپنی قدرت کا کیا کرشمہ ظاہر کرتا ہے۔

لوگوں نے ایک امیر کو جو اس عورت کا آشنا و رفیق تھا، خبر کر دی کہ اس عورت نے توبہ کر لی۔ اور اس کا ایک درویش سے نکاح ہو گیا اب ولیمہ کی دعوت ہے) امیر نے تعجب کیا اور ہنسی مذاق کی راہ سے دو بوتل شراب بھیج دی کہ یہ شراب کی بوتلیں شیخ کے سامنے لے جاؤ اور کہو کہ میں (اس واقعہ سے) خوش ہوا اور سنا ہے کہ طعام عصیدہ میں گھی نہیں ڈالا گیا ہے اسلئے یہ بوتلیں بھیجتا ہوں) اس چیز کو عصیدہ کے ساتھ کھایا جائے۔

جب اس امیر کا بھیجا ہوا آدمی آیا تو شیخ نے کہا کہ تو دیر میں آیا ہے (یہ فرما کر) ایک بوتل کو لے لیا اور اس میں ہاتھ ڈالا اور اس تصرف کے بعد اسے عصیدہ پر انڈیل دیا دوسرے شیشہ میں ہاتھ نہیں ڈالا اُسے جوں کا توں رہنے دیا اور اس آدمی سے کہا کہ بیٹھ جاؤ اور کھاؤ اس نے اس عصیدہ میں ایسا عمدہ گھی دیکھا کہ اس سے خوشتر گھی نہیں کھایا تھا۔ اس

آدمی نے جاکر امیر سے یہ قصہ کہا اب امیر بھی (عقیدت مندانہ) شیخ کے سامنے آیا اور آپ کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی۔

نفع ونقصان کی قدرت

مولوی صاحب لکھتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا

(یا رسول اللہ) کہدیجئے کہ (لوگو) تمہارے برے بھلے کا میں خود مالک نہیں ہوں اور یہ بھی کہدیجئے کہ ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا اللہ کے عذاب سے اگر وہ عذاب کا ارادہ کرے اور میں ہرگز نہ پاؤں گا اللہ کے سوا پناہ کا ٹھکانا

آیت کی تفسیر

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں (آیت میں جو) پہلا قرینہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ ہی ہے جو تمام کائنات کا مالک مختار اور تمام موجودات کا متصرف اور حاکم ہے اور اعلیٰ ہو یا ادنیٰ کوئی بھی اس کا شریک اور ساجھی نہیں ہے اور کوئی شخص بھی کسی کے نفع ونقصان میں اپنے ذاتی اختیار سے تصرف نہیں کرسکتا اور حق تعالیٰ کے ارادے اور اس کی مشیت کے بغیر اپنی مشیت اپنے ارادے سے کوئی بھی تغیر وتبدل (ادل بدل) کر نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ میں جو آسمانوں کی معراج اور خطاب لولاک سے مخصوص کیا گیا ہوں اور تمہاری معاش اور معاد (دنیا وآخرت) کی اصلاح میں شغف رکھتا ہوں (اس کے باوجود کہ) تم میرے اصحاب جاں نثار ہو میں اپنے ذاتی اختیار سے تمہارے نفع ونقصان کے معاملات میں قیام نہیں کرسکتا ہوں اور تمہارے لئے نفع ونقصان کو پردہ عدم سے وجود میں نہیں لاسکتا ہوں اور حق یہ ہے کہ مومن ہو یا کافر نیکوکار ہو یا بدکار کسی کو بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی اس قدرت ونصرت میں مجال تردد نہیں ہے

پس اس قرینہ میں حضرات انبیاء اولیاء کے لئے قدرتِ تصرف اور اختیارِ شفاعت کی نفی میں مولوی صاحب کے واسطے کوئی قرینہ کوئی حجت نہیں ہے اسلئے کہ اگر ملک سے مراد ملک لذاتہٖ اور اختیار لذاتہٖ ہے یعنی اگر یہ ہی آیت کی مراد ہے (کہ حضرات انبیاء اولیاء بالذات مختار و متصرف نہیں ہیں یہ تو مسلم ہے، مگر یہ بات مولوی صاحب کے مفید مدعا نہ ہوگی اس لئے کہ اہل سنت وجماعت (حضرات انبیاء اولیاء کے) اختیارِ شفاعت اور ان کی قدرتِ تصرف کو ثابت کرتے ہیں مگر (قدرتِ لغیرہٖ کے قائل ہیں اختیار لذاتہٖ کے قائل نہیں ہیں، اور اگر اختیار لذاتہٖ اور اختیار لغیرہٖ مراد عام ہے (یعنی ان حضرات کو اختیارِ شفاعت اور قدرتِ تصرف نہ عطائے الٰہی سے ہے نہ ذاتی ہے تو یہ (بات) ظاہر ہے کہ بالکل فاسد ہے کیونکہ مکھی اور چیونٹی بھی اختیار لغیرہٖ (خدا کا دیا ہوا اختیار) رکھتی ہے اور یہ بات شہادتِ حس سے ثابت ہے اور اس کا انکار مکابرہ ہوگا،

حق جل و علا کی یہی شان ہے

اور آیت کریمہ کے دوسرے قرینہ کے معنی یہ ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے ملک و ملکوت میں تنہا ہے اور قدرت و حکومت مطلقہ کے ساتھ متصف ہے۔ اور موجودات میں کوئی چیز عظمت وجلال و جبروت میں اس کے ساتھ مماثلت نہیں رکھتی ہے بلکہ جس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جامۂ عاریت ہے اور یہ ملک مستعار ہے (یعنی خدا کی دی ہوئی قوت ہے مستقل یعنی ذاتی نہیں ہے (جب یہ حقیقت ہے تو پھر کسی کیلئے اس بات کی گنجائش اور قدرت نہیں ہے کہ وہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت اور سرکشی کرے کسی مددگار کی حمایت میں جائے جو اس کو خدائے تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کے پکڑ سے بزورِ بازو

رہائی دلائے اور خدا کے عتاب و خطاب سے مامون کر دے یہاں تک کہ میں (رسولِ خدا) بھی کہ اپنے مرتبہ کی بلندی میں بے مثل و بے نظیر ہوں۔ اور علوِ شان اور عظمتِ مکان میں مجھ سا کوئی بھی نہیں ہے، مقرب فرشتے میرے ہوا خواہ ہیں اور تمام عالم اور عالم کے تمام رہنے والے میری درگاہ کے متوقع (اسرار رکھنے والے) ہیں (ایسا ہوتے ہوئے بھی قضا و تقدیر) اگر مان بھی لیا جائے کہ، کوئی لغزش و معصیت مجھ سے ظاہر ہو جائے تو میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں کہ مجھے حق تعالیٰ کے مواخذہ سے پناہ دے اور اسکے غصہ و عذاب سے بے خوف کر دے؛"

الٰہی سلطنت کا معاملہ ہی اور ہے

حق یہ ہے کہ خدا کی سلطنت کو دوسرے کی سلطنت پر قیاس کرنا چاہیئے۔ کیونکہ (دنیا میں تو) بغاوت کر کے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی حمایت میں بھاگ جانا محال نہیں ہے مگر یہاں (خدا کی سلطنت میں) اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا اور مولوی صاحب کے لئے اس قرینہ میں بھی حضرات انبیاء اولیاء کی نفی اختیارِ شفاعت میں کوئی حجت نہ ہوگی

معنی شفاعت

اس لئے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک شفاعت یہ ہے کہ بندگانِ الٰہی میں سے کوئی (خاص) بندۂ خدا اپنی بندگی کے رابطہ و تعلق کے ساتھ، قبولیت کی امید پر سفارش کے لئے (خدا کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہے ؎

یارب بریں بندۂ بخشائشے !
کز وے دیدم وقتے آسائشے

اے پروردگار، اس بندہ کی بخشش فرما کیونکہ اس سے میں نے کسی وقت آسائش دیکھی ہے۔

اور حضرت حق بھی تعالیٰ جو سب سے بڑھ کر رحم کرنیوالا اور سب سے زیادہ کرم کرنیوالا

اس سبب سے کہ کسی مجرم کا گناہ معاف کر دینا رحم ہے اور کسی مقبول کی شفاعت کو قبول کرنا کرم ہے۔ دعا ر قبول فرمائے اور شفاعت چاہنے والے اور شفاعت (دعا و سفارش) کرنیوالے دونوں کو (قبول شفاعت سے) عزت کی بلندی پر پہنچائے اور ایسی شفاعت خداوند ذوالجلال والاحسان کی شان کے مخالف نہیں ہے۔ مگر ایسی شفاعت اہل سنت وجماعت کا عقیدہ نہیں ہے کہ خدا کا کوئی نافرمان انبیاء اولیاء میں سے کسی کی حمایت میں داخل ہو جائے اور ان سے مدد و حمایت چاہے تاکہ عذاب خدا سے رہائی پا وے اور وہ بزرگ بھی اس کی رہائی کے لئے (خدا سے) کچھ کہیں اور خدائے تعالے اس خوف سے کہ شفاعت کو قبول نہ کرنے سے مبادا کوئی فتور برپا ہو جائے اور خدا کی سلطنت میں کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہو) اس شفاعت کو قبول کرنے۔

ایسی شفاعت ہند کے زنادقہ کی گھڑی ہوئی چیز ہے (اور یہ اس لئے ساخت کی گئی ہے کہ) عوام کالانعام کو دھوکہ دیا جائے اور انکار شفاعت میں مبالغہ کیا جائے۔ اہل سنت وجماعت ایسی نامعقول شفاعت کی کوئی خبر و اطلاع نہیں رکھتے ہیں۔

امیدوارانِ شفاعت پر بہتان

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

اور تم مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے۔ سو اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے اور ہمارا وکیل بڑا زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے، جو چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچائے گا"

کون لوگ امیدوارِ شفاعت ہیں؟

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں یہ ان کی نہایت گمراہی اور لوگوں کو نہایت درجہ

گمراہ کرنا ہے" اس لئے کہ اگرچہ تمام امتِ مرحومہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کو بلند پایہ اور عالی مرتبہ جانتی ہے اور شفاعت کبریٰ (شفاعت کے مقام اعظم یعنی مقام محمود کے لئے آنحضورؐ کا مخصوص ہونا مانتی ہے اور اگلے اور پچھلے سب لوگوں کیلئے آپ کا شفیع و مشفع ہونا جانتی ہے (کہ آپ کی شانِ شفاعت کبریٰ بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ آپ کی شفاعت مقبول بارگاہِ خداوندی ہے) مگر میں نے کسی دانا یا نادان سے نہیں سنا کہ شفاعت کی امید میں کسی نے زنا کیا ہو، یا سود کھایا ہو۔ بلکہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ جو (مسلمان) کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ شامتِ نفس اور فسادِ ہوا و ہوس سے ہوتا ہے نہ کہ شفاعت کی امید پر!

بلکہ مولوی صاحب اہل سنت کے جس عقیدہ کے باطل ٹھہرانے کے در پے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا وہ عقیدہ اس مقولہ مقبول کے مطابق ہے ؎

پیغمبر کسے را شفاعت گر است
کہ بر جادۂ شرع پیغمبر است

حضور رسولِ خدا اسی کی شفاعت کریں گے جو شرع پیغمبر کے راستہ پر ہے!

بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کا امیدوار وہ ہی ہوگا۔ جسے خدائے تعالیٰ کے عذاب کا خوف و ہراس ہوگا۔ ابوجہل ملعون کو نہ خوفِ خدا تھا نہ امیدِ رسولؐ تھی!

کسی کی حمایت کا بھروسہ

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو عوام الناس اپنے پیر و شہیدوں کی حمایت پر بھروسہ کر کے اللہ کو بھول جاتے ہیں"

اہل سنت کا طریقہ

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے "یہ طرز و طریقہ اہل سنت و جماعت کے نہ تو عوام کا ہے، نہ خواص کا

یہ طریقہ تو طریقہ محمدیہ اسمعیلیہ کا ہو گا۔ اس لئے کہ مولوی کرامت علی
جون پوری نے (جو اس فرقہ کے اکابر میں سے ہیں) اپنے بعض اردو رسالوں
میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص ان کے پیر احمد بریلوی صاحب کا نام لے گا اس کے
گناہ ایسے جھڑ جائیں گے جیسے کہ احمد عربی علیہ التحیۃ والسلام کا نام لے گا مشرک
ہو جائیگا خدا کی پناہ حد سے بڑھ جانے والوں کے غلو سے۔

احکام الٰہی کی تعظیم

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

اور اسکے احکام کی تعظیم نہیں کرتے محض گمراہ ہیں۔

سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں" اہل سنت و جماعت باوجودیکہ رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار ہیں سلف صالح کے عبادات
معمولہ میں بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ اور سخت ترین ریاضتوں اور مجاہدوں
سے (بفضل خدا) ولایت کے مقام پر پہنچتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی اور حضرت شیخ بایزید بسطامی وغیرہما (اللہ ان سے راضی ہو) اور اہلسنت
و جماعت ان سلف صالحین کی پیروی کرنے والے ہیں جو احکام خداوندی کی تعظیم بجا لانے والے ہیں

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"سب پیروں کے پیر پیغمبر خدا تھے۔ سو رات دن اللہ سے ڈرتے تھے اور اسکی رحمت کے
سوا اپنا بچاؤ نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اور کسی کا تو کیا ذکر ہے"

خدا کا خوف معرفت حق کا سبب ہے

حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ "حق سبحانہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا ڈر اور خوف تمام انبیاء و اولیاء سے اتم و اکمل تھا
(بہت پورا اور بہت بڑا ہوا تھا) اور یہ اس لئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا قرب و حضور
حق تعالیٰ شانہ کی معرفت کا سبب ہے پس قرب و حضور کا زیادہ ہونا، زیادہ

معرفت ہونے کا سبب ہے۔ اور زیادتِ معرفت خوف و خشیت (الٰہی) کے زیادہ ہونے کی موجب ہے، اور چونکہ آنحضرت صلعم کا (بارگاہ خداوندی میں) قرب و حضور اتم و اکمل ہے۔ پس خوف و خشیت (الٰہی) بھی اتم و اکمل تھی (اور آپ میں) خدا کے ڈر اور خوف کا بہت پورا بہت کامل ہونا یہ سبب ہے نزول رحمت کا اور (عطائے) درجۂ شفاعت کا۔ کیا (تم نہیں) دیکھتے ہو کہ جو حق تعالیٰ کا ڈر اور خوف نہیں رکھتا ہے، بارگاہِ حق تعالیٰ میں شفاعت کا درجہ بھی نہیں رکھتا ہے۔ جیسے کہ راندۂ درگاہ ابلیس، کہ مخلوق میں سب سے زیادہ بے خوف (سب سے بڑھ کر خدا سے نہ ڈرنے والا) ہے اس درجہ کے حاصل ہونے سے مشرف نہیں ہے۔

خدا کی ملکیت ورزاقی!!

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

قال اللہ تعالیٰ ویعبدون من دون اللہ ما لا یملک لھم رزقا من السموات والارض شیئا ولا یستطیعون

اور کفار ایسی چیز کی پوجا کرتے ہیں جو ان کے رزق کی مالک ہے اور نہ زمین و آسمانوں میں سے کسی چیز کی مالک ہے اور نہ کوئی اور طاقت رکھتی ہے

استحقاق عبادت اصنام کا ابطال

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں بتوں کی قدرت کے رد (و ابطال) کے ساتھ ان کے استحقاق عبادت کو باطل ٹھہرایا گیا ہے اس لئے کہ عبادت کا مستحق الٰہ (خدا) ہے اور الٰہ کیلئے قدرت کا ہونا لازم ہے اور قدرت کا نہ ہونا یہ الٰہ نہ ہونے کی دلیل ہے پس اس آیت میں بت پرستوں کی حماقت اور جہالت کا اظہار ہے کہ یہ بتوں کے بندے اور بتوں کے پجاری ایسے فعل کے مرتکب ہیں۔ جس کا انجام کار کوئی ثمرہ نہیں ہے اور اس آیت میں

حضراتِ انبیار اولیار کی قدرت و تصرف کی نفی (و انکار) میں مولوی صاحب کے لئے کوئی دلیل و حجت نہیں ہے اس لئے کہ بتوں کی قدرت کو باطل ٹھہرانے سے مکھی اور چیونٹی کی قدرت کا باطل ہونا بھی لازم نہیں آتا چہ جائیکہ حضرات انبیار اولیار کی نفیٔ قدرت لازم آئے - جو اللہ کے نہایت معزز بندے ہیں بلکہ ان حضرات کی قدرت تصرف کو نہ ماننا الحاد و زندقہ ہے اس لئے کہ ان حضرات کی قدرت تصرف نص قرآن سے ثابت ہے اور اس (عقیدہ پر) اہل سنت و جماعت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے - اور قیاس، نص کے مقابلہ میں باطل ہے - اور قیاس کے لئے شرط یہ ہے کہ مقیس میں مقیس علیہ (قیاس کرنے والے اور جس پر قیاس کیا گیا) کا معنیٰ موجود ہو اور یہ حضرات انبیار اولیار بتوں کے معنی میں نہیں ہیں - ورنہ ان کا توڑنا اور جلا دینا اور ان کی ذلت و اہانت کرنا بھی جائز ہوتا (جو معاملہ کہ بتوں کی پوجا کرنے والوں کی ہدایت و نجات کیلئے بتوں کے ساتھ کرنا جائز ہے)

شرع کی تعظیم

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعض عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیار انبیار کو یا امام شہید کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت تو ہے لیکن اللہ کی تقدیر پر شاکر ہیں اور اس کے ادب سے دم نہیں مارتے اگر چاہیں تو ایک دم میں الٹ پلٹ کر دیں لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں سو یہ بات غلط ہے -"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "یہ الفاظ عام لوگوں کا مقولہ نہیں ہے بلکہ یہ کہنا تو امت کے ایسے خاص (بزرگوں) کا ہے کہ مولوی صاحب اور ان کے پیر ستر ہزار برس بھی ان بزرگوں کے علم و عقل کی مثال ہونے کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے"

اسی جماعت (خواص امت) کے ایک فرد شیخ مصلح الدین سعدیؒ بھی فرماتے ہیں

؎ گرت عقل و رائے است زنہار رمی
کہ دیو اند در جامۂ آدمی

(اگر تجھے (صحیح) عقل و رائے (نصیب) ہے تو ان لوگوں کی بے ادبی سے بھاگ کیونکہ یہ خاصگانِ حق آدمی کے جامہ میں (حق تعالیٰ) کے پہلوان ہیں)

بیک نعرہ کوہے زجا برکنند
بیک نالہ شہرے بہم برزنند

(پہاڑ کو ایک نعرہ میں اس کی جگہ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ اور شہر کو ایک نالہ سے الٹ پلٹ کر دیتے ہیں)

(حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں) جاننا چاہئے کہ حضراتِ انبیاء و اولیاء کے لئے قدرتِ تصرف ثابت ہے اور نصِ قرآن (حضراتِ انبیاء) کی قدرتِ تصرف ثابت ہونے پر ناطق ہے۔ اور اہل سنت کا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ان حضرات کی قدرتِ تصرف بہت زیادہ مستور (چھپی ہوئی) ہے اور حاجت کے وقت تھوڑی ظاہر ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ (آنحضرتؐ کا) چاند کے دو ٹکڑے کر دینا اور پانی برسانا۔ مردوں کو زندہ اور بیماروں کو چنگا کرنا اور ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو جانا، اور تھوڑے کھانے سے بہت لوگوں کا پیٹ بھر جانا دریا پر چلنا، ہوا پر اُڑنا اور تھوڑی دیر میں بڑی مسافتیں طے کر جانا، اور حضرت سلیمانؑ کے وزیر آصف بن برخیا کا پلک جھپکانے میں (سینکڑوں کوس کے فاصلہ سے) بلقیس کا تخت لے آنا اور حضرت عمرؓ کا ایک خط سے دریائے نیل کا چڑھاؤ جاری کر دینا اور حضرت مولیٰ علیؓ کا فرات کی طغیانی کو ایک عصا کے اشارہ سے اتار دینا، وغیرہ وغیرہ کہ یہ باتیں بیشتر بیان ہو چکی ہیں اس لئے یہاں اجمال پر اکتفا کیا گیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے ایک خط سے دریائے نیل میں چڑھاؤ آگیا!!

مصر میں پرانا دستور تھا کہ جب دریائے نیل میں طغیانی نہ آتی

تو مصر کے لوگ ایک کنواری لڑکی دریا کی بھینٹ چڑھاتے تھے مصر کی سرسبزی پیداوار، اور شادابی و خوش حالی کا دار و مدار اسی دریا کے چڑھاؤ اور اتار پر ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ جب مصر اسلام کے تحت اقتدار میں آیا، اور ایک برس ایسا ہوا کہ وقت گذر چلا۔ اور دریا میں طغیانی نہیں آئی تو لوگوں نے اسلامی گورنر سے کہا جب چڑھاؤ نہیں آتا تو ہم لوگ دریا پر ایسی بھینٹ چڑھاتے ہیں طغیانی آجاتی ہے۔ انہوں نے کہا دربار خلافت میں عرضی بھیجتا ہوں وہاں سے جو فرمان ہو میں خود کچھ نہیں کہہ سکتا عرضی بھیجی گئی۔ اور جواب عطا ہوا کہ بس ہمارا خط دریا میں ڈال دیا جائے۔ خط کا دریا میں ڈالنا تھا کہ فوراً دریائے نیل میں چڑھاؤ آگیا اور کنواری لڑکی کے بھینٹ چڑھانے کی ظالمانہ رسم ہمیشہ کیلئے موقوف ہو گئی۔

دربار خلافت کی تحریر کا مفہوم یہ تھا کہ اے نیل دریا! اگر تیرا چڑھنا اترنا اللہ کے حکم و ارادہ سے ہے تو تو جاری ہو جا اور اگر اپنی مرضی سے ہے تو ہمیں تیری کچھ پرواہ نہیں ہمارا خدا ہمارے لئے کافی ہے۔

بزرگان اسلام کے خداداد تصرفات

ایک فرمان سے اور ایک اشارہ سے دریاؤں کا اترنا اور چڑھنا

امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علیؑ کے اشارۂ عصا سے فرات دریا کا چڑھاؤ جاتا رہا فوراً اترنا شروع ہو گیا اور امیر المومنین حضرت عمرؓ کے ایک خط سے دریائے نیل میں فوراً چڑھاؤ آگیا ثابت ہوا کہ تصرفات

کی کیسی عظیم الشان قدرت ہے۔ جو قادر مطلق خدا نے اپنے خاص الخاص بندوں کو عطا فرمائی لیس ایسے حضرات کی عطائے کردگار خداداد قوتوں کا انکار کرنا اور کہنا کہ یہ حضرات اور چھوٹے یا بڑے سب عاجز و بے اختیار ہیں"

کیسی کھلی ہوئی گمراہی ہے خدا کی پناہ، از مترجم مولوی صاحب لکھتے ہیں

"بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں"

فرشتوں کی طاقت و قدرت

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں " (پوچھنا یہ ہے کہ) یہ آیت آیا صرف بتوں کی نفی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ یا جو بھی ماورائے حق ہے (جو بھی حق تعالیٰ کے سوا ہے) سب کی نفی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ پہلی صورت میں (یہ آیت) حضرات انبیاء اولیاء کی نفی قدرت پر دلالت نہیں کرے گی۔ کیونکہ یہ حضرات اصنام یعنی بت نہیں ہیں، دوسری تقدیر پر (یعنی آیت کے تمام ماورائے حق لفظ کے لئے دلالت کرنے کی صورت میں) فرشتوں کی نفی قدرت پر بھی دلالت کرے گی۔ کیونکہ فرشتے بھی ماورائے حق ہیں اور فرشتوں کی نفی قدرت کا اعتقاد یہ دوسرا زندقہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین!

فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ بیشک یہ قرآن ایک بزرگ مرتبہ خدا کے ایلچی (جبریل) کا لایا ہوا کلام خدا ہے جو خدا کا بھیجا ہوا ایلچی ہے اور خدا صاحب عرش کے نزدیک بلند مرتبہ ہے اور امین ہے (کلام خدا جوں کا توں) پہنچا دیتا ہے اور اس عالم غیب کا پیشوا ہے اور اسکا حکم مانا جاتا ہے

قوت جبریل از مطبخ نہ بود
بود از دیدار خلاق وجود

اور شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ محدث دہلوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

"حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہ جن کی ذات عالی صفات ان صفتوں کے ساتھ، جو خدا نے اپنے کلام پاک میں ظاہر فرمائیں موصوف ہے) ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی قوت وامانت کی تعریف فرمائی ہے، اور آپ کی صفت وثنا بیان کی ہے ایک بار آپ میرے سامنے اپنی قوت وامانت کی کوئی حکایت بیان فرمائیں۔

قوتِ فرشتہ کا ایک واقعہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا میری قوت اس مرتبہ کی ہے کہ مجھے قوم لوط کے شہروں کو (جو چار شہر تھے) برباد و خراب کرنے کے لیے (خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا) ان شہروں میں سے ایک سدوم تھا جس میں عورتوں اور لڑکوں کے سوا چار لاکھ ہتھیار بند مرد تھے میں ان سب شہروں کو زمین کے ساتویں طبقہ سے (اکھاڑ کر) اور اپنے ایک پر پر اٹھا کر آسمان کے اتنے قریب لے گیا کہ آسمان کے رہنے والے ان شہروں کے مرغوں کی بانگ اور کتوں کی آواز سنتے تھے۔ پھر میں نے ان تمام شہروں کو الٹ کر کے (نیچے کی طرف) پھینک دیا اور اس سارے کام میں مجھے کچھ تکان اور تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

تکملہ

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذاً من الظالمین ۵

اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو مت پکار جو تجھے نہ تو نفع پہنچا سکے، اور نہ نقصان اگر تو نے ایسا نہ کیا تو بے شک تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔

ترجمہ میں اصل مفہوم ادا نہیں کیا

حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں یہ آیت بھی بتوں کی پوجا کرنا اور ان کو پکارنا

باطل ٹھہراتی ہے اور اس آیت کا اترنا اسی لئے ہے کہ بتوں کی عبادت کرنا اور ان کو پکارنا ظلم و بطالت ہے، مگر مولوی صاحب نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے (آیت کے حقیقی معنی یعنی) بتوں کی پوجا کرنے کے رد و انکار کی بو نہیں آتی - بلکہ ان کے کلام سے حضرات انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنے کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے -

حق تعالیٰ نے تو بتوں کی تذلیل و اہانت میں وحی نازل فرمائی اور مولوی صاحب ہیں کہ حضرات انبیاء و اولیاء کی توہین و تذلیل پر آیت کو صرف کرتے ہیں جدال منافقین سے خدا کی پناہ!

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

قال اللہ تعالیٰ قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض ومالھم فیھما من شرک ومالھم منھم من ظھیر ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ حتی اذا فزع عن قلوبھم قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق وھو العلی الکبیر -

اے پیغمبر لوگوں سے کہو کہ خدا کے سوا تم جن کو خدائی میں کچھ دخیل سمجھتے ہو وہ نہ تو آسمانوں میں ہی ذرہ برابر اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں اور نہ آسمان و زمین کے بنانے) میں ان کا کچھ ساجھا، اور نہ ان میں کوئی خدا کا مددگار اور خدا کے ہاں شفاعت کام نہیں آتی مگر اسکی شفاعت کام آئیگی) جسکی نسبت خدا اجازت دے جب کوئی حکم خدا کے ہاں سے نازل ہوتا ہے تو مارے ہیبت کے گھبرا اٹھتے ہیں جب گھبراہٹ انکے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا کہتے ہیں جو حکم دینا چاہئے تھا وہ ہی دیا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے -

یہ کلام خدا بتوں کے رد میں اترا ہے

حضرت شیخ العارفین رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں یہ آیت بھی بتوں کی عبادت (پوجا) اور بتوں کی عبادت کے لوازم کو رد کرنے اور باطل ٹھہرانے میں اتری ہے جس کی تقریر یہ ہے "

عبادت کے حقدار ہونے کی تین صورتیں ہیں

عقل کی رو سے عبادت کے مستحق ہونے کی بنیاد تین صورتیں ہیں (یعنی جس کی پوجا کی جائے یا تو وہ (۱) کائنات کا مالک ہوگا (۲) مالک کا ساجھی ہوگا۔ یا (۳) مالک کا وزیر ہوگا اور بتوں میں یہ تینوں باتیں مفقود ہیں۔ اور بتوں میں ان تینوں صورتوں کا نہ پایا جانا محسوس اور کھلے طریقہ سے ثابت ہے ؎

نہ نیروئے دستش نہ رفتار پائے
ورش بفگنی بر نخیزد ز جائے

بتوں کے نہ ہاتھ میں پکڑنے کی طاقت ہے نہ پاؤں میں چلنے کی قوت ہے۔ اگر تو اسے پھینک دے تو اپنی جگہ سے نہ اٹھ سکے۔

پس ان کے لئے عبادت کا حق دار ہونا مفقود ہے تو معلوم ہوا کہ بتوں کے بندے (بتوں کی عبادت کرنے والے) احمق تھے حق دار اور بے حق دار کی تمیز نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا:۔

ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الخ — اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی

مقدر سوال کا جواب ہے:

بت پرستوں کا عذر

(بت پرستوں کی طرف سے) سوال کی تقریر یہ ہے کہ ہم نے فرض کر لیا کہ بتوں میں مذکورہ بالا تینوں صفتوں میں سے کوئی صفت نہیں ہے لیکن عبادت کی بنیاد دوسری بات

اور وہ یہ ہے کہ بت قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے پس عالم دنیا میں ان کی عبادت و تعظیم کرنے سے ان پر ہم نے اپنا حق ثابت کیا ہے ۔ تاکہ اس عالم میں ہمارے لئے شفاعت کریں اور ہمیں خدا کے عذاب سے بچائیں ۔

بت پرستوں کو جواب

اس سوال کے جواب کی تقریر یہ ہے کہ ان بتوں کے پوجنے والوں کا یہ گمان ۔ گمان فاسد ہے اس واسطے شفاعت تو اسی کی مفید ہوگی ۔ جو ماذونِ شفاعت ہوگا (جسے خدا کی طرف سے شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی) اور اصنام (یعنی بتوں) کو اذن نہیں ملے گا اگر کفار اجازتِ شفاعت ملنے کا دعویٰ رکھتے ہیں تو اس کو آسمانی کتابوں سے ثابت کریں ۔ اس لئے کہ اس بات کو جاننے کا طریقہ نقل کلام خدا ہے عقل نہیں ہے ۔"

وقولہ عزوجل حتی اذا فزع عن قلوبھم الخ | فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہاں تک کہ جب اذن و اجازتِ شفاعت دیگراں شفاعت کے مستحق حضراتِ کرام کے دلوں کی گھبراہٹ دور کر دی جائیگی

پھر (ارشادِ ربانی) بتوں کی شفاعت کی نفی کرنے میں ترقی ہے ۔ یعنی ہر چند کہ ہم نے نبوت اور اور ولایت کا درجہ نوعِ انسان کو دیا ہے ۔ اور ان نیکوکاروں کو گنہگاروں کی شفاعت کے لئے ماذون اجازت (اجازتِ شفاعت پانے والا) بنایا ہے ۔ باوجود اس کے جب قیامت کا ہول ان پر ظاہر ہوگا اور میری یعنی خدا کی عظمت و کبریائی ان پر تجلی کرے گی تو ان کے حواس میں خلل آجائے گا ۔ (حواس ٹھکانے نہ رہیں گے) اور ان کی قوت مدرکہ باطل ہو جائیگی (آخر رحمتِ الٰہی کی تجلی ان کے لئے لطف فرما ہوگی ۔

درآں روز کز فعل پرسند و قول | اس روز جب لوگوں سے انکے قول و فعل کی پوچھ

اولوالعزم را تن بلرزد زہول | کچھ ہوگی تو، اولوالعزم کا جسم بھی خوف سے کانپنے لگے گا (یعنی جب مقبولین بارگاہ کا پرسش روز قیامت کے وقت یہ حال ہوگا) تو پھر بتوں کا کیا ذکر؟ اور بتوں کا شفاعت کرنا کہاں! جن بتوں میں ہم نے کوئی ازلی کمال بھی ودیعت نہیں کیا ہے اور مرتبہ وجود کے سوا (پتھر کی مورتی یا تصویر ہونے کے سوا) کسی مرتبہ کا بھی شرف نہیں بخشا ہے۔ پس اس آیت میں انبیاء، اولیاء کی شفاعت کے اس معنیٰ کی نفی میں (جس معنی کو اہل سنت وجماعت نے سمجھا ہے) مولوی صاحب کے لئے کوئی دلیل وحجت نہیں ہے۔ اسلئے کہ بتوں کی شفاعت کا ابطال ان حضرات کی شفاعت کے بطلان کو مستلزم نہیں ہے (بتوں کی شفاعت کے باطل ہونے سے ان حضرات کے شفاعت کا باطل ہونا لازم نہیں آتا) کیونکہ حضرات انبیاء اولیاء نہ تو بُت ہیں۔ نہ بتوں کی جنس سے ہیں۔

شفاعت تو دعا ہے

جاننا چاہیئے کہ شفاعت دعاء کے معنی میں ہے غیر کے نفع کے لئے (دعا کرنی یہ ہے شفاعت) اور غیر کیلئے شفاعت چاہے دنیا میں ہو یا برزخ میں ہو یا قیامت کے میدان میں ہو۔ اور اہل صلاح یعنی اہل ایمان ازل الآزال سے ماذون علی الاطلاق (روز ازل سے شفاعت کے اجازت یافتہ) ہیں

ازل سے اجازت یافتہ

اور اگر (حق سبحانہ تعالیٰ) قیامت کے دن شفاعت کی دوسری اجازت کو ان اہل صلاح کی تعظیم و بزرگی کے (اظہار عام) کی غرض سے (پہلی اجازت کے ساتھ) شامل کردے جس پہ شفاعت کبریٰ کی حدیث ناطق ہے تو (اس بارہ میں) یہ دوسرا امر کلی ہوگا خداوند تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے کہ ایک امر میں اپنے بندوں کو نئی اجازت

سے بار بار سرفراز فرمائے۔ اور اس طرح ان کی عظمت و مقبولیت کا بار بار اظہار عام کرے۔ اور ان بندگانِ خاص کو عہدۂ اول کی بار بار بشارت دے اور یہ بات کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے

رسول مقبول کی قبول شفاعت کا الٰہی وعدہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفر اللہ واستغفر لہم الرسول لوجد اللہ توابا رحیما

اور اگر وہ لوگ (جو گناہ کی وجہ سے) اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور (اے رسول) تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے گناہوں کی معافی چاہیں اور رسول ان کی بخشش کیلئے شفاعت دعا فرمائیں تو پھر وہ لوگ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا اور بہت مہربان پائیں گے

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمومنات

اور (اے نبی) بخشش و معافی گناہ مانگیے اپنوں کے لئے اور عام اہل ایمان اور ایمان والیوں کے لئے

شفاعت اہل صلاح مقبول ہے

وقال صلعم ما من میت تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلہم الا یشفعون لہ الا شفعوا فیہ وقال صلعم ان العالم والمتعلم اذا مرا علی قریۃ فان اللہ یرفع العذاب

اور حضور صلعم نے فرمایا کہ "نہیں ہے کوئی میت ایسی کہ جس کے جنازہ کی نماز سو مسلمان پڑھیں۔ اور میت کے لئے شفاعت کریں۔ مگر ان کی شفاعت میت کے لئے قبول ہو جاتی ہے" اور حضور نے فرمایا کہ عالم اور طالب علم جب انکا گذر کسی گاؤں پر ہو جاتا ہے تو اس گاؤں کے قبرستان سے اللہ تعالیٰ چالیس دن کیلئے عذاب

عن مقبرۃ تلک القریۃ اربعین یوماً فقال شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

کو اٹھا دیتا ہے " اور حضور ہی نے یہ بھی فرمایا) " میری امت کے اہل کبائر (بڑے گناہ کرنیوالوں کیلئے میری شفاعت ہو گی"

شفاعت حضورؐ پر اجماع امت

وقال المحقق التفتازانی وھو مشہور

اور محقق تفتازانی نے (جو مشہور اہل حدیث سے ہیں کہا کہ (شفاعت کی) یہ حدیث مشہور ہے، یہ ہی حدیث نہیں) بلکہ شفاعت الی (دوسری) حدیثیں بھی متواتر المعنی ہیں اور عقاید نسفی میں کہا "اور شفاعت کرنا، رسولوں کا اور خدا کے نیک بندوں کا ثابت ہے" اور محقق تفتازانی نے شرح عقائد نسفیہ میں فرمایا ہمارے دعوی کیلئے وہ حدیثیں جو صحاح میں آئی ہیں (کافی ہیں) مرے ہوؤں کی بخشش کیلئے دعا کرنے کے متعلق خاص کر نماز جنازہ کی دعائیں اور سلف سے اسکا تواریخ چلا آ رہا ہے نہیں اگر مرنے والوں کو ان دعاؤں سے کوئی فائدہ ہوتا تو ان کے دعا کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔

اصل الحدیث فی باب الشفاعۃ متواتر المعنی وقال فی العقائد النسفیۃ والشفاعۃ ثابتۃ للرسل والاخیار وقال المحقق تفتازانی فی شرحھا ما ورد فی الاحادیث الصحاح من الدعاء للاموات خصوصاً فی صلوۃ الجنازۃ وقد توارثہ السلف فلو لم یکن للاموات نفع فیہ لما کان لہ معنی۔

اور مولوی صاحب نے جو کہا ہے کہ " جب خدائے تعالیٰ کو منظور ہو گا کہ کسی گنہگار کی خطا سے درگذرے تو ایک قرینہ مقرر کر دے گا۔ اور انبیاء اولیاء میں سے کوئی اس قرینہ کو سمجھ کر شفاعت کرے گا۔ اور جو شفاعت قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے اس کے یہ ہی معنی ہیں۔

قید و بند کی شفاعت

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں مولوی صاحب

کا یہ کہنا چند وجوہ سے فاسد (اور غلط) ہے۔ اوّلؔ یہ اہل حق اہل سنت وجماعت کی کتابوں میں شفاعت مطلق وارد ہے مقید نہیں جس طرح کہ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے (یعنی منصب یا مکانِ شفاعت قید وپابندی کی نہ ہوگی مولوی صاحب کا کہنا بلا ثبوت ہے)

دوسرےؔ حضراتِ انبیاء اولیاء نے حاجتمندوں کیلئے دعائیں کی ہیں۔ اور وہ دعائیں (بارگاہِ خداوندی میں) مقبول ہوئی ہیں اور یہ ثابت نہیں ہے کہ یہ حضرات ہر ہر فرد کیلئے جداگانہ اذن (اجازت) سے ماذون (اجازت یافتہ) ہوئے ہیں۔ جیسے کہ سیرؔ و تفسیر کی کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ (کہ ہر ایک فرد کیلئے اجازتِ شفاعت نہیں لیں گے۔

تیسرےؔ یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس میت پر سو مسلمان (جنازہ کی نماز پڑھیں۔ اور سب کے سب (مرنے والے کی) شفاعت کریں تو (بارگاہ الٰہی میں) ان کی شفاعت مقبول ہوگی اور مرنے والے کی بخشش ہوجائے گی۔ اس صورتِ شفاعت میں) بذریعہ وحی اجازتِ شفاعت کا نازل ہونا، یا شفاعت کا کوئی قرینہ قائم ہونا مقصود ہے۔

چوتھےؔ اکثر اہل ظاہر جو طہارت وتقویٰ سے آراستہ تھے۔ لوگوں کیلئے انہوں نے دعا وشفاعت کی ہے اور وہ قبولیت کے درجہ پر پہنچی ہے اور اور یہ اہل ظاہر صراحتہً یا دلالتہً کسی طرح سے بھی اجازتِ شفاعت کی اطلاع نہیں رکھتے تھے۔

پانچویںؔ یہ کہ اخبار وآثار سے ثابت ہے کہ حضراتِ انبیاء اولیاء کی بعض (شاذونادر) دعائیں اور شفاعتیں (ایسی بھی ہیں)، جو عزتِ قبولیت سے مقرون نہیں ہوئی ہیں۔ جیسے کہ حضرت نوحؑ کی اپنے بیٹے

کنعان کے لئے دعا، اور حضرت ابراہیمؑ کی (اپنے والد) آذر کیلئے دعا، (کہ یہ مقبول نہیں ہوئی)

(پس مولوی صاحب کے کہنے کے موافق) اگر دعا و شفاعت اجازت حق تعالےٰ نازل ہونے کے بعد ہی کی جا سکتی ہے (بغیر اجازت اور بلا نصب قرینہ کے) نہیں کی جا سکتی تو (ان حضرات کا دعا و شفاعت کرنا بھی اجازت الٰہی سے ہونا چاہئے) تو اجازت نازل ہونے کے بعد شفاعت کا قبول نہ کرنا یہ سفاہت (اور حماقت) کے سوا کچھ اور نہ ہوگا اور ان باتوں سے بری ہے۔ اگر کہا جائے کہ اجازت کی شرط اس شفاعت کے لئے ہے جو اخروی نفع گناہوں کی بخشش اور درجے بلند کرانے کے واسطے ہو میں کہوں گا اول یہ کہ (جب) مطلق شفاعت فرما دی گئی ہے جو دنیا و آخرت دونوں کیلئے ہے) تو اس مطلق کو مقید کر دینا، یہ نسخ کرنا (منسوخ کر دینا) ہوگا۔ اور نسخ کتاب و سنت سے ہی ہو سکتا ہے نہ کہ (محض) عقل سے اور محض عقل و رائے سے کتاب و سنت کی کسی بات کو منسوخ ٹھہرانا زندقہ ہے،

دوسرے یہ کہ میدانِ قیامت کے نفع کے متعلق جو حدیثیں روایت کی گئی ہیں وہ بھی مطلق واقع ہوئی ہیں۔ (نہ کہ مقید) اور جو بعض حدیثیں مقید بھی آئی ہیں وہ بھی مطلق کے معنی میں ہیں، یعنی (شفاعت) خواہ کسی کیلئے ہو اور جو کچھ بھی ہو (اور خود حدیث اس کی دلیل ہے)

دعائے نبوی بخشش امت کے لئے

سعد ابن وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم مکے سے مدینہ کی طرف جانے کے لئے نکلے پس جب ہم مقام عزورار کے قریب پہنچے تو کیا

دیکھتے ہیں! کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی سے اترآئے پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور خدا سے ایک ساعت بھر دعا کی پھر منہ کے بل سجدے میں گیے، اور لمبے سجدہ میں دیر کی پھر (سجدہ سے) اٹھے، پھر ایک ساعت بھر دعا کیلئے اپنے ہاتھ اٹھائے پھر منہ کے بل سجدے میں چلے گئے تین بار سجدہ کیا اور اٹھے اور سجدہ سے اٹھ کر ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا:۔

امت کی بخشش کیلئے قبولیت دعا کی خوشخبری

میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور اپنی امت کی بخشش کی خواستگاری کی، پس میری تہائی ($\frac{1}{3}$) امت مجھے سپرد کی گئی (کہ اتنی امت آپ کی دعا و شفاعت سے) بخش دی گئی پھر اس نعمت کی شکر گزاری کیلئے میں اپنے پروردگار کا سجدہ کرتے ہوئے (زمین پر) منہ کے بل گرا۔ اس کے بعد سر کو (سجدہ سے) اٹھا کر میں نے اپنے پروردگار سے اپنی (باقی) امت کی بخشش کیلئے (دوبارہ) سوال کیا۔ پھر وعدۂ نجات و بخشش کے ساتھ (میری امت کا تیسرا حصہ اور مجھے دیا گیا۔ (کہ ایک تہائی امت اور بخش دی گئی) پھر میں نے سجدہ سے اپنا سر اٹھایا اور اپنی (باقی) امت کی بخشش کیلئے تیسری بار میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا پھر (یہ) تیسرا (باقی ماندہ) حصہ بھی مجھے دیا گیا اور اس حصہ کی بھی بخشش فرما دی گئی"

مقام محمود شفاعت کبریٰ

مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں مقام محمود سے مراد وہ مقام ہے کہ اس مقام محمود کے صاحب کی (یعنی ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) قیامت کے دن

ہر زبان تعریف و ستائش کرے گی اور تمام خلائق اس پر رشک (غبطہ) کرے گی اور یہ مقام قرب شفاعت کا ہے اور قیامت کا یہ وہ دن ہوگا جس دن تمام عالم تعالے حیران و سرگرداں رہیں گے۔ اور نبیوں اور رسولوں میں سے کوئی حق تعالےٰ) کے خوف و ہیبت سے دم نہ مار سکے گا، اور سر اوپر نہ اٹھا سکے گا اُسوقت آنحضرت صلعم (اللہ جل شانہٗ کے) سراپردۂ عزت میں ہوں گے اور یہ دروازہ شفاعت کا کھولیں گے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ پروردگار تعالیٰ شانہٗ آنحضرتؐ کو اپنی ایسی حمد و ستائش کی تلقین و تعلیم فرمائے گا کہ جب اس حمد و ستائش کے ساتھ آنحضرتؐ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ستائش کریں گے تو رحمت کا دروازہ کھل جائیگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت روحی فداہٗ کو اس دن عرش پر (یعنی اعزاز و اکرام کے تخت شاہی پر بٹھایا جائے گا اور حُلّہ سبز کا خاص خلعت آپ کو پہنایا جائے گا۔ اور اجازت دی جائے گی کہ آپؐ جو کچھ بھی چاہتے ہیں کہیں اور جو کچھ آپ کی مرضی ہو مانگیں، اس وقت معلوم ہوگا کہ مقام محمدیؐ کیا ہے اور اس مجلس معرکہ کے صدر و سلطان کون ہیں؟ ؎

در مقامے کہ صدارت بہ بزرگان بخشند	جس مقام پر کہ یا رسول اللہ! آپ کو بزرگوں
چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزوں باشی	کی صدارت بخشی جائیگی اس مرتبہ و جاہت و منزلت میں آپ سب سے بڑھ کر ہوں گے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں

"جو کوئی کسی نبی، ولی، یا امام، یا شہید کو یا کسی فرشتہ یا پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں کسی نیکو کار اور کسی گنہگار نے کسی مومن نے کافر نے دنیا کی ابتدا سے لیکر آج تک ایسی شفاعت جیسی کہ مولوی صاحب نے

مسلمانوں کی طرف منسوب کی ہے، حق تعالےٰ کے کسی غیر کے لئے ثابت نہیں کی ہے۔ چہ جائیکہ اہل اسلام، جو عقائد و احکام حق سے آگاہ ہیں (یعنی شفاعت) انبیاء اولیاء کیلئے ثابت کریں!"

خدا سے بھاگنے کا بہتان

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا، اور اسکے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں چاہتا"

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "(مولوی صاحب نے) یہ حضرات انبیاء اولیاء سے شفاعت چاہنے، اور التجا کرنے، اور ان کے حضور میں نذر و نیاز پیش کرنے کی ممانعت پر استشہاد (و استدلال) کیا ہے اور اسے خدا سے بھاگنا، اور خدا سے باغی ہوجانا اور بلاؤں کے دور کرنے کے لئے غیر خدا کو مددگار بنانا (انہوں نے محض اپنی) زور و زبردستی سے قرار دیا ہے۔ لیکن ایسا کہنا گمراہی ہے، اور گمراہ کہنے کی انتہا اس لئے کہ (طلب شفاعت والتجا بحضور حضرات انبیاء و اولیاء کے یہ معنی اصناف بشر کے عقلوں اور وہموں سے دور ہیں (اور یہ قطعی بہتان ہے کہ ان حضرات سے مدد مانگنی خدا سے بھاگ کر خدا کے غیر کی پناہ ڈھونڈھنی ہے

بلکہ حضرات انبیاء اولیاء سے التجا کے معنی یہ ہیں کہ اس عامی (عام شخص) نے خدائے عزوجل کے سوا پناہ نہ دیکھ کر حق تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے کسی کو اپنی بخشش کا وسیلہ ٹھہرایا، اور اس بندہ نے بارگاہ الٰہی سے اپنی سچی نیازمندی اور (یہ ایمان والا) جس بزرگ سے رابطہ رکھتا ہے ان کے واسطہ اور وسیلہ سے اس نے خدا کی بارگاہ میں شفاعت کی التجا پیش کی ہے اور حضرت حق جل شانہ اس وجہ سے اُس کے گناہ کا معاف

اور شفاعت کا قبول کرنا اس کا کرم ہے، قبول کر لیتا ہے، اور اس شفاعت کرنے والے کو اپنے تمام ملازمین میں (قبول شفاعت سے) امتیاز کا شرف دیتا ہے اور یعنی جو اہل سنت و جماعت سمجھے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول کی مرضی کے موافق ہیں

حضور سے شفاعت چاہی جائے

قال اللہ تعالیٰ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما

اور اگر وہ لوگ جو اپنی جانوں پہ گناہ کے مرتکب ہو کر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی بخشش کے لئے شفاعت فرمائیں، تو پھر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ضرور بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت بڑا مہربان پائیں گے۔

زیارت روضہ پاک سے استحقاق شفاعت

وقال صلعم من جاءنی زائراً لا تعلمہ حاجۃ الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیمۃ

اور فرمایا آنحضرت صلعم نے جو شخص میرے بعد وفات میری زیارت کیلئے آیا - میری زیارت کے ارادہ کے سوا اور کوئی حاجت اس کو نہیں لائی تو مجھ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن میں اس کے لئے شفیع ہوں۔

حضرت شیخ سعدیؒ کا فرمانا) اس معنی میں ہے

آل نبی کا وسیلہ

خدایا بحق بنی فاطمہ\
کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ\
اگر دعوتم رد کنی ور قبول\
من و دست و دامان آل رسول

اے خدا (حسن و حسین علیہما السلام) اولاد حضرت فاطمہ کے واسطہ اور وسیلہ سے میرا ایمان پر خاتمہ کرنا تو (خواہ) میری دعا رد کرے یا قبول فرمائے میں ہونگا اور میرا ہاتھ اور آل رسول کا دامن ہوگا

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں اس کے یہی معنی ہیں جو اوپر بیان کئے گئے مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

، مگر آئین پادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگذر نہیں کر سکتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں

میں اس آئین کی قدر نہ گھٹ جائے اس میں کوئی امیر و وزیر اسکی مرضی پاکر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے"

دار الجزاء حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں" یہ خیال دار الابتلا (دنیا) کے لائق ہے دار الجزار (آخرت) کیلئے نہیں۔ اس واسطے کہ اس عالم آخرت میں آئین کی مخالفت پر آئین کی قدر کا گھٹ جانا غیر متوقع ہے کیونکہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ (وغیرہ) کا محل اعمال دار ابتلا (دنیا) ہے نہ دار عقبیٰ پس (آئین کی قدر کا گھٹ جانا دار جزا میں کیسے متصور ہو گا اور اس عالم آخرت میں آئین کی قدر گھٹ جانے کا وہم کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ صدہا لوگ اس عالم میں اپنے (برے) اعمال کی سزا کو پہنچیں گے اور اور دوزخ کی آگ میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے۔ بلکہ عذاب پانیوالوں کا حال دیکھ کر آئین کی تو ایسی قدر و تعظیم ہو گی جس سے بڑھ کر ممکن نہیں ہے

پس بسبب قرینہ مغفرت وجاہت شفاعت عبث ولغو اور خلاف عقل و نقل ہے، اور باعث ان رکیک باتوں کا حضرات انبیاء اولیاء کی جلالت قدر سے لوگوں کو نفرت دلانے کے سوا اور کیا ہو گا

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اسکا قرابتی ہو یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی ہے"

سہ گانہ اسباب شفاعت حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں" شفاعت کے اسباب تین چیزیں ہیں (۱) قرابت یعنی رشتہ داری (۲) محبت یعنی دوستی (۳) ضراعت یعنی عجز و انکسار مگر شفاعت کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کیلئے شفاعت کی جائے وہ کفر اور نفاق سے پاک ہو

اور کافر یا منافق کی شفاعت تو اہل ایمان میں سے کوئی بھی نہیں کرے گا اور مولوی صاحب نے شفاعت کی تینوں مذکورہ بالا چیزوں کو اسباب شفاعت ہونے سے نکال دیا ہے جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے اور یہ بات کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"اور جس نبی ولی کی شفاعت کا ذکر قرآن وحدیث میں مذکور ہو سو اسکے یہی معنی ہیں"

مراد خدا و رسول و رہے

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں "واللہ" یہ معنی ہرگز اللہ اور اللہ کے رسول کی مراد نہیں ہیں اور اکابر سلف سے کوئی بھی اس معنی کی طرف نہیں گیا ہے۔ یہ معنی خدا و رسول کی طرف غلط منسوب کئے گئے ہیں۔ اور زندقہ کی راہ سے اس معنی کا افترا کیا گیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"غرض جو کچھ کہ جس طرح ہر حاجت اپنی اس کو سونپنا چاہیئے اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجئے کہ جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کردے۔"

یہ بطلان اعتقاد صحابہ ہے

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں مولوی صاحب کا یہ کہنا حضرات انبیاء اولیاء سے التجاء و انتظار شفاعت کرنے کو اور ان سے شفاعت زعاجزی و زاری کرنے کو باطل کرنے کے لئے ہے اور یہ فاسد ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (خدا ان سب سے راضی ہو) جو نصوص کے مورد اور کتاب وسنت کی باریکیوں کے زیادہ جاننے والے اور پہچاننے والے تھے انہوں نے اور ان کے علاوہ ان کے پیروؤں (تابعین) نے اور دین کے اماموں نے غرض ان

سب ہی نے) بارگاہِ رسالت میں التجا و طلب شفاعت کی ہے اور آنحضرت صلعم کے ساتھ محبت اور مودت اور نیازمندی کو سعادت کا سرمایہ شمار کیا ہے۔

اگر دربار رسالت سے شفاعت کا طالب ہوتا اور بارگاہِ رسالت سے مدد کا مانگنا، یہ خداوند عالم سے شرک و بغاوت اور فرار کرنا ہوتا جیسا کہ مولوی صاحب نے گمان کیا ہے۔ تو حضرات اصحاب رسول اور دین کے پیشوا ہرگز ان کاموں پر اقدام نہ کرتے اور (ان کاموں) کو فلاح کا سبب شمار نہ کرتے۔

اس کے دلائل اور شواہد اندازہ سے زیادہ ہیں۔

حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کرام کی حضورِ نبوی میں التجا

از آنجملہ یہ ہے کہ جب مقام حدیبیہ میں حضور اکرمؐ اور صحابہ کم یا زیادہ بیس دن ٹھہر کر لوٹے تو حضرات صحابہ نے بعض منزلوں میں قلتِ زادِ سفر کھانے پینے کا سامان گھٹ جانے کی شکایت کی (کہ ہمارے پاس جو سامان کم ہو گیا ہے) حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی سواریوں کی طرف اشارہ فرمایا (کہ اپنے اونٹ وغیرہ ذبح کر کے کھائیں) یہ خبر جب امیر المومنین حضرت عمرؓ کو پہنچی، تو وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ بہتر ہو گا کہ اگر لوگوں کے پاس تھوڑے جانور (سواری کیلئے) باقی رہ جائیں تاکہ وہ ان پر سوار ہوں۔ بہتر نظر آتا ہے کہ اگر حضور کی جانب سے اشارہ اس بات کا ہو جائے کہ لوگوں کے پاس جو سامان باقی رہ گیا ہے اُسے اکٹھا کر دیں اور حضور فضل و عنایت الٰہی سے (اسی تھوڑے سے سامان میں) زیادہ برکت ہونے کی دعا فرمادیں تو شک نہیں ہے کہ حضور کی دعا مقبول ہو گی حضرت عمرؓ کی اس درخواست سے حضور نے سمجھا کہ عمرؓ غیبی چیز یعنی معجزہ طلب کرتے ہیں، پس حضور نے حکم صادر فرمایا کہ بقیہ سامان کہ جو لوگوں کے پاس ہیں

(حضور کے سامنے) اکٹھا کر دیں لوگوں نے اس باقی ماندہ سامان کو اکٹھا کیا اور چٹائیوں پر (آپ کے روبرو) پھیلا دیا بعض کے پاس مٹھی بھر کھجوریں باقی تھیں اور بعض کے پاس ہتھیلی بھر ستو تھے پس رسول مقبول صلعم نے (اس تھوڑے سامان پر ہی) بارگاہِ حق سبحانہ تعالےٰ سے برکت کی خواستگاری کی، اس کے بعد صحابہ سے فرمایا کہ اپنے اپنے توشہ دان سے آؤ لوگ لے آئے اور وہ تھوڑا سامان بڑھ کر اتنا زیادہ ہوگیا کہ) دوسرے چار پائیوں میں اٹھانے کی طاقت نہ رہی"

پانی کا چشمہ مبارک انگلیوں سے جاری ہوگیا

(از انجملہ یہ ہے کہ جابرؓ ابن عبداللہ نے کہا کہ حدیبیہ کے دن پیاس نے لوگوں پر غلبہ کیا حضور رسول مقبول کے سامنے ایک چھاگل تھی اور آپ اس چھاگل کے پانی سے وضو فرما رہے تھے (اس وقت آپ تو سب لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور سب لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ فرمایا تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے (جو ہماری طرف دیکھ رہے ہو) لوگوں نے کہا یارسول اللہ ہمارے پاس نہ پینے کو پانی ہے نہ وضو کو پانی ہے (صحابہ کرام کی یہ التجا سن کر) آپ نے یہ کیا کہ اپنا مبارک ہاتھ چھاگل میں رکھ دیا پانی آپ کی انگلیوں سے ابلنے لگا جیسے کہ چشموں سے ابلتا ہے اور چھاگل سے باہر جاری ہوگیا جسے پی کر ہم سب سیراب ہوگئے اور ہم سب نے وضو کرلیا۔

جابرؓ سے پوچھا گیا کہ تم کتنے لوگ تھے؟ کہا کہ "اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی سب کو کافی ہوجاتا مگر ہم لوگ ڈیڑھ ہزار سے زیادہ نہیں تھے"

بھوکوں کو کھانا پیاسوں کو پانی

بارگاہِ رسالت سے التجا و استمداد اور طلب شفاعت کے بہت واقعات ہیں جو حضرات صحابہ کرام کے معتقدات

واعمال سے ہیں اور یہ وہ حضرات افضل ترین امت مرحومہ ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا شیخ العارفین ؒ نے ارشاد فرمایا کہ تمام امت میں دین کی باتیں اور دین کے گہرے بھید سب سے بڑھ کر جاننے والے ہیں ہر ایک شرک سے پاک ہیں اور پکے اور پورے موحد ہیں انہوں نے حضورؐ سے چاہا اور حضورؐ نے خدا کی دی ہوئی قدرت تصرف سے ان کی مرادیں پوری کیں (یہاں تک کہ) بھوکوں کو کھانا اور پیاسوں کو پانی حضورؐ کے تصرف سے ملا وغیرہ وغیرہ

بابی انت وامی یا رسول اللہ ﷺ   یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان (از مترجم)

الغرض یہ ہے کہ سواد ابن قاربؓ نے بارگاہِ رسالت سے طلب شفاعت کی ہے اور ابیات بلیغہ میں آپ کی تعریف کی بعض ابیات یہ ہیں۔

یارسول اللہ میری شفاعت فرمائیگا

فاشهد ان الله لا رب غیرہ و انك مامون على كل غائب و

وانك ادنى المرسلين وسيلة الى الله يا ابن الاكرمين الاطائب و

فمرنا بما ياتيك يا خير من مشى و وان كان فيما جاء شيب الذوائب و

وكن لي شفيعا يوم لا ذو شفاعة و سواك بمغن عن سواد بن قارب و

میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور بیشک آپ یا رسول اللہ غیبوں پر امین بنائے گئے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے دربار میں وسیلہ بننے کیلئے آپ رسولوں سے زیادہ سے زیادہ مقرب (بارگاہِ الٰہی میں) ہیں اے پاک بزرگ ترین کے بیٹے اے سب چلنے والوں سے بہترین شخص ہمارا چلنا ان باتوں پر ہے جو آپ کے پاس خدا کے یہاں سے آتی ہیں اگرچہ اس رفتار پر چلتے چلتے ہمارے گیسوؤں میں سفیدی آگئی ہو اے سواد ابن قارب سے بے نیاز آپ از راہِ کرم میرے شفیع بن جائیے جس دن آپ سے بڑھ کر کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا۔

دربار رسالت میں! صحابہ کی طلب شفاعت

از انجملہ یہ ہے کہ عبد الرحمٰنؓ بن عوف کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا اور حمیری نے طلب شفاعت میں جو اشعار کہے ہیں وہ شعر میں نے آپ کے سامنے پڑھے

اشھد باللہ ذی المعالی و فالق اللیل بالصباح ، اشھد باللہ رب موسیٰ ، انک ارسلت بالبطاح ، فکن شفیعی الی ملیک یدعو البرایا الی الصلاح ،	میں گواہی دیتا ہوں اس اللہ کی قسم کے ساتھ جو بلندیوں کا مالک ہے اور صبح کو رات کے اندھیرے سے جدا کرنیوالا ہے اور پروردگار موسیٰ کی قسم کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ بطحیٰ کے میں منصب رسالت پر پہنچے گئے ہیں پس آپ مالک خدا کے سامنے میرے شفیع بن جائیں اے مخلوق کو صلاح و فلاح کی طرف بلانے والے!

عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ اس نظم کو سنانے کے بعد وہ بات بھی میں نے حضور میں عرض کر دی جو حمیری (شاعر) نے کہی تھی جسے سن کر آپ نے فرمایا۔

رب مومن بی ، و ما رانی ، و مصدق بی ، و ما شھد زمانی اولئک حقا اخوانی ،	بہت سے مجھ پر ایمان رکھنے والے ہیں، حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں اور میری تصدیق کرنے والے ہیں حالانکہ میرے زمانہ کو انہوں نے پایا نہیں ازراہ تواضع فرمایا وہ سب میرے بھائی ہیں۔

از انجملہ یہ ہے کہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ :۔

قبر اطہر پر شفاعت کی خواستگاری

میں مدینے میں آیا اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور قبر شریف کے مقابل بیٹھے ، ناگاہ ایک بدوی دیہات کے رہنے والے آئے ،

اور زیارت کی اور کہا یا خیر الرسل (اے رسولوں کے بہترین) حق تعالےٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب اتاری ہے اور اس میں فرمایا:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما

اور اگر وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں اور گناہ سے پشیمان ہو کر تمہارے پاس آئیں اور پھر اللہ سے بخشش و معافی چاہیں اور رسول ان کی معافی کیلئے شفاعت کریں تو پھر وہ لوگ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا بہت بڑا مہربان پائینگے

میں آپ کے پاس اپنے گناہ سے توبہ کرتے ہوئے اور آپ کی بارگاہ میں شفاعت مانگتے ہوئے حاضر ہوا ہوں اور رو رو کر اپنے یہ اشعار پڑھے

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ
فطاب من طیبھن القاع والاکم

اے سب لوگوں سے بہتر جن آپ ہموار زمین کی بزرگ ترین جگہ میں مدفون ہیں آپ کی خوشبو سے ہموار و بے ہموار سب زمین معطر ہو گئی ہے مہک ہی ہے اس قبر پر میری جان فدا و قربان جس میں پارسائی ہے اور جس میں بخشش اور کرم ہے۔

اسکے جانے کے بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمایا

آپ نے بخشش کی بشارت دی

اسے ڈھونڈھ لے اور خوشخبری سنا کہ میری شفاعت سے حق تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

حضرت علی کی روایت

ازانجملہ یہ ہے کہ حافظ ابو عبداللہ مصباح الظلام میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ۔

سرورِ عالم کے دفن کے بعد تیسرے دن ایک بدوی آیا۔ اور اس نے آپ کو پاک تربت پر گرا دیا اور خاکِ پاک (قبر شریف کی) اپنے سر پر ڈالی اور کہا یا رسول اللہ! جو کچھ خدائے تعالےٰ سے آپ نے سنا اسے ہم نے آپ سے سنا۔ اور خدا تعالیٰ سے جو کچھ آپ نے یاد کیا اسے ہم نے آپ سے یاد کیا اس میں یہ آیت بھی ہے۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ فاستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما

اور اگر وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اور تمہارے پاس آئیں پھر اللہ سے بخشش و معافی چاہیں اور رسول ان کی معافی و مغفرت کیلئے شفاعت کریں تو پھر وہ اللہ کو ضرور بہت توبہ قبول کرنیوالا اور بہت بڑا مہربان پائیں گے۔

قبر پاک سے آواز آئی

بدوی نے اس کے بعد کہا یا رسول اللہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے لئے استغفار (بخشش کی دعا) فرمائیں (حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں) قبر سے آواز آئی کہ بے شک تیری مغفرت ہو گئی!

حضرت امام مالک رح نے کیا تعلیم فرمائی!

از انجملہ یہ ہے کہ ابوجعفر (خلیفہ بغداد) نے امام مالک رح سے پوچھا "یا ابا عبد اللہ دعا کے وقت میں قبلہ کی طرف ہو جاؤں یا رسول اللہ صلعم کی طرف؟ فرمایا تو پیغمبر صلعم سے کیوں منہ پھیرتا ہے کہ وہ خدا عزوجل کے پاس تیرا وسیلہ ہیں اور تیرے باپ آدم صفی اللہ کا وسیلہ ہیں پس تو رسول اللہ صلعم کی طرف منہ کر اور ان سے شفاعت مانگ تاکہ وہ تیری شفاعت کریں۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

خدا کی عبادت رسول کی شفاعت

"اور انکے احکام یعنی شرع کو بے قدر کر دیجے۔"
حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں (پوچھنا یہ ہے کہ) شرع تمام کس چیز کا ہے! آیا اس کا نام شرع ہے جو درحقیقت میں ان کا افترا ہے تو ہم اس شرع اور اس صاحب شرع دونوں سے بیزار ہیں اور اگر شرع وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور علمائے دین سے مروی اور ماثور ہے جس پر تمام اہل سنت وجماعت تھے اور جس پر وہ چل رہے ہیں اور یہ اہل سنت وجماعت وہ فرقہ ہے کہ جس نے آج ایک ہزار تین سو برس سے پورب سے لیکر پچھم تک ایک عالم کو منور کر دیا ہے اور جس گروہ میں اولیاء اللہ اور واصلان حق کا ظہور ہوا ہے تو ان حضرات کی بتائی اور سکھائی ہوئی شریعت میں تو حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول اکرم کی شفاعت دونوں ثابت ہیں۔

اس شرع کا منکر زندیق و ملحد ہے

مولوی صاحب لکھتے ہیں ؎

اخرج الترمذی عن ابن عباس قال کنت خلف رسول اللہ صلعم یوما فقال یاغلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک واذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعوا علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتب اللہ لک

ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سواری میں رسول اللہ صلعم کے پیچھے تھا کہ آپ نے فرمایا "اے لڑکے اللہ کو یاد رکھ اللہ تجھے یاد رکھے گا اور تو اسے اپنے پاس پائیگا اور جب تجھے سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور اگر مدد مانگے تو اللہ سے مانگ اور اس بات کو جان لے کہ اگر تمام گروہ انسان تجھے کسی شئے کا نفع پہنچانے میں متفق ہو جائیں تو نہیں پہنچا سکیں گے مگر اسقدر

لو اجتمعوا علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتب اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف

کہ اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر تجھے کسی چیز کا نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکیں گے مگر اسقدر کہ اللہ نے تیرے لئے لکھدیا ہے یاد رکھ قلم لکھ چکے اور اٹھالئے گئے ہیں اور تقدیر کے نوشتے خشک ہو چکے ہیں۔

ارشاد نبوی کا منشا و مفہوم!

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں جاننا چاہئے کہ صدر حدیث حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے دعا اور سوال کرنے اور اس سے استعانت و مدد طلب کرنے کے بارے میں ہے اسلئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ملک کا مالک (علی الاطلاق) ہے کوئی اس کا شریک اور ساتھی نہیں ہے پس کوئی بات اس کے حکم اور اس کی مشیت کے بغیر وجود میں نہیں آتی ہے اور بھائیوں اور دوستوں میں سے کوئی کسی کی حاجت کے پورا کرنے پر حق سبحانہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر قدرت نہیں رکھتا ہے پس چاہئے کہ اپنی تمام حاجتیں خدا سے مانگو اور اپنے تمام مقاصد اس سے طلب کرو۔

اور یہ بیان مولوی صاحب کیلئے حضرات انبیاء اولیاء سے استمداد و استعانت کی نفی میں حجت نہ ہوگا اس لئے کہ سائل بارگاہ خداوندی میں ان حضرات کی خداداد مقبولیت کے سبب خدا کے سامنے انہیں اپنا وسیلہ ٹھہراتا ہے پس ان حضرات سے استمداد و استعانت عین حضرت حق تعالیٰ سے استمداد و استعانت ہے اور اس معنی میں قرآن مجید ناطق ہے

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ فاستغفر لھم الرسول

اگر لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرکے یعنی گناہ کرکے آپ کے پاس آئیں اور خدا سے بخشش و معافی چاہیں اور

لوجدوا اللہ توابا رحیما | رسول بھی ان کی بخشش معافی کیلئے دعا کریں تو بیشک وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔

صحابہؓ کی استمداد و استعانت حضور رسول اکرمؐ سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ توکل (یعنی خدا پر بھروسہ کرنے کے اعتقاد) کی باریکیوں کو زیادہ جاننے والے تھے اسکے باوجود اپنی مصیبتوں اور حاجتوں میں انہوں نے بارگاہِ رسالت میں استعانت و استمداد کی ہے اگر حضراتِ انبیاءؑ کی بارگاہ میں مدد و اعانت کا خواستگار ہونا شرک ہے اور توکل کے منافی ہے تو دنیا کے عاجز اور خاکسار لوگوں کا اپنے بھائیوں اور دوستوں سے اور اپنے گروہ اور قبیلہ سے اعانت اور مدد کا مانگنا بطریق اولیٰ شرک ہوگا اور منافی توکل۔ بلکہ پیٹ بھرنے کے لئے کھانا کھانا اور پیاس بجھانے کے لئے پانی پینا یہ کھانے اور پانی سے مدد لینا ہے اس سے بھی شرک اور خلاف توکل ہونے کا قباحت لازم آئے گا

توکل کیا ہے

پس توکل کے معنی یہ ہیں کہ اسباب کے ساتھ ملے رہنے اور وسائل کو ذریعہ ٹھہرانے کے باوجود فاعل حقیقی خدا کو جانے اور حصول مطلب ومراد اسی سے سمجھے مگر ضرور ہے کہ بتوں اور مورتیوں کو وسیلہ نہ بنائے اس لئے کہ بتوں اور مورتیوں کو حاجتوں کا وسیلہ اور نجات کا ذریعہ ٹھہرانا یہ نص کی رو سے باطل ہے اور شارع علیہ السلام نے اسے کفر کی نشانیوں میں شمار کیا ہے۔

سب کچھ تقدیر پر موقوف ہے

اور حدیث کا آخر اس بارہ میں ہے کہ تقدیر کے حق ہونے پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اہل سنت کا مضبوط عقیدہ ہے کہ وجود و عدم وجود تمام حوادث پیدا کی ہوئی چیزوں کا تعلق سب تقدیر حق پر موقوف ہے خواہ امور تقدیر عالم شہادت میں

ہوں خواہ عالم غیب میں خواہ عالم علوی میں ہوں - خواہ عالم سفلی میں یا خواہ عالم دنیا و عالم عقبیٰ (یعنی دنیا و آخرت کی سب چیزیں تقدیر حق تعالیٰ پر منحصر و موقوف ہیں) اور اس تقدیر حق کے خلاف تمام عالم کی سعی و کوشش کوئی اثر اور فائدہ نہیں رکھتی - پس شریعتوں اور دینوں کا نازل کرنا اور (اور خدا کی طرف سے بندوں کا نماز اور روزہ اور دوسرے احکام کیلئے مکلف ہونا، اور لڑائیاں اور جہاد کرنا، کھیتی اور تجارت کرنی، سفر کرنا اور مقیم رہنا اور بیوپار میں ساجھا کرنا اور آپس میں معاملے کرنے، اور نکاح کرنا اولاد پیدا کرنی یہ سب کچھ بندے کی جانب سے تقدیر کے موافق ظاہر ہوتا ہے بلکہ یہ سب کچھ مقدرات سے ہے جو کچھ تقدیر میں لکھ دیا گیا اسی کے موافق ظہور ہوتا ہے

تصریحات محدث دہلویؒ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ کے باب ایمان بالقدر میں فرمایا حق یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے چیزوں کے خلق و ایجاد میں - سببوں اور شرطوں کو روانی عادت کے طریقہ سے پیدا کیا ہے جیسے آگ کو جلانے اور گرم کرنے کیلئے اور پانی کو تر کرنے اور سیراب کرنے کے لئے اور کھانے کو پیٹ بھرنے کے لئے اور تلوار کو کاٹنے کے لیے پیدا کیا ہے لیکن آگ کا جلانا تلوار کا کاٹنا وغیرہ یہ سب ان اسباب کے دخل کے ساتھ ہیں

اور اگر خدا چاہے تو بے سبب بھی پیدا کر دے اور اگر چاہے تو باوجود اسباب بھی ایجاد نہ فرمائے یعنی آگ ہو اور نہ جلائے اور تلوار ہو اور کاٹ نہ سکے) غرض آدمی اور اس کا قصد و اختیار سبب ہے حق تعالیٰ ہی ہے جو آدمی کے فعل کو پیدا کرتا ہے - اور وجود اسباب و مسببات اور شرائط اور مشروطات سب قضا و قدر کے احاطہ میں داخل ہیں جو حق تعالیٰ کی قضا و قدر سے منافات نہیں رکھتے ہیں اور امر و نہی حکم ربوبیت و عبودیت سے ہے

اور ثواب و عذاب (حق تعالیٰ کا) اپنی ملک میں تصرف کرنا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون | اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے حکم فرماتا ہے۔ اور اللہ جو کچھ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جائیگا اور لوگ اپنے افعال کیلئے پوچھے جائیں گے

(کلام حضرت محدث دہلوی کا ختم ہوا)

معاشرت اسباب توکل کے منافی نہیں

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "پس تقدیر کے حق ہونے پر ایمان رکھنے اور اسباب کے ساتھ علاقہ رکھنے اور ذرائع کو وسیلہ ٹھہرانے میں باہم کوئی منافات نہ رہی اور تمام عالم کی عادت اسی طریقہ پر جاری ہے (اور اہل اسلام تقدیر پر ایمان رکھتے ہوئے اسباب سے تعلق رکھتے اور ذرائع کو وسیلہ ٹھہراتے ہیں اور یہ تقدیر پر ایمان رکھنا حضرات انبیاء اولیاء سے توسل و استمداد کی نفی میں مولوی صاحب کیلئے کوئی سند اور حجت نہ ہوگی اس لئے کہ اگر ان حضرات سے مدد کا چاہنا اور خدا کی بارگاہ میں انہیں واسطہ اور وسیلہ قرار دینا تقدیر کے حق ہونے پر ایمان رکھنے کے منافی ہے اور شرک ہے تو پھر اور باتیں بھی شرک اور تقدیر کے حق ہونے پر ایمان نہ رکھنا ہوگی مثلاً (اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے) اپنے قصد و ارادہ سے لڑنا اور جہاد کرنا اور اعمال صالحہ کا وسیلہ اختیار کرنا۔

مگر اب کسی نے بھی نہیں کیا ہے اگر ان باتوں پر شرک کا لازم ہونا مان لیا جائے۔ تو فرعون اور نمرود کے سوا (جو منکر نبوت ہے) دوسرا کوئی مومن نہیں ٹھہرے گا

مولوی صاحب لکھتے ہیں

" یعنی اللہ صاحب کو کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے یہ اور بادشاہوں

کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی رعیتی بہتیرا التجا کرے اس کی طرف مائے غرور سے خیال نہیں کرتے اسلئے رعیتی لوگ اور امیروں کو مانتے ہیں اور انکا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں تاکہ ان کی خاطر سے التجا قبول ہو وے۔

وسیلہ کا انکار ا نبوت کا انکار ہے

حضرت شیخ العارفین ارشاد فرماتے ہیں اس مقدمہ کو تسلیم کرلینا ابطال نبوت کو مستلزم ہوگا (یعنی مولوی صاحب کے اس قول کو مان لینے سے نبوت کو باطل ٹھہرا دینا لازم آتا ہے) اسلئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی تمام بندوں کے ساتھ رحمت و مہربانی عام ہے اور اللہ تعالیٰ رگ گردن سے بھی زیادہ ہر شخص کے پاس ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید (حق تعالیٰ نے فرمایا ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں)

جب یہ صورت ہے تو پھر کیا حاجت ہے کہ لوگ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پیچھے چلیں اور ان کو نبی اور ولی مانیں جب کہ حق تعالےٰ ارحم الراحمین (سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا) ہے اور کسی کی نبوت اور ولایت کی حاجت نہیں رکھتا ہے بلکہ چاہیئے کہ حق تعالیٰ ہر ایک سے (خود) بذاتہ بات کرے اور ہر ایک کو اس کے نفع و نقصان سے آگاہی دے اور امر معروف و نہی منکر اچھے کام کرنے کا حکم اور برے کاموں کی مخالفت خود ہی) فرمائے (یعنی بلا کسی واسطہ اور ذریعے کے یہ اس لئے کہ حق تعالےٰ ایسا بادشاہ ہے کہ دوسرے ملوک و سلاطین کی مانند غرور و نخوت نہیں رکھتا ہے کہ اپنے چھوٹے بندوں سے مارے غرور کے بات نہ کرے اور ان کی ہدایت و ارشاد سے عار رکھے

ملحدوں کا کہنا یہی ہے

جو ملاحدہ اور زنادقہ کہ نبوت اور ولایت سے منکر ہیں نبوت اور ولایت کے انکار میں

سوم ان کی دلیل یہ ہی ہے کہ (حضرات انبیاء کے) معجزے اور حضرات اولیاء اللہ کی کرامتیں (جن کی روایتیں کی جاتی ہیں) باطل کہانیاں ہیں۔ جو بعض لوگوں نے جاہلوں اور احمقوں کے ڈرانے کیلئے گھڑلی ہیں تاکہ نظام عالم نہ بگڑ جائے یا پھر معجزوں اور کرامتوں کو یوں سمجھتے ہیں کہ یہ سب کاہنوں اور جادو گروں کی باتیں ہیں اور مولوی صاحب نے اس خوف سے کہ کھلے ہوئے زندقہ کا الزام نہ لگ جائے اس مقدمہ کو شفاعت کے لباس میں پیش کیا ہے اس طرح ابطال نبوت و ولایت خود ہی ہو جائیگا۔ اور غور و فکر کے بعد رفتہ رفتہ (لوگ خود ہی) نفس نبوت کی حد سے نکل جائیں گے اور جو مقدمات کہ مولوی صاحب کا مقصد و منشا ہیں ان پر چلنے لگیں گے اور ابطال نبوت کے لئے ابطال شفاعت سے استنباط کریں گے کہ جب خدا کے دربار میں کسی واسطہ اور وسیلہ کی حاجت ہی نہیں ہے تو پھر نبوت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کرنے یا نہ کرنے کی چند باتیں ہیں جن کے جاننے کے لئے انسانی عقل اور فراست کافی ہے ان چند باتوں کی خاطر کسی نبوت پر ایمان لانا عبث اور فضول ہے خدا کی پناہ)

دوسری بات یہ ہے کہ شفاعت کے ثبوت میں بھی نصوص قاطعہ وارد ہیں جیسے کہ پیشتر گذرا۔ جب ثبوت شفاعت کی یہ نصوص مولوی صاحب کی تحریفیں فاسد تاویلوں سے باطل ہیں تو ان کے کاسہ سر میں امر نبوت بھی اب ہی باطل ہوگا بات یہ ہے کہ انہوں نے مقدمات قیاس تو ترتیب دے لئے مگر ان قیاسی مقدموں سے کھلے طور پر کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اس کے اظہار سے انہوں نے اعراض کیا ہے (پہلو بچایا ہے) تاکہ عوام ان کو اہل اسلام کے گروہ سے باہر نہ کر دیں اور ان کی پیروی کرنے سے انحراف نہ کر جائیں

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور اسی طرح گو کہ وہ سب چیز سے پاک ہے اور سب سے بلند مگر اور بادشاہوں کا سا دربار نہیں کہ رعیتی وہاں پہونچ نہ سکے اور امیر و وزیر ہی رعیت پر حکم چلائیں اور رعیتی لوگوں کو انہیں کا ماننا ضرور پڑے"

یہ تو تمام اختیار والوں کا اختیار باطل ٹھہرانا ہے

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں اس مقدمہ کو تسلیم کرنا نبوت اور ولایت اور سلطنت اور تمام اختیار والوں کے اختیار کا ابطال کرنے کو مستلزم ہے جیسا کہ ہماری پچھلی تقریر سے ظاہر ہے۔

(مولوی صاحب کے) معتقدین کی کیسی نادانی اور حماقت ہے کہ ایسے کھلے زندقہ کے باوجود ان کو امام مانا اور سید احمد صاحب بریلوی کو خاتم النبیین ماننا پڑا

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مثال اس کی جاننا چاہیے کہ ایک رعیتی اپنے بادشاہ کے پاس اکیلا بیٹھا ہے اور وہ بادشاہ اس کی عرض سننے کو متوجہ ہے۔ پھر وہ رعیتی کسی امیر و وزیر کو کہیں دور سے پکارے کہ تو میری طرف سے فلانی بات حضور میں عرض کر دے پس وہ اندھا ہے یا دیوانہ"

یہ تمام انبیا کی توہین ہے

حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں اس قول میں تمام حضرات انبیاء (علیہم السلام) کو جاہل اور احمق ٹھہرایا ہے کہ حضرات انبیاء (علیہم السلام) کے اصحاب اور برگزیدگان امت نے حق سبحانہ تعالیٰ کا قرب وحضور حاصل ہونے اور حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر اور متوجہ جاننے) کے باوجود حضرات انبیاء سے التجا و استمداد کی ہے اور ان سے دعا و شفاعت فرمائی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قالوا ادع لنا ربک یبین لنا ما ھی الخ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کر دیجئے کہ ہمارے لئے

یعنی اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کی حکایت فرمائی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰؑ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کر دیجئے کہ وہ ہی بیان کر دے کہ وہ گائے کیسی ہوگی!)

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا نزول مائدہ کے لئے حضرت عیسیٰؑ سے دعا کا طالب ہونا اور مردوں کے جلانے اور جنم کے اندھوں اور کوڑھ کے بیماروں کے چنگا ہونے کے لئے ان سے دعا کرانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا آنحضرت سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا سوال کرنا اور آپ کے صحابہ کرام کا آپ سے کبھی اس لئے طلبگار دعا ہونا کہ مینہ برسے اور کال دور ہو جائے اور کبھی اس لئے کہ کھانے پینے کی تھوڑی چیزیں (بہت) زیادہ ہو جائیں اور تھوڑا پانی زیادہ ہو جائے اور ان باتوں کے علاوہ اور باتوں کے لئے حضور سے طلبگار دعا و استعانت ہونا اور اصحاب کرام کا انبیا علیہم السلام سے اس قسم کی استمداد کو جائز رکھنا یہ دوسری اعجوبہ اور انوکھی بات ہے (انوکھی بات) اس لئے کہ اصحاب کرام کو حق تعالیٰ کے قرب و حضوری کا علم اور اس سے آگاہی مولوی صاحب کے علم و اطلاع سے زیادہ تھی اور پہلے سے تھی اس کے باوجود ان متبعین حضرات انبیا علیہم السلام نے اور ان حضرات صحابہ کرام نے حضرات انبیاء سے استمداد و طلب شفاعت کا اقدام کیا تو عاقل کو احمق ٹھہرانا اور عالم کو جاہل بتلانا اپنی ہی حماقت اور جہالت کو ظاہر کرتا ہے۔

بہترین مخلوق کی شان میں گستاخی

یہ گستاخی اور بے ادبی ان حضرات کی شان میں کی گئی ہے جو اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے بہتر و برتر ہیں چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ پروردگار عالم نے تمام بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو تمام مخلوق کے دلوں سے زیادہ روشن اور زیادہ پاک پایا پس اس قلب اطہر میں نبوت کا نور رکھا اور آپ کے صحابیوں کے دلوں کو (باقی تمام مخلوق سے) زیادہ پاک وصاف اور زیادہ لائق (عنایت وکرم) پایا پس ان پاکان عالم کو آنحضرت روحی فداہ کی صحبت کیلئے چن لیا (یہ حضرات ہیں جن کے پیچھے چلنا اہل سنت وجماعت کا طریقہ ہے)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"اور یہ فرمانا کہ ہر مراد اللہ ہی سے مانگئے اور مشکل میں اسی کی مدد چاہو اور یہ یقین سمجھ لیجئے کہ علم تقدیر کا ہرگز نہیں پھرتا اور لکھا ہرگز نہیں مٹتا"

خدا بھی تقدیر بدل سکتا ہے یا نہیں؟

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں (سوال یہ ہے کہ جناب حق تعالیٰ تقدیر کے بدل دینے پر قدرت رکھتا ہے یا نہیں رکھتا ہے اگر قدرت رکھتا ہے تو حضرات انبیاء اولیاء سے مدد چاہنے کا فائدہ ظاہر ہے کہ ان حضرات کی دعا وشفاعت (ہوگی) تو کوئی نامراد ان کی دعا و شفارش سے) اپنی مراد کو پہنچے گا۔

اور اگر تقدیر کے بدلنے پر خدا بھی قادر نہیں ہے تو اس صورت میں خدا سے بھی مدد مانگنے کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ مخلوق کے مقدروں کا اندازہ اور ہموار کرنے کے بعد انکے بدلنے سے معذور

اور معذور سے مدد مانگنی بے عقل سے معذور ہونیوالوں کا کام ہے۔

پس ایسا اعتقاد رکھنے سے خدا کا عاجز ہونا اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا مفہوم اور صدر (جان سخن) بھی رد ہو جائے گا یعنی حدیث ابن عباس کی تعلیم تو یہ ہے کہ اے مخاطب جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ تو جب کہ معاذ اللہ خود خدا ایک معنی پر معذور ٹھہرا تو اس سے مدد مانگنی بے عقلی ہوگی پناہ بخدا

لیکن واضح ہو کہ اصل شرع اور حدیث ابن عباس میں تو کوئی منافات نہیں ہے منافات تو مولوی صاحب کی تقریر سے ہی پیدا ہوگئی ہے اس لئے کہ جس طرح دوسری چیزیں تقدیری ہیں اسی طرح حضرات انبیاء، اولیاء کی دعا و شفاعت ہے جس دعا و شفاعت کا قبول و مستجاب ہونا بھی مقدر ہے،

پس جائز ہے کہ ایک شخص کی عمر پچاس سال کی مقدر ہے اور ان حضرات میں سے کسی کی دعا یا اعمال صالحہ سے کسی عمل کے باعث دس سال اس پر خدا کی رحمت سے بڑھ جائیں، ورنہ

ادعونی استجب لکم (اے بندو) تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

اس آیت کا نازل ہونا اور حضرات انبیاء اولیاء کا اس خوشخبری کے موافق دعا کیلئے اقدام کرنا اور دوسروں کا ان حضرات سے التماس دعا کرنا لغو ہو جاتا ہے۔ اور حق تعالےٰ کا فرمانا:۔

فاستجبنا له — ہم نے ان کی دعا قبول کرلی۔

جھوٹ ہو جائے گا اب چاہے اس دعا و شفاعت کے قبول ہونے کا نام تقدیر کا بدلنا رکھیں۔ جیسے کہ مولوی صاحب نے لکھا ہے چاہے اسے

بھی تقدیر نہیں (کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ذاتی ازلی علم میں تو سب ہی کچھ
ہے۔ پس حضرات انبیاء اولیاء کی قبولیت دعا و شفاعت بھی اسی تقدیر
کے تحت میں ہے جس تقدیر کا اور جس تقدیر کے جزو کل کا خالق حق
سبحانہ تعالیٰ ہی ہے)

تقدیر کیا ہے؟

جیسے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ حدیث میں آیا ہے ابن
خزامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے
باپ نے کہا کہ میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خبر دیجئے ان جادوؤں
کی جن سے ہم جادوگری کرتے ہیں اور (خبر دیجئے) ہمیں ان دواؤں کی
جن سے ہم بیمار لوگوں کا علاج کرتے ہیں اور (خبر دیجئے) ان پناہوں کی
کہ ان سے ہم پناہ ڈھونڈتے ہیں جیسے کہ ڈھال اور زرہ ہے کہ یہ چیزیں
آیا خدائے تعالےٰ کی قضا و قدر میں سے کسی چیز کو روک سکتی ہیں؟

آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ سب چیزیں بھی الٰہی قضا و قدر سے ہیں۔ اگر
حق تعالےٰ نے چاہا ہے اور تقدیر (تدبیر کے خلاف) جاری ہو چکی ہے تو دوا
(مریض کو) کب شفا دے گی اور وسیلے کب پناہ دیں گے اور اگر بچنا مقدر
ہے، تو خدا اس کے اسباب بھی مہیا کر دیتا ہے اور تقدیر اسباب اور شرائط
سے جدا نہیں ہے اور سب داخل تقدیر ہیں اور تقدیر سب کو شامل سب
کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور کوئی چیز تقدیر کے احاطہ سے باہر نہیں جاتی
جاننا چاہئے۔ کہ حق تعالیٰ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ
ابن مریم کی دعا سے جنم کے اندھے کو بینائی اور بے جان مردہ کو جان و
زندگی) بخشے اور اس سے تقدیر کے مسئلہ میں کوئی مفسدہ کوئی
خرابی لازم نہیں آتی اس لئے کہ اندھا ہونا اور نابینا ہونا، مرجانا اور

زندہ ہوجانا، دونوں مندرج تحت تقدیر ہیں اور حضرات انبیاء اولیاء کی دعا اور عمل صالح یہ باتیں دوسری تقدیر "تقدیر معلق" کے ظہور کے لئے پورا اثر دکھاتی ہیں۔

اس کے دلائل و شواہد میں اخبار و آثار بہت سے ہیں"

سلطنت کی مدت بڑھ گئی

از انجملہ یہ ہے کہ عبدالملک ابن مروان نے حجاج کو لکھا۔ کہ بنی عبدالمطلب کے قتل سے پرہیز کر کہ ابوسفیان کی اولاد نے ان کے قتل کرنے میں زیادتی کی تو آل ابوسفیان کی مدت حکومت جلدی ختم ہوگئی اور اس نوشتہ کو چھپے ہوئے طریقہ سے حجاج کے پاس بھیجدیا (اس پوشیدہ تحریر سے) حضرت امام زین العابدین ابن سیدنا حضرت امام حسین علیہما السلام غیبی طریقہ سے آگاہ ہوگئے اور آپ نے عبدالملک کو لکھا کہ :-

مجھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے کہ فلاں فلاں وقت تونے حجاج کو ایک خط اس مضمون کا لکھا ہے (تیرا یہ کام) حق تعالے کو پسند ہوا خدا نے تیری سلطنت کو مضبوط کردیا اور تیری سلطنت کی مقدارِ مدت بڑھادی اس مقدار سے جو پیشتر مقدر کی گئی تھی"

یہ نوشتہ سیدنا حضرت امام زین العابدین نے ایک غلام کو دیا اور غلام کو اپنی سواری پر عبدالملک کے پاس بھیجا، جب مروان کے بیٹے عبدالملک نے اس نوشتہ کی تاریخ کو اپنی تحریر کے موافق پایا۔ تو جانا کہ حضرت نے جو لکھا یہ حق ہے بہت خوش ہوگیا (کہ اولاد رسول سے سلطنت کے قیام وثبات کی مدت بڑھ جانے کی بشارت نصیب ہوئی اور اس سواری پر اتنے درہم بار کر دیئے کہ جتنے درہم اٹھانے کی اس جانور میں طاقت تھی

اور یہ بھاری رقم حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں (بطور نذر) بھیج دی۔

قتل و غارتگری کو بیداری سے خواب میں بدل دیا گیا

از آنجملہ یہ ہے کہ نفحات شریف میں حضرت مولانا جامی نے لکھا ہے:۔ ایک سوداگر نے شیخ حماد کے پاس آکے کہا کہ میں نے شام کے قافلہ میں جانے کا ارادہ کر لیا ہے میرے پاس سات سو اشرفیوں کا سرمایہ ہے شیخ حماد نے کہا کہ اگر تو اس سال جائے گا تو تیرا مال لوٹ لیا جائے گا۔ اور تو خود مار ڈالا جائے گا (یہ وحشت ناک پیشین گوئی سن کر) سوداگر بہت غمگین ہوا اور شیخ حماد کے پاس سے چلا آیا۔ پھر اس کے سامنے غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف لائے سوداگر نے یہ قصہ آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا۔

" جا سلامتی سے چلا جائے گا اور بہت نفع کمائے گا۔ اور تیری مصیبت کے وقت خدا کے حکم سے تجھے بچا لینے کا ضامن میں ہوں "

یہ شخص شام کے سفر پر روانہ ہوا اور اپنا سامان ایک ہزار اشرفیوں میں بیچا (تین سو اشرفیوں کا نفع کمایا)

ایک دن یہ شخص رفع حاجت کیلئے سقایہ میں داخل ہوا۔ ہزار اشرفیاں ایک طاق میں رکھ دیں اور بھول گیا اور سقایہ سے باہر نکل آیا اور قیام گاہ میں آکے سو گیا، خواب میں دیکھا کہ وہ قافلہ میں ہے اور قافلہ پر ڈاکہ پڑا ہے اور ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹ لیا ہے اور قافلے والوں کو قتل کیا ہر ایک ڈاکو نے اس شخص پر بھی ضرب لگائی اور یہ مر گیا دہشت اور ہیبت کے عالم میں گھبرا کر جاگا اپنی گردن پر خون کا اثر دیکھا اور اس ضرب کی دھمک

محسوس کی اس کے بعد اسے یاد آیا کہ اپنی ہزار اشرفیاں بھول کر چھوڑ آیا ہے جلدی سے گیا اور ان ہزار اشرفیوں کی تھیلی کو وہیں رکھا ہوا پایا جب بغداد کی طرف لوٹا تو اسکے جی میں آیا کہ اگر پہلے شیخ حمادؒ کو دیکھوں تو اچھا ہے کہ وہ بڑے بزرگ ہیں اور اگر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو دیکھوں تو یہ زیادہ بہتر ہے کہ ان کا فرمانا سچ ثابت ہوا ہے یہ نہایت بزرگ اور بڑے رتبہ اور بڑی شان والے) ہیں وہ اسی سوچ میں تھا (کہ پہلے کس کے پاس جائے) کہ ناگاہ بازار میں اسے شیخ حماد نظر آئے اور شیخ حماد نے اس سے فرمایا تو شیخ عبد القادرؒ کو دیکھ ان کی بات پوری ہوگئی (تیرے حق میں) سترہ بار خدا سے درخواست کی تیرا قتل ہونا بیداری کی حالت میں مقدر ہو چکا تھا وہ (ماجرائے قتل) خواب کی حالت میں گزر گیا (اور تیرا مقدر بیداری سے خواب میں بدل دیا) اور تیرے مال کا لٹ جانا بھول جانا قرار دیدیا گیا"

پس حضرت شیخ عبد القادرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اُسے دیکھتے ہی آپ نے (خود ہی) فرمایا:-

ارشاد حضرت غوث الثقلین

یہ جو شیخ حماد (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ میں نے تیرے لئے سترہ دفعہ خدا سے درخواست کی تو (واقعہ یہ ہے کہ) مجھے عزت معبود کی قسم کہ ایک سترہ بار نہیں بلکہ سترہ بار، سترہ بار یہاں تک کہ ستر بار میں نے تیرے لئے بارگاہ خداوندی میں درخواست کی جب یہ حال ہوا کہ تیری تقدیر کو بیداری سے خواب میں بدل دیا گیا"

جنم کا اندھا سجھا کھا ہوگیا انوا بجذ یہ ہے کہ اسی کتاب الفحات شریف

میں ہے کہ ایک دن شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری کی خانقاہ سے لوگ حضرت شیخ احمد کو کسی دعوت میں لے جا رہے تھے۔ جب خادم نے حضرت کی جوتیاں سیدھی کر دیں تو آپ نے فرمایا "ایک گھڑی بھر ٹھہر جانا چاہیے ایک کام سامنے آگیا ہے"

پھر ایک گھڑی بھر کے بعد ایک ترکمان اپنی بیوی کو ساتھ لئے ہوئے پہنچا۔ بارہ برس کا ایک نہایت حسین و خوبصورت لڑکا جو دونوں آنکھوں سے اندھا تھا وہ بھی ان کے ساتھ تھا دونوں میاں بیوی نے حضرت سے کہا کہ یا شیخ! ہم کو حق سبحانہ تعالیٰ نے دنیا کے مال و نعمت سے بہت کچھ دیا ہے مگر اس کے سوا ہمارا کوئی اور بچہ نہیں ہے اور اس لڑکے سے حق تعالیٰ نے (حسن و جمال) کچھ دریغ نہیں رکھا مگر آنکھوں کی روشنی نہیں دی (جنم کا) اندھا ہے میں نے اس لڑکے کو اطرافِ عالم میں پھرایا اور جہاں کبھی کسی بزرگ، کسی مزار یا کسی طبیب کو سنا۔ وہاں اس لڑکے کو لیکر پہنچا کچھ فائدہ نہیں ہوا اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ خدا سے جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اگر میرے لڑکے کی طرف آپ نظر کرم فرمائیں۔ کہ اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں تو جو کچھ ہم دونوں کے پاس ہے سب آپ پر نچھاور ہے اور ہم آپ کے مطیع و غلام ہیں لیکن اگر ہمارا مقصد حاصل نہ ہوا تو ہم اسی خانقاہ کی زمین پر اپنے آپ کو سر پٹک پٹک کر ہلاک کر دینگے

حضرت احمد جامؒ نے کیا فرمایا اور کیا کر دکھایا

حضرت شیخ احمدؒ نے فرمایا عجب کام ہے جو آج مجھے پیش آیا ہے مردے کو جلا دینا اندھے کو بینا کر دینا کوڑھی کو اچھا کر دینا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے" حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کہی

اور کھڑے ہوگئے اور خانقاہ کے دالان کی طرف روانہ ہوگئے (حضرت سے یہ بات سن کر) یہ مرد و عورت دونوں احاطۂ خانقاہ کے درمیان اپنے آپ کو زمین سے مارنے اور سر ٹکرانے لگے۔ جب حضرت احمدؒ خانقاہ کے دالان کے بیچ میں پہنچے تو ایک بہت بڑی حالت آپ پر ظاہر ہوئی اور آپ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا "ہم ہی کرتے ہیں ہم" چنانچہ چند امام جو خانقاہ میں حاضر تھے انہوں نے یہ الفاظ سنے

پھر حضرت لوٹے اور خانقاہ کے چبوترے کے کنارے پر آکے بیٹھ گئے اور فرمایا "اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ" لوگ لے آئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے لڑکے کی دونوں آنکھوں پر رکھ دیئے اور فرمایا

"اے لڑکے! اللہ کے حکم سے دیکھ!"

آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ لڑکا دونوں آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

اس کے بعد اماموں کی ایک جماعت نے حضرت سے پوچھا کہ پہلے تو آپ کی زبان سے یہ نکلا کہ "مردوں کو زندہ کرنا" اور اندھوں کو اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور دوسری بار آپ کی زبان پر یہ جاری ہوا کہ ہم ہی کرتے ہیں ہم یہ دونوں مختلف باتیں ایک ساتھ کیونکر ٹھیک ہوں گی؟"

حضرت نے فرمایا "جو بات پہلے کہی گئی، وہ احمدؒ کی بات تھی (احمدؒ سے) اس اظہار عاجزی و فروتنی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تھا لیکن جب میں دالان میں پہنچا تو میرے سر میں ڈالا گیا کہ احمد! ٹھہر جا مردوں کو زندہ اور اندھوں کو اور کوڑھیوں کو کیا عیسیٰ اچھا کرتے تھے؟ (حقیقت یہ ہے کہ یہ (سب کچھ) ہم ہی کرتے تھے ہم!"

یہ بات اتنی شدت و قوت کے ساتھ مجھ پر آئی کہ میری زبان سے باہر آگئی مجھ سے کہا گیا کہ پلٹ جا کہ ہم نے اس لڑکے کی آنکھوں کی روشنی تیری ذات میں رکھ دی ہے" پس یہ بات خدا کی جانب سے تھی مگر ظہور احمد کے ہاتھ اور احمد کی ذات سے ہوا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو عوام الناس کہتے ہیں کہ ان کو اللہ نے یہ طاقت بخشی کہ تقدیر کو بدل ڈالیں جس کی تقدیر میں اولاد نہیں ہے اس کو اولاد دیدیں جس کی عمر تمام ہو چکی ہو اس کی بڑھادیں سو یہ بات کچھ صحیح نہیں"

حدیث کی انتہائی دلالت

حضرت شیخ العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں: لفظ حدیث حضرات انبیاء اولیاء کو اس قدرت کے منجانب حق تعالیٰ عطا و موہبت کی نفی ہرگز نہیں کرتا اس لئے کہ حدیث کی انتہائی دلالت یہ ہے کہ مدد خدا سے مانگنی چاہیے کیونکہ وہ مالک الملک ہے اس کے ازلی ارادے کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور ہر امر کا واقع ہونا قضا و قدر پر موقوف ہے قضا و قدر کے خلاف ہونا محال ہے یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ (قضا و قدر کے خلاف) تصرف کی قدرت سے یا دعا و شفاعت سے (کوئی بھی) کسی بانجھ عورت کو فرزند دے یا مرے کو جان بخشے ایس حاشا و کلا سید الانام احمد عربی علیہ التحیۃ والسلام کی شہادت سے یہ ہی ثابت ہے کہ بارگاہِ حق تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مُردے زندہ کرنے اور بیماروں کو اچھا کرنے کی قدرت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چاند کے دو ٹکڑے کر دینے اور پانی برسانے وغیرہ تصرفات کی قدرت اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قوم لوط

نئے چار شہروں کو زمین کے ساتویں طبقہ کے نیچے سے اٹھا کر، اور الٹ کر اوندھا گرا دینے کی طاقت ایک ہی دفعہ میں عطا فرما دی میں نہیں جانتا کہ جناب حق تعالیٰ پر یہ عجز و ضعف کب سے طاری ہو گیا ہے یا بخل کب سے اختیار کر لیا ہے کہ اسکے بعد کسی کو یہ قدرت نہیں دی جیسے اصحاب احمد بریلوی کہتے ہیں

انبیاء اولیاء کی دعا کا قبول ہونا بھی تحت التقدیر ہے

بلکہ اس حدیث کی دلالت تو یہ ہے کہ ان حضرات کی دعا سے بانجھ عورت بچے نہ جنے اور کوئی مردہ زندہ نہ ہو اور کسی کی عمر دراز نہ ہو جائے تو اس سے خلاف تقدیر ہونا لازم آئے گا کیونکہ ان حضرات کی اجازت دعا بھی مقدر ہے (قضاء و قدر میں تو ان حضرات کا دعا کرنا اور حق تعالیٰ کا قبول فرما لینا ہے پھر اسکے خلاف کیسے ہو گا!)

دعا قبول کی جاتی ہے

وقال اللہ تعالیٰ ادعونی استجب لکم

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا

قال علیہ السلام یستجاب للعبد ما لم یدع باثم او قطیعة رحم ما لم یستعجل

حضور علیہ السلام نے فرمایا بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ گناہ یا صلہ رحمی کے منقطع ہونے کی دعا نہ کرے اور جب تک دعا کرنے میں جلدی نہ کرے

وقال علیہ السلام ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا پروردگار زندہ ہے اور بخشش کرنیوالا ہے بندہ دعا کیلئے جب دونوں ہاتھ اسکے سامنے پھیلاتا اور گڑگڑاتا ہے تو اللہ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اس بندے کے دونوں ہاتھوں کو خالی لوٹا دے

قبولیت دعا کے شرائط

اور دعا کے قبول ہونے کے لئے ایمان اور صدق نیت

اور خلوص قلبی کا ہونا شرط ہے اور یہ (منکر) لوگ ان چیزوں سے خالی تھے۔ اس لئے قبولیت دعا کا اثر نہیں دیکھا ہے جس سے ان کو اس بات کا گمان ہوا کہ تمام دعا گویوں کا حال یہ ہی ہے دکہ خدا کو پکارتے ہیں پر ان کی پکار نہیں سنی جاتی

اس لئے نصوص قاطعہ اور آثار صادقہ کے انکار پر کمر باندھ لی ہے کیا انہوں نے نہیں جانا کہ ایمان و اخلاص اور چیز ہے اور ستر گز کا عمامہ اور لمبی داڑھی اور چیز ہے!

مولوی صاحب لکھتے ہیں

انکار میں اقرار

"مگر دعا کی توفیق دینی بھی اس کے اختیار میں تھا اور قبول کرنا بھی اور دعا بھی کرنی اور مراد بھی ملنی دونوں ہی تقدیر میں لکھی ہے"

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں "جب دعا کرنی اور دعا سے مراد ملنی یہ بات تقدیر کی گئی ہے جیسے کہ مولوی صاحب نے ابھی اقرار کیا ہے اور حضرات انبیاء و اولیاء کی دعا بہت زیادہ مقبول ہے تو ان حضرات سے التجا و توسل اور ان کی جناب میں ہماری طرف سے عاجزی و نیاز مندی کا اظہار سزاوار ہوگا کیونکہ یہ باتیں سلف صالح گذرے ہوئے بزرگوں سے متوارث چلی آئی ہیں اور ان حضرات کی درگاہ میں التجا و توسل اور اظہار نیاز مندی اس لئے شایان و سزاوار ہے تاکہ یہ حضرات نیاز مندوں کے حال کی طرف متوجہ ہوں اور ان نیاز مندوں کیلئے خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کا ہاتھ اٹھائیں اور پھر جو کچھ کہ ان کا مقدر ہے اسے حجلہ غیب کے (غیب کے پردہ) سے ظہور میں لائیں۔

حق برزبان جاری

پس مولوی صاحب کے مقدمات (صغریٰ و کبریٰ) نے ان کی مراد کے برعکس نتیجہ دیا یعنی جس بات کا ان کو بہت زور و شور سے انکار تھا اس جگہ اسی کا معنوی طریقہ سے اقرار کرنا پڑا۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں

سب کچھ مقدر ہے

"تقدیر سے باہر کوئی کام دنیا میں نہیں ہو سکتا اور کچھ کرنے کی کسی کو کچھ قدرت نہیں ہے"
حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں ہاں ہمارا حضرات انبیاء اولیاء سے التجا کرنا اور ان حضرات کا ہمارے لئے حق سبحانہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا۔ اور حق تعالیٰ کا ان کی دعا کو قبول فرمالینا یہ سب تقدیری باتیں ہیں اس لئے یہ سب امور تحت تقدیر اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ تقدیر کے خلاف کسی چیز کا ظہور محال ہے اور یہ دعا قبول فرمالینے کی بات حضرات انبیاء اولیاء پر اور ہمارے اوپر حق تعالیٰ کا مزید فضل و کرم و عنایت ہے مگر اس کے خلاف ملحدوں اور زندیقوں کا التجا و دعا کرنا اور ان کی دعا کا مقبول ہونا مقدر نہیں ہوا ہے بلکہ ان کیلئے تو ان حضرات کی توہین تحقیر مقدر ہو گئی

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

اخرج ابن ماجہ عن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلعم ان لقلب ابن آدم بکل واد شعبہ فمن اتبع قلبہ الشعب کلھا لم یبال اللہ بای واد اھلکہ ومن توکل علی اللہ کفاہ الشعب
مشکوٰۃ

(ترجمہ کا خلاصہ) ابن ماجہ نے ذکر کیا کہ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک غموں او مصیبتوں کی حالت میں آدمی کے دل کی راہ ہر میدان کی طرف ہے پس جو شخص سب راستوں کیطرف اپنے دل کو ڈال دے تو اللہ پرواہ نہیں کرتا جس میدان میں چاہے اسکو ہلاک کر دے اور جو شخص خدا پر توکل کرتا ہے تو خدا اسکی مختلف حاجتوں کی سختی دور کرنے کے لئے اسے کافی ہے

توکل تسلیم و رضا

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں" یہ حدیث توکل و تسلیم کے بارہ میں وارد ہوئی ہے یعنی مومن کو چاہئے کہ محض اعتما

پر نظر نہ رکھے اور اسباب میں سے کسی سبب کو بھی مطلوب کا موجد نہ جانے اور رزق اور محرومی اور ہدایت اور گمراہی کو کسی سبب کے ساتھ منسوب نہ کرے اسلئے کہ تمام اسباب اور مسببات اور علل اور معلولات اور تمام ذرائع اور تمام وسائل کے وجود میں آنے کا منبع حق سبحان تعالیٰ ہی ہے جب تک ازلی ارادہ خدا کا تعلق مطلوب کے وجود میں لانے کے ساتھ نہیں ہوتا صورت مطلوب نقشہ نہیں پکڑتی (جب یہ حقیقت ہے تو) چاہیئے کہ اسباب سے ملے رہنے اور وسائل کا وسیلہ رکھنے کے باوجود نظر حق تعالیٰ پر رکھے اور اس کے فضل و عنایت کا امیدوار رہے کہ اسکے لطف و کرم کے پردہ سے کیا ظہور میں آتا ہے اور بندۂ بے سروپا کی پرورش وہ کس راہ کس طریقہ سے فرماتا ہے پس یہ شخص اسباب سے ملے رہنے اور وسائل کا وسیلہ رکھنے کے باوجود متوکل علی اللہ (اللہ پر توکل) اور بھروسہ رکھنے والا ہے اور اسکے کام کا پورا ہونا حق تعالیٰ کی ضمانت میں ہے

اور جو شخص کہ حق تعالیٰ سے غافل رہتا ہے اور نظر کو ظاہری سببوں تک تک ہی مقصود و محدود رکھتا ہے اور اپنی کوشش و تدبیر ہی کو مراد حاصل کرنے کے لیے کافی سمجھتا ہے تو ایسا شخص حق تعالیٰ کی خاص نظر رحمت سے دور پڑجاتا ہے اور حق تعالیٰ کی ضمانت و ذمہ داری سے باہر ہو جاتا ہے اور اس کا کاروبار دنیا و دین خراب و ابتر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں جہاں کے گھاٹے کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر حدیث کی مراد یہ ہو تو تمام اہل خیر (تمام اچھے اور نیکوکار بندگان خدا) جو اسباب زندگانی کی مباشرت رکھتے ہیں (خدا پر توکل نہ رکھنے والے ہو جائیں گے اور اسباب معیشت سے ملا جلا رہنا ان کے لئے سبب ہلاکت ہو جائیگا معاذ اللہ۔

یعنی اگر محض مباشرت اسباب اور توسل بہ اسباب ہلاکت کا سبب ہے

تو حضرات انبیا علیہما السلام کہ تمام مخلوق میں عزیز ترین اور (مقبول ۲۲
ترین) درگاہ حق سبحانہ تعالےٰ ہیں وہ بھی ہلاکت سے نجات نہ پائیں گے

خواص کا توکل دوسرا ہے

اور یہاں ایک دوسرا توکل ہے کہ اس توکل
کے ساتھ بعض اولیاء اللہ مخصوص ہیں
جو اسباب معیشت کے ساتھ اصلاً مباشرت نہیں رکھتے زندگی کے کسی سبب
سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور کھیتی اور بیوپار کی طرف مشغول نہیں ہوتے
بلکہ انکا کھانا پینا غیب سے پہنچایا جاتا ہے۔ اور لباس ومکان کی پوچھ
گچھ اور مہربانی ان کیلئے عالم غیب سے ہوتی ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ	یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہتا ہے فرماتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل وکرم فرمانے والا ہے

مفہوم حدیث توکل وتسلیم ہے

پس اس حدیث میں مولوی صاحب کیلئے حضرات انبیاء
اولیاء سے شفاعت طلب کرنے اور مدد مانگنے کے
انکار ونفی میں کوئی حجت نہیں ہے اس لئے کہ یہ کلام نبوی
تو توکل وتسلیم کے بارہ میں ہے اور (حقیقت یہ ہے کہ حضرات انبیاء اولیاء رب
حق سبحانہ تعالیٰ درگاہ خدا کے مقرب اور خدا کی مرضیات میں فانی ہیں
پس ان سے طلب مدد اور خواستگاری شفاعت، عین توکل وتسلیم کے
منافی نہیں ہے ورنہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
رضوان اللہ علیہم جو توکل وتسلیم کی باریکیوں کے بہت بڑے جاننے والے تھے
آنحضرت روحی فداہ سے وہ حیات اور بعد وفات دونوں حالتوں میں
طلب شفاعت واستمداد نہ کرتے اور تابعین حضرات صحابہ کے بعد
والے حضرات صحابہ کرام کی پیروی کرتے بلکہ خود آنحضرت صلعم بھی ایسا جائز نہ رکھتے

ایسے دلائل اور شواہد ہم نے کئی جگہ ذکر کئے ہیں۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں

”یعنی جب آدمی کو کچھ چیز کی طلب ہوتی ہے یا کوئی مشکل آ پڑتی ہے تو اس کے دل میں ہر طرف خیال دوڑتا ہے کہ فلانے پیغمبر کو پکارے اور فلانے امام سے مدد مانگے فلانے پیر و شہید کی منت مانے“

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں ” یہ الفاظ احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ہیں یا احمد بریلوی کے؟ اگر احمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں تو جو معنی مولوی صاحب نے ذکر کئے ہیں صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ آنحضرت کے زمانہ میں ہر شخص اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں آنحضرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور آنحضرت سے طلب حاجت کی ہے جیسا کہ اسی کتاب میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے اور آنحضرت کے بعد نبی، امام، شہید کی ارواح سے مدد مانگنی، یہ کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے“

اگر کہا جائے کہ آنحضرت صلعم کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ آپ کی امت ایسا اور ایسا کرے گی پس ان باتوں کے ہونے سے پہلے بطریق اخبار عن الغیب (غیبی خبریں دینے کے طور سے) آپ نے ان باتوں کی برائی فرمائی میں کہوں گا کہ نہ تو حدیث کا لفظ اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور نہ اس مطلب کے ادا کرنے کو یہ حدیث آئی ہے۔

پس یہ معنی باطل اور افترا ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہیں، اس کے علاوہ (میں کہتا ہوں کہ) حدیث کے صحیح اور سچے معنی تاویل اور تخصیص کے بغیر صاف صاف موجود ہیں جیسا کہ میں نے اس حدیث کی شرح میں بیان کیا ہے (دیکھو اور وضاحت یہ ہے کہ)

توکل عام

اگر توکل عام مراد حدیث نبوی ہے تو اس حدیث کے معنی

یہ ہوں گے کہ مومن کو چاہیے کہ اسباب مثلاً بیوپار اور کھیتی وغیرہ کے ساتھ علاقہ (اور واسطہ) رکھتے ہوئے بھی ان چیزوں میں سے کسی چیز کو مراد کی ایجاد کے لئے مستقل نہ جانے۔ بلکہ نظر حق تعالیٰ پر ہی رکھے اور اسی کو فاعل حقیقی جانے اور ان چیزوں کو ایسا سمجھے، جیسے کہ کمان دار کی کمان اگر اس طرح حق تعالیٰ کے (اختیار و قدرت بالذات کا) لحاظ نہ رکھے گا تو حق تعالیٰ کی خاص نظر رحمت سے دور جا پڑے گا اور اس کے دین و دنیا کا کارخانہ ابتر ہو جائے گا۔

توکل خاص

اور اگر توکل خاص مراد حدیث نبوی ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ (راہ خدا کے) سالک کو چاہیے کہ عزمت وعہد (پختہ ارادہ اور پکا اقرار) کرنے کے بعد مباشرت اسباب ظاہر، (ظاہری اسباب کے ساتھ علاقہ رکھنے سے دور رہے اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے سے پورا پورا پرہیز رکھے۔

غوث اعظمؒ کا توکل

جیسا کہ سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ سے روایت ہے کہ۔

ایک بار آپ نے چالیس روز تک نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا اور دوسری بار تین سال تک ایک ہی مقام پر حضرت خضر کے فرمانے کے موافق ٹھہرے رہے کہ آپ نے حضرت خضر سے اقرار کیا تھا، کہ حضرت خضرؑ کے آنے تک آپ اسی جگہ ٹھہرے رہیں گے پس راہ خدا میں سالک کا توکل اگر ایسا نہ ہوگا۔ تو پھر وہ خدا کی کفالت خاصہ سے باہر نکل جائیگا اور ذلت و رسوائی میں پڑ جائے گا جیسا کہ حضرت شیخ ابو بکر تیشانی قدس سرہٗ نے نقل کیا ہے۔

شیخ ابو الخیر کا ماجرا

انہوں نے (مجاہدۂ نفس کشی کے سلسلہ میں خدا سے عہد کیا تھا کہ جو چیزیں زمین سے اگتی ہیں ان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائیں گے اور خدا انہیں جو کچھ پہنچائے اس کے سوا کچھ نہ کھائیں گے چالیس دن کے فاقہ کے بعد دو قرص پیدا ہوئے ان کو کھایا اس کے بعد ایک رات سے دوسری رات تک اسی طرح دو (قرص) ٹکیاں پاتے رہے یہاں تک کہ (ایک روز) ان کی نظر ایک درخت پر پڑی کہ جس کے بعض میوے (پختہ ہو کر) سرخ ہو گئے تھے اور اور ان پر شبنم کی بوندیں تھیں (بہت بھلے معلوم ہوئے) اور اس عہد و اقرار کو جو خدا سے کیا تھا بھول گئے (ذرا دیر کے لئے) اور اس میوے سے کچھ کھا لینے کا ارادہ کیا (میوہ میں سے) کچھ کو تو منہ میں رکھ لیا تھا اور کچھ میوے ہاتھ میں تھے کہ وہ عہد و پیمان (جو خدا سے کیا تھا) یاد آگیا سب کو پھینک دیا اور پشیمان ہوئے (کہ میں نے کیا کیا!) اور پشیمانی سے سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے (اتنے میں) سواروں کی ایک جماعت اس جگہ آگئی اور ان کو پکڑ لیا شیخ ابو الخیر نے کہا کہ وہ مجھے لیکر چلے دریا کے ساحل تک پہنچایا میں نے دیکھا کہ اس علاقہ کا امیر گھوڑے پر سوار کھڑا ہے اور اس کے گرد اگرد ایک گروہ سواروں اور پیدلوں کا ہر حبشیوں کی ایک جماعت جس نے ایک دن پہلے ڈاکہ ڈالا تھا اس امیر کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی جب میں امیر کے سامنے پہنچا تو پوچھا کہ تو کون ہے؟

میں نے کہا کہ خدا کا ایک بندہ ہوں" پھر اس نے حبشیوں سے پوچھا کہ آیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم نہیں پہچانتے امیر نے کہا یہ شخص تمہارا سردار ہے تم اپنے آپکو اس پر فدا کرتے ہو لیکن تم چاہا کہ ان ڈاکوؤں

کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں۔ ایک ایک کو سامنے لاتے تھے اور
ہر ایک کا ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں کاٹ دیا جاتا تھا جب میری
نوبت پہنچی تو مجھ سے کہا کہ اپنا ہاتھ پھیلا میں نے ہاتھ سامنے کر دیا جیسے
کاٹ دیا گیا پھر کہا کہ اپنا پاؤں بڑھا دے میں نے پاؤں آگے کر دیا اور
آسمان کی طرف میں نے منہ اٹھایا اور کہا کہ اے میرے اللہ اے میرے آقا میرے
ہاتھ نے کیا گناہ کیا تھا کاٹ دیا گیا۔ پاؤں کا کیا گناہ ہے کہ اسے بھی
کاٹا جا رہا ہے۔ ناگاہ ایک سوار نے جو بیچ میں کھڑا ہوا تھا مجھے پہچان
لیا اور اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور کہا کہ کیا کرتے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ
آسمان زمین پر گر پڑے (یہ ڈاکو نہیں ہے) یہ تو فلاں مرد صالح ہے اور
میرا نام لیا، یہ سن کر امیر نے اپنے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا اور میرے کٹے
ہوئے ہاتھ کو اٹھا کر بوسہ دیا اور مجھ سے لپٹ کر رونے لگا اور کہا کہ مجھے معاف
کر دیجئے میں نے کہا کہ تجھے میں نے معاف کر دیا میرے ہاتھ نے گناہ کیا تھا
اسے کاٹ دیا گیا" اسکے بعد (حضرت ابو الخیر اقطع) روئے اور کہا کہ اس سے
بڑھ کر مصیبت کیا ہوگی کہ ہاتھ بھی کاٹا گیا اور دو نکیاں بھی ہاتھ سے چلی
گئیں (جو ہر رات غیب سے عطا ہو جاتی تھیں) اس حکایت کو بیان
کرنے کے بعد حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں

اگر یہ لفظ حدیث احمد بریلوی کا ہے، تو جو معنی مولوی صاحب نے
بیان کئے صحیح ہوں گے اس لئے کہ ان کے زمانہ میں نیک لوگوں کا بلکہ ان
کے زمانہ سے پیشتر حضرات صحابہ کرام کے زمانہ میں نبیوں اور ولیوں
اور اماموں اور شہیدوں کی ارواح سے مدد مانگنا اہل اسلام کا معمول
رہا ہے لیکن مولوی صاحب کا یہ کلام ان بزرگان دین کی مذمت میں ہے

یہ ان بزرگان دین کی برائی کی ہے مگر ہم لوگ کہ خیرالانام حضرت احمد عربی علیہ السلام اور آپ پر رسالت ختم ہو جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں کلام احمد بریلوی سے کام نہیں رکھتے۔ اس پر تو وہ ہی ایمان لائے گا جو ان کی امت سے ہو گا (منافقوں کے غلو و تشدد سے خدا کی پناہ!)

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"فلانی پری کی نذر مانیے فلانے بجومی رمال سے پوچھیے فلانے ملا سے فال کھلوائیے"

پاک اور ناپاک دونوں کو ملا دیا

سیدنا حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں۔ نبیوں ولیوں اور شہیدوں کے ساتھ، ساتھ باطل فرقہ والوں نجومیوں رمالوں، پریوں، فال گو ملاؤں) کا ذکر کرنا گویا پاک کو ناپاک سے ملانا اور مقبول و مردود سب کو مرتبے میں برابر ٹھہرانا ہے اور یہ فرقہ حقہ کے ان حضرات کرام کی شان کو گھٹانے اور ان کی توہین کرنے کے لئے ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ یہ سب افسانہ گو جھوٹی باتیں بنانے والے ہیں ان میں سے کوئی بھی (غیبی باتیں بتانے میں) ایک دوسرے پر فضیلت و برتری نہیں رکھتا ہے (ان میں سے کسی کو نہ علم ہے نہ قدرت ہے لوگوں کو ان کی نسبت فاسد گمان ہے جو ان کے پیچھے دوڑتے ہیں اور یہ وہ جہالت ہے جو بنی آدم کا آبائی طریقہ ہے خدا کی پناہ)

ایک مطلب حاصل کرنے کے کئی کئی اسباب ہوا کرتے ہیں

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے پڑتا ہے تو اللہ اس سے قبولیت کی نگاہ پھیر لیتا ہے اور اسکو اپنے سچے بندوں میں نہیں گنتا اور اللہ کی تربیت و ہدایت کی راہ اسکے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ ایک مطلب کو حاصل کرنے)

کے کئی اسباب ہوتے ہیں جن کا مجموعہ واقع میں ایک سبب ہوتا ہے جیسے کہ مال میں ترقی ہوتی اگر سمندروں میں جہازوں پر سوار ہونے سے اور جنگلوں سے گذرنے سے اور قافلوں کے ساتھ خشکی کا سفر کرنے سے اور سامان کے مول لینے اور بیچنے سے وغیر ذالک اور ترقی مال کے ایک مطلب کے لئے یہ تمام اسباب ایک سبب کی طرح ہیں اور خدائے تعالیٰ کی رضا جوئی کے ارکان و شرائط دائرہ حصر اور احاطہ شمار سے زیادہ ہیں اور حق تعالیٰ کی رضا ایمان اور اعمال کے صحیح ہونے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور ایمان و اعمال کے ارکان و شرائط سب کے سب باوجود بے گنتی ہونے کے ایک معنی میں ہیں تو اگر کوئی شخص خدا کی مرضی اور خوشنودی تلاش کرنے کے لئے اس کلام حق پر ایمان کو صحیح کرے جسے نبی کریم صلعم، خدا کے پاس سے لائے ہیں اور نماز کیلئے مسجد میں اور حج کیلئے مکہ میں جائے روزہ رکھے زکوٰۃ ادا کرے اور تسبیح و تلاوت قرآن اور ذکر و فکر اور اشغال و مراقبے میں مشغولی کرے اور بزرگان دین کی صحبت اختیار کرے اور خلوت اور چلے میں بیاد گار الٰہی مشغول ہو تو کوئی عاقل نہ کہے گا کہ اسنے خدا پر توکل نہیں کیا اور رضا جوئی حق تعالیٰ کے یہ طریقہ اور وسیلے اختیار کرنا توکل کے خلاف عمل کرنا ہے جب یہ صورت ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیا اولیا سے توسل اور التجا کرنے میں توکل کا خلاف لازم آئے یہ وہ حضرات ہیں جو خدا کے مقرب ہیں خدا کی مرضیات میں فنا ہو چکے ہیں ان کی رضامندی خدا کی رضا و خوشنودی اور انکی ناراضی خدا کی ناراضی ہے اور حالت یہ ہے کہ حضرات انبیا اولیا سے یہ توسل و التجا قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اگر مولوی صاحب کی بات تسلیم کرلی جائے کہ توسل و التجا خلاف توکل ہے تو پھر فرعون اور شداد و نمرود کے سوا اور کون متوکل ٹھیرے گا جنہوں نے حضرات انبیا کی کبھی فرماں برداری نہیں کی اور ان سے کبھی التجا نہیں کی ہے خدا سمجھے!

امت مرحومہ کے خواص کا خاص توکل

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

اخرج الترمذی عن انسؓ قال، قال رسول اللہ صلعم لیسئل احدکم ربہٗ حاجۃ کلھا حتی یسئل الملح وحتی یسئل شسع نعلہٖ اذا انقطع

امام ترمذی حضرت انس کی روایت کرتے ہیں حضرت انس کہتے ہیں، فرمایا رسول خدا صلعم نے چاہئے کہ تم میں کا ہر شخص اپنی سب حاجتوں کو اپنے پروردگار سے مانگے۔ یہاں تک کہ نمک بھی اور کھڑاؤں کا تسمہ اگر ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگے۔

خاصگان حق کا توکل خاص

حضرت شیخ العارفینؒ فرماتے ہیں حدیث کا ظاہر خاص توکل کے بارہ میں ہے

یعنی بندوں کو چاہئے کہ سببوں اور شرطوں اور علتوں سے نظر کو اٹھائے اور اپنے مقصدوں اور مطلبوں کو کسی واسطے اور ذریعے کے بغیر حق تعالےٰ سے چاہے اور مقصد کے چھوٹے اور بڑے ہونے میں فرق نہ کرے۔ بلکہ حاجتیں (چھوٹی ہوں یا بڑی؟) سب خدا سے مانگے یہاں تک کہ نمک اور تسمہ جو ادنیٰ چیزیں ہیں یہ بھی خدا سے مانگے۔ جیسے کہ محدث ابن جوزی نے کتاب صفوۃ الصفا میں اپنی سند کے ساتھ لیث بن سعد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ

مطلوبہ چیزیں غیب سے آگئیں

موسم حج میں میں مکہ میں تھا اور دوسری نماز (نماز ظہر) میں نے ادا کی اور میں ابو قبیس پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گیا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دعا کر رہا ہے اس نے کہا یا رب یا رب اتنا کہا

اور اسکا سانس رک گیا (سانس کا آنا جانا بند ہوگیا) پھر کہا یا اللہ یا اللہ
اتنا کہا کہ اس کا سانس گھٹ گیا۔ پھر کہا کہ یا حی، یا حی! اتنا کہا اور اس کا
سانس پھر منقطع ہوگیا پھر یا رحیم یا رحیم! اتنا کہا کہ اس کا سانس رک گیا
پھر کہا یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین! اتنا کہا اور پھر دم بند ہوگیا سات
بار ایسا ہی کیا پھر کہا:۔

اللّٰھم انی اشتھی من ھذا العنب	اے میرے اللہ مجھے اس انگور کی خواہش ہے
اللّٰھم ان بردی قد اخلقا	اے میرے خدا میری دونوں چادریں پرانی ہوگئی ہیں

(راوی کہتے ہیں) ابھی اس نے اپنی دعا ختم نہیں کی تھی کہ میں نے دیکھا
کہ انگوروں سے بھری ہوئی ایک جھولی، اور دو نئی چادریں وہاں رکھی ہوئی
ہیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ زمین پر انگور نہ تھا۔ جب اس نے چاہا کہ یہ
انگور کھائے۔ تو میں نے کہا۔ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔ فرمایا یہ کس سبب
میں نے کہا کہ اس سبب سے (ان انگوروں میں میرا بھی حصہ ہے کہ) آپ نے
دعا کی اور میں نے آمین کی فرمایا۔ بیٹھ جا (خوب کھا) اور کچھ ذخیرہ باقی
نہ رکھنا میں نے یہ انگور کھائے یہ ایسے انگور تھے کہ ان میں دانہ نہ تھا
اور ایسے انگور میں نے ہرگز کبھی نہ کھائے تھے اتنے کھائے کہ میں سیر
ہوگیا پیٹ بھر گیا مگر اس جھولی میں سے کچھ کم نہ ہوئے اسکے بعد فرمایا کہ
ان دو چادروں میں سے جو چادر چاہو لے لو میں نے کہا کہ اس کی
مجھے حاجت نہیں ہے" فرمایا تو ذرا چھپ جا۔ تاکہ میں یہ چادر پہن لوں
میں چھپ گیا انہوں نے ایک چادر کو اپنا تہ بند بنایا اور ایک چادر
اوڑھ لی۔ اور وہ پرانی چادر جو کندھے پر ڈال رکھی تھی، ہاتھ میں
لے لی اور روانہ ہوگئے میں بھی ان کے نشان قدم پر چل پڑا جب ہم وادی

(دمشق) میں پہنچے۔ تو ایک آدمی سامنے آیا اور کہا

ابن رسول اللہ سے مانگا

اکسنی کساک ﷺ اے فرزند رسول اللہ آپ مجھے کپڑا پہنائیں یا ابن رسول اللہ! اللہ نے آپ کو پہنائے ہ"

انہوں نے دونوں پرانی چادریں اسے دے دیں اور میں اس مرد کے پیچھے گیا اور پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ حضرت امام جعفر صادق ابن محمد باقر ہیں " علیہما السلام "۔ اس کے بعد میں نے ان کو ڈھونڈھا تاکہ ان سے کوئی حدیث (نبوی) سنوں مگر انہیں نہیں پایا۔

محدث ابن جوزی کی لکھی ہوئی اس کتاب کو بیان کرنے کے بعد حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں) کہ پس اس حدیث (ترمذی) میں حضرات انبیاء اولیاء سے التجا اور استمداد کا سوال کرنے کی نفی میں مولوی صاحب کے لئے کوئی حجت نہیں ہے

غیبی منتظم و کارپرداز

کیونکہ یہ حدیث ظاہری دسیلوں کی نفی کرتی ہے اور یہ حضراتِ انبیاء اولیاء ظاہری وسیلے نہیں ہیں بلکہ یہ تو (خدا کی طرف سے) عالم غیب کے کارپرداز ہیں کہ اس غیبی عالم میں تصرف سے ایسی چیزیں پیدا کرتے ہیں کہ ان سے محتاجوں کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں (حضرات امام جعفر صادق کے اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے براہ راست خدا سے مانگا اور پایا۔ اور پھر خدا کے بندوں کو دیا آپ نے خدا سے اور خدا کے بندوں نے آپ سے سوال کیا)

مولوی صاحب کہتے ہیں:

قال اخرج الشیخان عن ابی ھریرۃ قال لما نزلت وانذر عشیرتک

امام بخاری و مسلم (شیخین) نے ابو ہریرہ سے حدیث روایت کی ہے فرمایا ابو ہریرہ نے جب آیت

الاقربین دعا النبی صلعم قرابته نعم وخص فقال یا بنی کعب ابن لوی انقذوا انفسکم من النار فانی لا املک لکم من الله شیا او قال لا اغنی عنکم من الله شیئا

وانذر عشیرتک الاقربین (اے رسول آپ اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو اللہ سے ڈرایئے) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے اپنے قرابت والوں کو بلایا پس خطاب خاص اور خطاب عام فرمایا اور کہا اے کعب ابن لوی کی اولاد تم اپنی جانوں کو دوزخ سے بچاؤ اس لئے کہ میں تمہاری نجات کے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں (یا یوں فرمایا) میں کچھ بھی خدا کی پکڑ سے تمہیں بے پرواہ نہیں کرسکتا

ویابنی مرۃ ابن کعب انقذوا انفسکم من النار فانی لا اغنی عنکم من الله شیا

اے بنی مرہ ابن کعب کی اولاد بچاؤ اپنی جانوں کو دوزخ سے اس لئے کہ میں خدا سے کچھ بھی تم کو بے پرواہ نہیں کرسکتا ۔

یابنی عبد الشمس انقذوا انفسکم من النار فانی لا اغنی عنکم من الله شیا

اے بنی عبد شمس بچاؤ اپنی جانوں کو جہنم سے اس لئے کہ میں تم کو کچھ بھی بے پرواہ نہیں کرسکتا اللہ کے عذاب سے

یابنی عبد مناف انقذوا انفسکم من النار فانی لا اغنی عنکم من الله شیا

اے بنی عبد مناف بچاؤ اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے اس لئے کہ میں تم کو بے نیاز نہیں کرسکتا ہوں کچھ بھی اللہ کے عذاب سے

یابنی ہاشم انقذوا انفسکم من النار فانی لا اغنی عنکم من الله شیا

اے بنی ہاشم بچاؤ اپنی جانوں کو دوزخ سے اس لئے کہ میں تم کو بے نیاز نہیں کرسکتا ہوں کچھ بھی اللہ کے عذاب سے ۔

یابنی عبد المطلب انقذوا انفسکم من النار فانی لا اغنی عنکم من الله شیا ،،

اے بنی عبد المطلب بچاؤ اپنی جانوں کو جہنم سے اس لئے کہ میں تم کو بے نیاز نہیں کرسکتا ہوں کچھ بھی اللہ کے عذاب سے ۔

یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللّٰہ شیئاً	اے میری بیٹی فاطمہ اپنے نفس کو جہنم سے بچا میرے مال سے جو تجھے چاہے مانگ لے میں تجھے اللہ سے بے نیاز نہیں کر سکتا

حضرت سیدنا شیخ العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں آیہ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین رہا یعنی آپ اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو اللہ سے ڈرایئے کا نازل ہونا ڈرانا جیسا کہ اہل تفسیر نے لکھا ہے کفر و شرک سے ڈرانے کے لئے اور یہ حدیث بھی اسی معنی میں آئی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" اے قبائل قریش کہ تم میرے نزدیکی رشتہ دار ہو خدا سے ڈرو اور شرک و کفر سے پرہیز کرو۔ اس لئے کہ کفر و شرک بذاتہ لائق بخشش نہیں ہے اور نہ کفر و شرک شفاعت کرنے والے کی شفاعت سے بخشا جائیگا۔ اس لئے کہ شفاعت کفار کے حق میں مقدر نہیں ہے بلکہ اس کفر و شرک کی جزا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں رہنا ہے (پناہ بخدا) بلا شک و شبہہ یہ جزا کفر کی ہے اور میں کہ تمہارا یگانہ ہوں یہ نہیں کر سکتا ہوں کہ بازو کے زور سے تم پر سے خدا کا عذاب دور کر سکوں اس لئے کہ تمہارے لئے شفاعت تو محال ہے اسکے بعد قوت کے سوا عذاب سے بچا لینے کی کوئی صورت نہیں ہے اور لفظ لا اغنی عنکم (میں تمہیں بے نیاز نہیں کر سکتا ہوں) اس معنی پر صریح دلالت کرتا ہے۔

حضرت شیخ العارفین فرماتے ہیں اور یہ خطاب بعض قریش کی نسبت ...... ہے جو اسلام نہ لائے تھے خاص کر یہ خطاب بطریق فرض و تقدیر چاروں حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی

نسبت ہے کہ یہ حضرات جنتی ہونے کے بشارت یافتہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فان اتبعت اھوائھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذاً لمن الظالمین	پس اگر آپ بالفرض ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے بعد کہ آیا ہو آپ کو علم اس وقت بیشک آپ ظالموں میں ہو گے

باوجودیکہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں معصوم پاک و بے گناہ اور آخرت میں (بےخوف) ہیں۔ پس اس آیت میں ایسے اخیار بے گناہ اور دیانتداران کو ڈرانے سے فائدہ اغیار یعنی مشرکین کو ڈرانا اور (کفر و شرک کی حالت میں قائم رہنے پر انہیں رحمت الٰہی سے ناامید کر دینا ہے۔ تو اس حدیث میں بھی مولوی صاحب کے لئے ان حضرات کی شفاعت کی نفی میں کوئی حجت نہ ہوگی کہ امت مومنین جس شفاعت کی امید وار رہے اسلئے کہ حدیث کفار سے بیزاری ظاہر کرنے میں وارد ہوئی ہے ایمان والوں کو اور اخیار کو حضرات انبیاء اولیاء کی شفاعت سے ناامید کرنے کے لئے نہیں آئی ہے۔

اور اگر انذار (ڈرانے) کی نسبت کفر اور گناہ دونوں میں عام رکھیں تو اغنی کے معنی قوتِ بازو سے بے پرواہ کر دینا ہوں گے۔ جیسے کہ

(لا) اغنی عنکم — میں تمہیں عذاب خدا کی گرفت سے بے پرواہ نہیں کر سکتا ہوں

صریحاً اس معنی کا فائدہ دیتا ہے۔

اس صورت میں حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ اے قبائل قریش کفر اور گناہ سے پرہیز کرو اور اپنا معاملہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح کرو اور یہ ہی کہ تمہارا رشتہ دار ہوں عہدہ نبوت رکھتا ہوں نہ کہ مرتبہ الوہیت رکھتا ہوں یعنی میں خدا نہیں ہوں کہ زور و قوت سے خدا کے عذاب کو تم سے دفع کر سکوں اور برائی پہنچنے سے تم کو بے خوف کر دوں اس لئے کہ شفاعت

ومقاومت خدا شان خدا ہے شایان انبیا علیہم السلام نہیں ہے

مگر حضرات انبیاء اولیاء کی شان میں مولوی صاحب کی دشمنی اور بے ادبی اس حد تک بڑھ گئی ہے۔ اور یہ بات ان کے لئے فصل مقوم (سیدھی راہ سے ایسا بھٹکنا ہو چکا ہے) کہ ان کو تمام نصوص (کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ) میں ان حضرات انبیاء اولیاء کے علم و قدرت اور شفاعت کی نفی کے سوا کوئی اور چیز نظر نہیں آتی ہے

(بیت) تشنہ را ای نماید اندر خواب | پیاسے کو خواب میں تمام دنیا
ہمہ عالم بچشم چشمۂ آب | پانی کا چشمہ نظر آتی ہے

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ

اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

خادم درگاہ جہانگیری

حافظ مقبول احمد کوکب بنارسی
(مترجم)
محرم الحرام ۱۳۶۹ھ

(نیو لیتھو آرٹ پریس دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خاتمۃ الکتاب (از مترجم)

گمراہی شریعت ظاہری کی رو سے | اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے قرآن مجید کی آیتوں اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایتوں کے صحیح معنوں اور ٹھیک ٹھیک مطلبوں کے رد و بدل کرنے میں تحریف و تصرف کی کیسی جرأتیں کی ہیں اور کیسے کیسے مغالطوں اور دھوکوں سے کام لیا ہے یہ حقیقت اب اس کتاب کے پڑھنے والوں کے روبرو بالکل بے نقاب ہے اور یہ ظاہری شریعت میں انکی گمراہی کا حال ازروئے طریقت گمراہی۔ اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے اور اسلام کے علم باطن علم معرفت خدا کے بموجب ان کے گمراہ ہونے کی حقیقت کا کچھ تذکرہ سنیے

پیر مرید دونوں کا ماجرا | مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی سید احمد صاحب بریلوی کے مرید اور سب سے بڑے خلیفہ ہیں انہوں نے حقیقت امامت نام کی ایک کتاب بھی سید صاحب کی تعریف میں لکھی اور اپنی دوسری تصانیف میں بھی ان کی بے حد صفت و ثنا اور تعریف کی۔ مولوی صاحب انتہائی عقیدت مندی کی راہ سے سید صاحب کی پالکی اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے اور لوگوں پر ظاہر کرتے تھے کہ سید صاحب کو اُمّی محض بالکل بے پڑھا لکھا خیال نہ کریں ان پر تو علم لدنی (وہبی اور خدادادی علم اترا ہے)

سید احمد صاحب بریلوی کے حالات کا ماخذ | اس خاتمۃ الکتاب میں سید احمد صاحب بریلوی کے جو حالات اور الہامات وغیرہ درج کئے گئے ہیں وہ سوانح احمدیہ و تاریخ عجیبہ سے ماخوذ ہیں یہ کتاب سید صاحب کے معتقدین کے نزدیک بہت بڑے اعتبار و استناد کا درجہ رکھتی ہے اور اس جماعت کے چھوٹے

بڑے سب اس کتاب کے مداح ہیں یہ کتاب سنہ ۱۳۰۹ھ میں دہلی کے مطبع فاروقی میں طبع ہوئی ہے۔ موجودہ زمانہ کے ایک مصنف جو سید احمد صاحب کے بڑے معتقدین سے ہیں انھوں نے اسی تاریخ عجیبہ اور سوانح احمدیہ سے اخذ مضامین اور اقتباس حالات کیا اور خود لکھا ہے، "یہ کتاب سوانح احمدی سید صاحب کے حالات میں سب سے مکمل اور مقبول اور مشہور کتاب ہے، مولوی محمد جعفر صاحب اسیر پورٹ بلیر (کالا پانی) متہم مقدمہ سازش کی تصنیف ہے آپ سید احمد صاحب کے خلفاء سے بیعت اور سید صاحب کے نہایت سچے اور پرجوش معتقد تھے عام واقعات اور حالات میں زیادہ تر یہی کتاب میری کتاب کا بھی ماخذ ہے" (سوانح سید احمد شہید صفحہ ۲۴ مولفہ سید ابوالحسن علی صاحب ندوی

سید صاحب کو کیسے کیسے الہام ہوئے | سید احمد صاحب فرماتے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے فلاں فلاں امر کا واثق وعدہ کیا ہے مجھے الہام ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے مجھے غیبی خبریں دی ہیں اور سکھ قوم کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے میں منتخب اور مامور کیا گیا ہوں اور (میرے ساتھ) یہ خدا کا سچا اور پکا وعدہ ہے کہ مجھے فتح دے گا اور سکھوں کو شکست ہوگی اور ہند کا شرک اور چین کا کفر اور ایران کا رفض اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھوں سے (دور) ہو جائے گا خدا نے ان سب باتوں کے مجھ سے وعدے کئے ہیں۔ جن باتوں کا خلاف نہیں ہو سکتا اور میری فتح و نصرت کے ان الہی وعدوں کے خلاف ہونے کا خیال اور گمان کرنا سرکشوں اور کافروں کے اوہام ہیں۔ دین داروں اور ایمان والوں کی سمجھ بوجھ نہیں ہے"

اس قسم کی اور لغو باتیں | اسی قسم کے سید صاحب کے اور الہامات ہیں جو اس کتاب (سوانح احمدی میں) لکھے ہیں مثلاً قطب الاقطاب ہونے کا دعویٰ

۴۲ کرنا اور رجال الغیب (مردان غیب) اور قدوسی (فرشتوں کی) جماعت کا سید صاحب کے ہم رکاب رہنا وغیرہ

حلف اور قسم کے ساتھ وعدے کئے

ان مذکورہ بالا باتوں اور پیشین گوئیوں کا ہندوستان اور ہندوستان کے باہر سید صاحب نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں پہ اظہار و اعلان کیا اور خصوصیت کے ساتھ مسلمان بادشاہوں اور امیروں اور سرحد کے سرداران قوم اور خوانین کو مراسلے لکھے جن میں حلف اور قسم کے ساتھ یقین اہل اسلام کو دلایا کہ میری فتح یقینی ہے اس میں ذرا شک و شبہ کرنا مقتضائے ایمان کے خلاف ہے مجھے آپ لوگوں کی مدد و اعانت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میری فتح و نصرت و کامیابی خداوند تعالیٰ کا وعدہ واثقہ و صادقہ ہے جس وعدہ کا پورا ہونا عنقریب ظہور میں آنے والا ہے میری دعوت جہاد اور میرا یہ کہنا کہ میرے ساتھ ہو کر جہاد کرو۔ محض مسلمانوں کی بھلائی اور سعادت دارین کے منشا سے ہے، تاکہ ملک و دولت اور مال غنیمت اور دو جہاں کی عزت و سرفرازی اور خدا کی خوشنودی سب جہاد کرنے والوں کو حاصل ہو وغیرہ وغیرہ۔

مولوی اسمٰعیل صاحب سید احمد صاحب کے مبلغ اور سب سے بڑے فوجی جنرل تھے

اور ان باتوں کی منادی اور تبلیغ و اشاعت کرنے والوں میں سید صاحب کے سب سے بڑے رفیق کار اور سب سے بڑھ کر معاون و مددگار مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی تھے

تبلیغ کا نتیجہ

ان باتوں کو سن سن کر ہزاروں لاکھوں آدمی سید صاحب کے مرید ہو گئے سکھ قوم سے جہاد کرنے والوں کا ایک لشکر تیار ہوا۔

امیرالمومنین بنے | اور سید صاحب امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین بنے ان
کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا - سید صاحب کی ذیل کی باتیں غور
و انصاف کے ساتھ سمجھ لی جائیں تو ہر ایک کے روبرو حقیقت سے پردہ اٹھ جائیگا

سید صاحب نے اپنی بہن سے کیا کہا | سید محمد یعقوب آپ کے بھانجے سے روایت ہے
ان کے بھانجے کا مستند بیان | کہ بوقت روانگی ملک خراسان (بغرض جہاد)
آپ (یعنی سید احمد صاحب) اپنی ہمشیرہ والدہ سید محمد یعقوب سے رخصت ہونے
گئے تو آپ نے ان سے فرمایا اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا یہ ملحوظ رکھنا

یہ ہو کر رہے گا | جب تک ہند کا شرک اور چین کا کفر اور ایران کا رفض اور
افغانستان کا نفاق محو ہو کر ہر مردہ سنت (میرے ہاتھوں سے) زندہ نہ
ہوئے گی اللہ رب العزت مجھکو دنیا سے نہیں اٹھائے گا اگر قبل از ظہور
ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق خبر پر (خبر
کے سچا ہونے پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا
تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ
واثق کیا ہے کہ ان مذکورہ بالا چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کرکے مجھکو مارے گا
ملاحظہ ہو کتاب تاریخ عجیبہ یعنی سوانح احمدیہ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی صفحہ ۲۲ سطر ۱

پشاور سے دریائے ستلج تک | یہ بھی اس کتاب میں لکھا ہے کہ آپ سے سفر جہاد
سے پہلے رفاہ عام کے سفر میں سید صاحب کو بار بار یہ الہام ربانی ہوا تھا
کہ پنجاب آپ کے ہاتھوں پر فتح ہو گا پشاور سے تا دریائے ستلج مثل تسخیر
ہندوستان کے ملک آپ کے قبضے میں ہو جائے گا چنانچہ ان متواتر فتوحات
فتح سے آپ کا ہر ایک مرید واقف تھا (تاریخ عجیبہ صفحہ ۹۲ سطر ۱۸)

چالیس مردان غیب | نواب وزیر الدولہ (نواب صاحب ٹونک کے بھائی

اپنے وصایا میں سے سید صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک اور تازہ
کرامت اور انعام بے اندازہ جناب باری تعالیٰ سے سید صاحب پر
پر یہ ہوا کہ چالیس اشخاص غیبی بطور موکل نظر خلقت سے پنہاں پوشیدہ
اور آپ کے (سید صاحب کے) سامنے عیاں ظاہر آپ کی خدمت میں
مامور کئے گئے (سید صاحب کے ہمرکاب رہنے لگے۔
قطب الاقطاب | اور یہ اشخاص غیبی اس شخص کے ساتھ تعینات رہتے
ہیں جس کو مرتبہ قطب الاقطاب کا عنایت ہوتا ہے " تاریخ عجیبہ سوانح
احمدیہ صفحہ ۴۶ سطر ۱۹)
خود سید صاحب کے دعوے نواب وزیر الدولہ تحریر کرتے ہیں کہ ٹونک
سے اجمیر تک میں ہمرکاب سید صاحب کے تھا اس سفر میں بارہا ایسا اتفاق
ہوا کہ جب فقط میں اور بعض خاص خدام حضرت کے ساتھ ہوتے تھے تو
میں دیکھا کرتا تھا کہ آپ سید صاحب کبھی ایک طرف مخاطب ہو کر سلام علیک
کرتے اور کبھی سلام کا جواب دیتے یا کسی سے کچھ ارشاد کرتے یا کسی کے سوال
کا جواب دیتے ہوئے معلوم ہوتے تھے ظاہرا یہ سلام یہ سوال و جواب
رجال الغیب (مردان غیبی) یا ارواح یا جنوں سے ہوتا تھا کیونکہ آپ اکثر فرمایا
کرتے تھے کہ ایک گروہ رجال الغیب کا خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ سفر
وحضر میں میرے ساتھ رہتا ہے اور اس گروہ کا عجیب حال ہے کہ جس ملک
یا شہر میں ارادہ حق سبحانہ انتشار اور ترویج پھیلانے اور رواج دینے
ہدایت باری تعالیٰ کا ہوتا ہے تو یہ جماعت قدسیہ بہت کثرت کے ساتھ وہاں
جمع ہو جاتی ہے اور جس ملک میں اللہ رب العزت کو ہدایت کم کرنا مقصود ہوتا
ہے تو وہاں یہ جماعت قدسیہ بہت کم جمع ہوتی ہے اور یہ بھی آپ فرمایا کرتے

تھے کہ دوسرا حال اس جماعت قدوسیہ کا یہ ہے کہ ہمارے مقام (ہمارے پڑاؤ کے) وقت یہ جماعت ہمارے لشکر سے تھوڑے فاصلہ پر اترتی ہے اور یہی انکا پڑاؤ ہوتا ہے، اور جب ارادۂ الٰہی ہمارے کسی طرف کوچ کرنے کا ہوتا ہے تو یہ جماعت اسی طرف کو چلنے لگ جاتی ہے تب ان کی روانگی دیکھ کر میں خود بخود اس طرف کو چلنے لگتا ہوں" سوانح احمدی صفحہ ۳۹ سطر ۶

حضرات اب سید احمد صاحب کے الہامی وعدوں اور مستند غیبی خبروں اور غیبی بشارتوں کی کہانی خود ان کی زبانی پڑھ لی جائے ملاحظہ ہو تاریخ عجیبہ صفحہ ۲۶ حاشیہ پر

سید صاحب کا ایک مکتوب نمبر ۸ بنام شاہزادہ کامران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از امیر المومنین سید احمد بہ جناب معلی القاب عالی سلالۂ خاندان سلاطین کرام نقادۂ دودمان خواقین ذوی الاحتشام زینت بخش چار بالش حشمت و شوکت یکہ تاز خنگ سطوت و صولت یادگار ارباب سیف و قلم جگر گوشۂ اصحاب جود و کرم گل سرسبز چمنستان شادمانی فرمان روائے اورنگ کامرانی زاد اللہ اقبالہ و ضاعف اجلالہ۔

بعد از سلام مسنون و دعائے اجابت مقرون واضح آنکہ از بس کہ مہاجرت از بلاد کفر و فساد و مجاہدہ با اہل کفر و عناد و مقابلہ ارباب بغی و فساد از اعاظم ارکان اسلام است و تساہل و تغافل درین اقبح معاصی و آثام لہذا در وقتیکہ ایں ملک از شیوع آثار اہل کفر و طغیان مملو و مشحون گردیدہ ایں جانب از وطن مالوف خود برخاستہ بہ نیت ہجرت و جہاد بہ سمت خراسان متوجہ شدہ چوں بتدریج اطلاع بر تمام ایں بلاد و دیار از مفاسد اہل بغی و عناد مملو دیدہ بنا بر علیہ در اوطان یوسف زئی رسیدہ۔ مومنین آں دیار و مسلمین آں اقطار را بسوئے اقامت ایں رکن رکین یعنی استیصال کفار متمردین دعوت نمود۔ الحمد للہ کہ ایں دعوت حق

رفته رفته بگوش اکثر مسلمین از غازیان اهل ننگرهار و آفریدی و خٹک
و مهمند و خلیل و اهل سوات و بُنیر و اهل پکهلی و راجهای کشمیر رسید - همه مومنین
مخلصین و صادقین راسخین این دعوت حق را بگوش هوش شنیده رفاقت
اینجانب اختیار نمودند و اطاعت و انقیاد بر گردن مسلم داشتند و ازانجا که
قتال کفار لیام شرعًا بدون نصب امام صورت نمی بست - بنا بر آن علیه مشاهیر
علمای دین و جماهیر مومنین مجاهدین بردست اینجانب بیعت امامت بجا آوردند
و خطبه بنام اینجانب خوانده ربقهٔ اطاعت و انقیاد در گردن خود با انداخته
امامت اینجانب مسلم داشتند اما چندے از منافقین که فرق در میان منصب
امامت و منصب سلطنت نفهمیده و بنده درگاه حضرت اله را طالب سلطنت
تصور کرده در پے عداوت مجاهدین افتادند حالانکه خالق البریات و عالم السرائر
والخفیات گواه است برین معنی که گاهے بر دل اخلاص منزل اینجانب آرزو وسوسے
حصول معنی تملک خزائن بے شمار و تسلط بلاد و امصار یا طلب عزت و وجاهت
و امارت و ریاست یا فرمان روائی بر اقران و اخوان یا ابنا و مشائخ عالی مقدار از
سلب سلطنت سلاطین ذوالاقتدار گاہے خطور هم نکرده و وسوسه آنهم هم نرسیده بلکه
مقصود از برپا کردن تمام این معرکه پیکار دعوی بدره آرائی غیر از اعلاے کلمه رب العالمین
و احیاے سنت سید المرسلین و استیصال کفرهٔ متمردین و استخلاص بلاد مومنین از
دست بغاة مفسدین چیزے دیگر مقصود نیست علاوه برین آنکه اینجانب از
پردهٔ غیب در مکمن لا ریب به اشارات امامت جهاد و اعلا کفر و مضاد مامور است
و به بشارت فتح و ظفر مبشر چنانچه کرات و مرات بکلام روحانی و الهام ربانی برین
لطف رحمانی مطلع گردیده که هرگز هرگز شبهه و وسوسه شیطانی و شائبه هواے
نفسانی بدان مخلوط نشده بالجمله چون منافقین مفسدین به حمایت کفر متمردین

و عداوتِ مجاهدین بر روی کار آوردند پس لابد گوشمالی ایشان از مقدمات
جهاد و متممات کفر و فساد گردیده بناءً علیه اینجانب کافهٔ مجاهدین را به گوشمالی منافقین
ترغیب نموده چنانچه عنقریب بسرانجام دادن این مهم عظیم بحول و قوت رب کریم متوجه
می گردد - و بعد از پاک کردن این بلاد از انجاس مشرکین و الواث منافقین به تحقیق
حکومت و سلطنت و مستعدین ریاست و مملکت تفویض کرده خواهد شد اما بشرطیکه
شکر این انعام الهی بجا آرند و علی الدوام جهاد را بهر حال قائم دارند هرگاه بے معطل
نگذارند و در ابواب عدالت و فصل خصومات از قوانین شریعت سرمو تجاوز
و تفاوت بیان ننمایند و از ظلم و فسق بکلی اجتناب ورزند باز خود اینجانب
مع مجاهدین صادقین به سمت لاهور بنابر ازالهٔ اهل کفر و طغیان متوجه خواهد گشت
که مقصود اصلی خود اقامت جهاد بر اقوام سکهه ملک پنجاب است نه توطن در دیار
خراسان و یاغستان .

بالجمله خان عالی شان رفیع المکان خان خانان غلجائی رئیس تلات به
سبب کمال علو همت و وفور رغبت در مقدمه حمیت ایمانی و غیرت اسلامی این
دعوت را بگوش هوش شنیده و مستعد مقابله کفار اشرار و منافقین نگونسار
گردیدند - الحمد لله والمنة که حق جل و علا خان ممدوح را باین توفیق موفق
گردانید و لهذا بجناب مستطاب نگارش کرده می شود که هر چند نصرت دین و
اعانت مجاهدین به صرف جان و مال بر جماهیر اهل اسلام عموماً و بر مشاهیر
حکام خصوصاً واجب و موکد است اما چون توجه آنجناب باین دیار و
اقطار بنابر موانع چند در چند ظاهراً متعذر می ماند پس لازم که چند کس
را از ملازمان خاص که به عقل و کیاست موصوف باشند و بجرأت و شجاعت
معروف و بلند پایگی اختصاص نسبت به آنجناب مشهور به این سمت روانه

فرمایند تا بعضے از ایشاں بخان ممدوح رفاقت نمایند و بعضے دیگر خود را پیش اینجانب رسانند کہ دریں باب مشارکت آنجناب متحقق گردد و استحقاق حصول فوائد اخرویہ و منافع دنیویہ ثابت شود و استخلاص حق خود از دست باغیان مفسدین بدست آید باقی تطویل کلام بجناب آں قدوۂ اولی الافہام لقمان را حکمت آموختن است چہ آں جناب دریں ابواب فرماں روائی و کشور کشائی حکیم و تجربہ کار اند و عاقل و ہوشیار والسلام مع الاکرام (تاریخ عجیبہ صفحہ ۲۴۶)

سید صاحب کے خط نمبر ۸ کا اردو ترجمہ

مکتوب از امیر المومنین سید احمد بنام شہزادہ کامران سلام مسنون و دعائے مقرون کے بعد واضح ہو کہ ہجرت کفرستان سے اور مقابلہ اہل کفر او دشمن اور باغی فساد کرنے والوں سے ازبس ضروری اور بہت بڑے ارکان اسلام سے ہے اس باب میں غفلت اور سستی زیادہ قبیح اور بڑا گناہ ہے فی الحال یہ ملک پنجاب اہل کفر سے اور ظالموں کے فتنے سے بھرا ہوا ہے اور اینجانب (ہم سید احمد) اپنے وطن مالوف سے ہجرت اور جہاد کی نیت سے اولاً خراسان کی طرف روانہ ہوا جب میں ان اضلاع تک پہنچا تمام شہر کو اہل بغاوت اور دشمن کے فتنوں سے بھرا ہوا پایا اس وجہ سے قبیلہ یوسف زی میں پہنچکر اس دیار کے ایمان والوں اور مسلمانوں کو فریضہ جہاد کے قائم کرنے اور سرکش کافروں کے استیصال (مٹانے کی) دعوت دی الحمد للہ یہ دعوت حق بتدریج اکثر مسلمانوں اور غازیوں کے کانوں تک جیسے باشندگان اہل ننگرہار اور آفریدی اور خٹک اور مہمند اور خلیل اور سوات نمبیر اور اہل پکھلی اور راجہائے کشمیر تک پہنچی سب مومنین مخلصین اور صادقین نے تحقیق

حق کے اس بلاوے کو ہوش کے کانوں سے سنا اور اس مہم میں میرے رفیق کار ہوئے اور ہر طرح کی اطاعت و فرمانبرداری کو تسلیم کیا اور چونکہ کفار نابکار کے ساتھ جنگ کرنی بغیر قیام امام کے شرعاً جائز نہیں ہے اس لئے مشاہیر علمائے دین اور جمہور مومنین مجاہدین نے میرے ہاتھ پر امامت کی بیعت قبول کی اور ان سب مذکورہ قبیلوں اور جماعتوں نے (میری) اطاعت کی رسی کو اپنا گردن میں ڈالا اور اینجانب کی (یعنی میری) امامت کو قبول کیا۔ لیکن تھوڑے منافق لوگوں نے منصب امامت اور منصب سلطنت کے درمیان جو فرق ہے اسکو نہ سمجھا اور اس بندہ (درگاہ خدا) کو سلطنت کا طالب تصور کیا اور مجاہدین کے ساتھ دشمنی کرنے لگے۔ حالانکہ خالق دو جہاں اور عالم ظاہر و پنہاں اس پر گواہ ہے کہ میرے دل میں خزانوں کے مالک ہونے اور شہروں اور ضلعوں کی حکومت حاصل کرنے یا عزت و جاہت اور ریاست اور امارت اور حکومت طلب کرنے اور ہم عصروں پر فرمان روائی کرنے یا رؤسائے عالی مقدار کی توہین یا ان کی سلطنت سلب کرنے کا خطرہ اور وسوسہ بھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوا بلکہ اس جہاد اور معرکہ آرائی سے مدعا اعلائے کلمۂ رب العلمین اور احیائے سنت سید المرسلین اور استیصال کفر ظالمین ہے اور مومنین کی گئی ہوئی سلطنت کا باغی مفسدین سے واپس دلا دینا بس یہ ہی مقصد ہے"

سید صاحب کے غیبی اشارے اور غیبی احکام اور الہامات

اس کے علاوہ این جانب (یعنی میں سید احمد) پردۂ غیب کے امر مخفی پر کہ جس میں کوئی شک نہیں ہے بذریعہ "اشارہ غیبی" مامور ہے تاکہ جہاد کو (قائم) اور کفر و فساد کو زائل کرے اور اسی طرح بار بار کے بعد دیگرے کلام روحانی اور الہام ربانی اور لطف رحمانی

کے ساتھ مطلع کیا گیا ہے کہ اس میں ہرگز شیطانی تصرف اور وسوسہ اور شبہہ نہیں ہے اور کوئی شائبہ میری خواہش نفسانی کا اس میں مخلوط نہیں ہوا ہے۔" خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مفسد منافقین نے ظالم کافروں کی حمایت میں (کمر) ہمت باندھی اور جہاد کرنے والوں کے ساتھ دشمنی ظاہر کی تو ان کی گوشمالی مقدمات جہاد اور متممات کفر و فساد کے مقتضیٰ سے ضروری ہوئی۔ اس لئے میں نے تمام مجاہدین کو منافقین کی گوشمالی کی ترغیب دی۔ عنقریب اس بڑی مہم کے سرانجام کے لئے خدا کی قوت پر بھروسہ کرتے ہوئے میں متوجہ ہو جاؤں گا اور مشرکوں کی نجاست اور منافقوں کی گندگی سے پاک صاف کرنے کے بعد اس شہر کو حکومت اور سلطنت کے مستحق اور ریاست اور بادشاہت کے لائق و قابل اشخاص کے حوالہ اور سپرد کردونگا مگر یہ اہم شرط پہلے کردونگا کہ اس انعام الہٰی کا شکر بجالائیں اور ہمیشہ ہر حال میں جہاد کو قائم رکھیں اور اس میں کبھی ڈھیل نہ ڈالیں اور مقدمات عدالت و فصل خصومات کو شرعی قوانین سے بال برابر بھی بیش و کم نہ کریں اور ظلم و فسق سے پوری طرح بچیں۔ اس کے بعد اینجانب مع مجاہدین صادقین کے سرکش کافروں کی سرزنش کے لئے لاہور کی جانب متوجہ ہو گا۔"

اصل مقصد کیا ہے | میرا مقصود اصلی ملک پنجاب کی سکھ قوم سے جہاد کرنا ہے نہ کہ افغانستان اور یاغستان کے شہروں میں ٹھہرنا اور بہاں کی سلطنت اختیار کرنا۔

یہ خط بطور نمونہ ہے | سید احمد صاحب کا یہ خط (مع ترجمہ) پورے کا پورا بطور نمونہ درج کر دیا ہے اس قسم کے اکھاون خطوط سید صاحب کے ہیں جو تاریخ عجیبہ اور سوانح احمدیہ میں مندرج اور منقول ہیں سید صاحب کے یہ وہ خطوط ہیں جو انہوں نے مسلم سلاطین اور امراء کے نام لکھے

سب خطوں کا قدر مشترک | ان سب مراسلوں کا قدر مشترک یہ ہی ہے کہ سید صاحب خدا کی طرف سے بذریعۂ الہامات اور بموجب اشارات غیبی اس بات پر مامور کئے گئے ہیں کہ کافروں سے جہاد کریں اور فاتح اور کامیاب ہوکر رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔

سب صاحب کے تمام مراسلے لکھے جائیں تو یہ طوالت غیر ضروری ہوگی لہٰذا سید صاحب کے دوسرے خطوں سے صرف ان عبارتوں کو چن لیا ہے جن میں خدا کی جانب سے سید صاحب اور ان کے ساتھی مجاہدین کے غالب اور فاتح ہونے کے وعدے اور الہامات بیان کئے گئے ہیں۔

اقتباسات مکتوبات

اقتباس چوتھے مکتوب کا | بنام سردار یار محمد خاں والی پشاور از امیر المومنین سید احمد

"فقیر ... به اشارات غیبی مامور است و به بشارات لاریبی مبشر ... وسوسۂ شیطانی و شائبہ ہوائے نفسانی بایں الہام رحمانی ... نیست" (تاریخ عجیبہ سوانح احمدیہ صفحہ ۲۴)

چوتھے مکتوب کا ترجمہ | بنام والی پشاور

"فقیر (سید احمد) اس امر میں (یعنی قوم سکھ کے ساتھ جہاد کرنے میں) غیبی اشارات سے مامور و محکوم کیا گیا ہے اور بے شبہہ فاتح اور کامیاب ہونے کی خوشخبری مجھے دی گئی ہے اس رحمانی الہام میں ہرگز ہرگز کوئی شبہہ خواہش نفسانی اور کوئی وسوسہ شیطانی شامل نہیں ہے" (تاریخ عجیبہ ص۲۴)

پانچواں خط | بنام فقیر محمد خاں صاحب لکھنوی۔

"اما بیان الہام پس فقیر از پردۂ غیب بہ بشارات ربانی

باستیصال کفار دور از مویان (یعنی قوم سکھ) مامور است ۔ واز مکمن لاریب بہ بشارات رحمانی بہ غلبۂ مجاہدین ابرار مبشر چوں مکنون خاطر نگارش آں دریں ضرور بود بناءً علیہ بر سطرے چند اکتفا رفت " (تاریخ عجیبہ صفحہ ۲۴۳)

پانچویں خط کا ترجمہ:

مجاہدین کے غلبہ و فتح کی خوشخبری خدا کی طرف سے دی گئی ہے

لیکن بیان الہام کہ یہ فقیر سید احمد پردۂ غیب سے ربانی بشارتوں کے ساتھ لمبے بال والے کافروں (سکھوں) کے مٹانے کے لئے مامور کیا گیا ہے اور مجاہدین کے غالب اور فاتح ہونے کی خوشخبری خدا کی طرف سے امر پوشیدہ الہام کے ذریعہ سے پائے ہوئے ہیں جبکہ دل کے امر مخفی کو تحریر میں لانا ضروری ہوا تو اس بنا پر چند سطروں پر اکتفا کیا گیا ۔ (سوانح احمدی صفحہ ۱۳۳)

مکتوب نمبر ۶ بنام خان خانان غلجائی

علاوہ بریں آنکہ اینجانب سید احمد با پردۂ غیب و مکمن لاریب بہ کلام روحانی و الہام ربانی در مقدمۂ اقامت جہاد و ازالہ کفر و فساد بہ اشارات صریحہ مامور گشتہ و درباره نصرت و فتح بہ بشارات صادقہ مبشر شدہ چوں مواعید الہام مطابق کلام ملک العلام باشد لابد قبول باید داشت و عمل برآں باید ساخت "

(تاریخ عجیبہ صفحہ ۲۴۵)

چھٹے خط کا ترجمہ

فتح و نصرت کے خدائی وعدے

ترجمہ خط بنام خان خانان غلجائی ۔ ان کے خط کے جواب میں ۔

" مجھے پردۂ غیب سے اور اس امر مخفی سے کہ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کلام روحانی اور الہام ربانی کے ساتھ اقامت جہاد اور

ازالۂ کفر و فساد میں بذریعہ اشارات صریحہ کے مامور و مقرر کیا گیا ہے اور بشارات صادقہ کے ساتھ خوش خبری دیا گیا ہے جبکہ (الہامی وعدے) خدا کے کلام کے مطابق ہیں (یعنی خدا کا کلام خدا کا وعدہ ہے تو ضروری ہوا کہ الہامی احکام کو قبول کیا جائے۔ اور ان پر عمل کیا جائے (سوانح احمدیہ صفحہ ۲۷۵ سطر ۹)

مکتوب بنام شاہ بخارا از امیر المومنین سید احمد بنام شاہ بخارا

" و از اعظم معاملات آں انعام ایں است کہ از درگاہ واہب العطایا جلت عظمتہ و از حضور خیر البرایا علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ در مقدمہ اقامت جہاد و ازالۂ کفر و فساد بطریق الہام ربانی و کلام روحانی بہ اشارات غیبی در باب امامت خود مشرف ساختند و بہ بشارات لاریبی در باب فتح و ظفر مبشر در معاملات حقہ بہ اعلائے کلمہ رب العالمین و احیائے سنت سید المرسلین و استیصال کفرۂ متمردین مامور ساختند و در مواعید صادقہ بہ لقب مظفر و منصور نواختند۔ (تاریخ عجیبہ صفحہ ۲۵۹ سطر ۱۰)

اور اسی مکتوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ

ہرگز ہرگز شعبۂ وسوسہ شیطانی و شائبہ ہوائے نفسانی بہ ایں داعیہ رحمانی و الہام ربانی مخلوط نہ گردیدہ۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔ (تاریخ عجیبہ و سوانح احمدیہ صفحہ ۲۵۹ سطر ۱۴)

چودہویں خط بنام شاہ بخارا کا ترجمہ اس انعام کے بڑے معاملات میں سے یہ معاملہ ہے کہ پروردگار عالم کی درگاہ سے کہ بڑی بخشش کی درگاہ ہے اور حضور رسول اکرم سے (ان پر بہت بہت درود و سلام ہو) یہ فقیر الہام ربانی کی راہ سے بہ کلام غیبی و روحانی اپنی امامت کے بارہ میں مشرف کیا گیا ہے اور ایسی خوشخبری کے ساتھ جس میں شک نہیں ہے

اپنی فتح وظفر کے بارہ میں بشارت دیا گیا ہے اور مجھے معاملات حق میں کلمۂ رب العالمین کے بلند کرنے اور رسولوں کے سردار کی سنت کو زندہ کرنے اور سرکش کافروں کے مٹانے کے لئے مامور کیا گیا ہے اور فتح و ظفر کے سچے وعدہ سے نوازا گیا ہے" (سوانح احمدیہ صفحہ ۳۵ سطر ۱۰)

اور اسی مکتوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

اور ہرگز ہرگز کوئی شاخ اور کوئی ٹکڑا وسوسۂ شیطانی کا اور میری خواہش نفسانی کا اس پیام روحانی اور الہام ربانی میں خلط ملط نہیں ہوا ہے اور اللہ کی قسم اس چیز پر جسے ہم کہتے ہیں اور اللہ ہمارا نگہبان ہے (تاریخ عجیبہ صفحہ ۲۵۹ سطر ۱۴)

مکتوب نمبر ۳۸ بنام اسکندر جاہ | از امیر المومنین سید احمد بنام اسکندر جاہ فولاد جنگ بہادر

و ہم بموجب اشارات غیبی و بشارات لاریبی کہ ایں فقیر بہ آں مبشر است عنقریب فتح وظفر جلوۂ ظہور خواہد داد و خزائن بے شمار بلاد کفار زنگون نہ از پشاور تا دریائے ستلج در دست تصرف انصار و اخیار خواہد افتاد

تاریخ عجیبہ صفحہ ۳۰۳ سطر ۸

خط نمبر ۳۸ کا ترجمہ | از امیر المومنین سید احمد بنام اسکندر جاہ، فولاد جنگ بہادر

نیز بموجب غیبی اشارات اور خوشخبری لاریب کے یہ فقیر اس خبر سے بشارت یافتہ ہے کہ عنقریب فتح وظفر کا جلوہ ظاہر ہوگا اور بے شمار خزانے اور کفار زنگون نہ کے ملک پشاور سے دریائے ستلج تک میرے انصار و اخیار کے دست تصرف میں ہوں گے سوانح احمدی صفحہ ۳۰۳

مکتوب نمبر ۱۱ بنام مشیر و دبیر والی پشاور | از امیر المومنین سید احمد بنام فیض اللہ خان مہمند مشیر و دبیر والی پشاور در جواب پیغام زبانی شاں:

"معاملۂ این خاکسار کالشمس فی رابعة النهار هویدا و آشکارا است که بجهاد اہل عناد قوم سکھ ماموریم و به فتح و ظفر موعود احتمال خلف در مواعید ملک منان از اوہام اہل کفر و طغیان است نه از اوہام اہل دین و ایمان که من اوفیٰ بعهده من الله نصیبه است از کلام ملک علام و کان حقا علینا نصر المومنین۔ و عدۂ آن راست است از کلام ہدایت التیام این معنی بہ غور تمام دریابند و بہ سرداران ممدوح برسانند و بخوبی ایشان را فہمانید۔ تاریخ عجیبہ صفحہ ۳۲۲ سطر ۲۳

ترجمہ مکتوب نمبر ۵۲

خدائی وعدے پورے ہوں گے

اس خاکسار کا معاملہ دوپہر کے آفتاب کی طرح ظاہر و آشکار ہے جسے اہل فساد قوم سکھ کے ساتھ جہاد کرنے پر مامور کیا گیا ہے اور جس کے ساتھ فتح و ظفر کا وعدہ کیا گیا ہے اور فتح و نصرت کا وعدہ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کے وعدوں کے خلاف ہونے کا احتمال کرنا یہ سرکشوں اور کافروں کے وہموں سے ہے اہل دین و ایمان کی سمجھ بوجھ سے نہیں ہے جن کو من اوفیٰ بعهده من الله کے ارشاد الٰہی سے ایک حصہ عطا ہوا ہے اور کلام خدا و کان حقا علینا نصر المومنین ہم پر ایمان والوں کی مدد کرنا حق ہے پس وعدہ اس کا سچا ہے تو کلام ہدایت التیام سے اس معنی کو پورے غور سے معلوم کریں اور سرداران ممدوح کو پہنچا دیں اور ان کو اچھی طرح سمجھا دیں (تاریخ عجیبہ صفحہ ۳۲۲ سطر ۲۳

مکتوب بخدمت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ

اپنے حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ عبداللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو سید احمد صاحب نے مکہ معظمہ سے ایک خط روانہ کیا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ

اور مفہوم یہ ہے کہ سید صاحب نے اپنے الہامات اور مکاشفات اور بشارات
اور الہٰی الہامات اور خدائی وعدوں کی اطلاع اپنے شیخ اور ہادی
اور رہبرِ طریقت کے حضور میں پیش کی اور سید صاحب کے خط کے ہمرشتہ
ایک دوسرا خط جناب محمد نعیم صاحب مقیم مکہ مکرمہ کا بنام حضرت شاہ
عبد العزیز صاحب قدس سرہ تھا جس میں جناب سید احمد صاحب کے وعدوں
اور الہامات و مکاشفات اور خدائی وعدوں کے متعلق محمد نعیم صاحب نے
حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رح سے استصواب رائے کیا تھا یعنی مثل فتویٰ
استفسار کیا تھا جس کا جواب حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رح نے تحریر
فرمایا اور مکہ معظمہ بھیج دیا۔ یہ خط کامل اصل عبارت اور ترجمہ کے ساتھ
اس مقام پر درج کیا جاتا ہے۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب بنام منشی نعیم خان صاحب مقیم مکہ معظمہ ۲

سید صاحب کے خط کا جواب | انتظار کرو۔ انجام خود بتا دیگا۔

از فقیر عبد العزیز رح بعد از سلام مسنون و ادعائے خیر مقرون بر ضمیر صفا پذیر
واضح باد کہ رقیمہ بہجت ضمیمہ ایشاں مع خط میر سید احمد صاحب بملاحظہ
در آمد و سوال نیز مفصل دریافت شد صاحب من ہمیں قسم قصہ در
وقت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بعضے یاران ایشاں را پیش آمدہ
بود کہ علو مرتبت برایشاں مکشوف می شد و وعدہ ہائے دور و دراز غیب
برایشاں وارد می شدند۔ مردم ہمیں استفسار نمودند سید الطائفہ حضرت
جنیدؒ فرمودند کہ

تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ

یعنی ایں خیالات بے اثر نیست بلکہ از جانب خدا برائے تربیت اطفال طریقت

کہ تابع شخصے می شدند وآنہارا دعوت بہ سوئے خدا می کنند اتفاق شود مانند آنکہ طفلے راکہ در مکتب می برند استاد او یا مادر و پدر او وعدہ ہائے عمدہ می دہند کہ برائے تو خلعتے ساختہ ایم و شیرینی آمادہ کردہ ایم و فلاں نعمت بتو خواہیم داد۔ و از تو بسیار خوش و خرم ہستیم و لوح سیمین در کنار تو خواہیم نہاد و علی ھذا القیاس

از کبرائے اولیائے سابقین مثل (حضرت) غوث الاعظم جیلانی قدس سرہ العزیز و دیگر بزرگان وعدہ ہائے مغفرت و رحمت تابعان و مریداں و بطفیل ایشاں بر سائر مخلوق منقول شدہ وایں ہمہ وعدہ ہائے صادق برآمدہ

و در حدیث مشہور وارد شدہ در حق چہل ابدال کہ در ایں امت ہیچ زمانہ ازاں خالی نمی باشد کہ

بہم یمطرون اھل الارض وبہم ینصرون وبہم یرزقون

یعنی مردم زمین را بطفیل ایشاں باراں می بارد و نصرت و رزق حاصل می شود

پس چہ تعجب است کہ میر سید احمد را بعضے ازیں مراتب حاصل شدہ باشد و بہ القائے معاصران ایشاں را اثرے ازآں رسیدہ باشد غرضکہ انکار ایں معنی فی الحال خوب نیست بلکہ انتظار باید کشید کہ حق تعالی آثار ایں مواعید را بر منصۂ ظہور جلوہ گر سازد پس ایں ہمہ صادق اند (ورنہ ایں ہمہ باطل اند) زیادہ بجز ترقیات دارین چہ نویسد (تاریخ عجیبہ ص۲۳۱)

ترجمہ جواب خط کامل حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب

حق اور باطل کے پرکھنے کی کسوٹی کیا ہے اس کی طرف حضرت شاہ صاحب نے کھلا اشارہ فرمایا!

فقیر عبد العزیز کی طرف سے سلام مسنون و دعائے خیر و سعادت
کے بعد واضح اور روشن ہو کہ آپ کا مسرت نامہ مع خط میر
سید احمد صاحب ملاحظہ میں آیا اور سوال استفتا بھی مفصل معلوم ہوا
صاحب من! اسی قسم کا قصہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی
کے زمانہ میں ان کے بعض اصحاب کو پیش آیا تھا۔ کہ ان پر ان
کے اونچے درجوں کا انکشاف ہوا تھا اور غیب سے خداوندی
وعدے (آنے والے) زمانہ دور دراز کے ان پر وارد اور
منکشف ہوئے تھے اور لوگوں نے ایسا ہی استفسار سید الطائفہ سے
کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔

یہ یہ خیالات (میرے مریدوں کے) بے اثر نہیں ہیں یعنی
خدا کی جانب سے طریقت کے بچوں (مبتدی مریدوں) کی تربیت
کے لئے جو تابع شخص کے ہوتے ہیں ان کو خدا کی طرف بلکو دعوت
دینے میں ایسا اتفاق پیش آتا ہے استد طفلان مکتب کے کہ اس
کے استاد یا ماں باپ مکتب میں لے جانے کے وقت اس لڑکے سے
اچھے وعدے کرتے ہیں کہ تیرے لئے اچھے اچھے کپڑے اور مٹھائی
تیار کرائی ہے اور ہم فلاں فلاں نعمت تجھے دیں گے اور ہم تجھ سے
بہت راضی اور خوش ہیں اور چاندی کی تختی تیری بغل میں دی جائیگی
(اور اسی قسم کی باتیں لڑکے سے کرتے ہیں)

اور گذرے ہوئے زمانہ کے بڑے بڑے حضرات اولیاء اللہ
سے مثل حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی کے اور مثل دوسرے حضرات
اولیاء اللہ کے روایات ہیں کہ ان کے تابعین اور مریدین کے حق میں

رحمت و مغفرت کے وعدے اللہ تعالیٰ نے کئے۔ اور ان حضرات کے طفیل میں تمام مخلوق کا (خدا کی) رحمت سے فیض پانا منقول ہے اور وہ سب خداوندی وعدے سچے ثابت ہوئے۔

" اور حدیث مشہور چالیس ابدالوں کے حق میں وارد ہے کہ ان کی برکتوں سے کوئی زمانہ خالی نہ ہوگا یعنی زمین کے بسنے والوں پر آسمان سے پانی برستا ہے اور غیبی مدد اور رزق ان حضرات کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

پس کیا تعجب ہے کہ میر سید احمد کو کوئی ایسا مرتبہ حاصل ہوا ہو اور ان کی وجہ سے ہم زمانہ لوگوں کو نفع پہنچے غرض کہ انکار اس معنی کا خوب نہیں۔

انتظار کرنا چاہیئے

کہ حق تعالیٰ ان وعدوں کے پورا ہونے کی نشانیاں جلوہ گاہ عالم پر ظاہر فرمائے ہیں (اگر یہ باتیں خدا کی طرف سے ہیں) تو یہ سب صادق (سچی) ثابت ہوں گی (ورنہ کاذب اور جھوٹ)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے فتویٰ کا خلاصہ	میر سید احمد کی ان باتوں کا نہ تو انکار کیا جائے نہ یقین بلکہ انتظار کیا جائے۔ اگر

یہ باتیں خدا کی طرف سے ہیں اور یہ خدائی وعدے ہیں تو۔

ان اللہ لا یخلف المیعاد (قرآن مجید)

خدا اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا

تو یہ سچے ثابت ہوں گے اور اگر یہ باتیں خدا کی طرف سے نہیں ہیں تو غلط اور جھوٹی نکلیں گی۔

شاہ صاحب کی عظیم الشان جامعیت اور حق گوئی! قارئین کرام! حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ (پوچھنے والوں کے لئے آپ کا یہ جواب) علم شریعت اور طریقت دونوں میں شاہ صاحب کی عظیم الشان جامعیت اور حق گوئی کا مظہر ہے اور یہ فتویٰ صدق و کذب اور حق و باطل میں فرق کرنے والا اور حق پسند اور حق شناس اصحاب کے لئے ایک واضح اور روشن ہدایت ہے جس میں لب کشائی کی اور کسی تاویل کی مطلق گنجائش نہیں ہے

انتظار کا نتیجہ باطل شکن نکلا حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے کیا خوب ارشاد فرمایا

انتظار کرو

اس انتظار نے تمام حقیقت پر سے پردہ اٹھا دیا تھوڑا انتظار کیا گیا تھا اور بس تھوڑی مدت ہی گذری تھی کہ خداوند قادر مطلق خلاق عالم نے سید صاحب کی ان باتوں کا خدا کی طرف سے نہ ہونا بلکہ جھوٹ اور افتریٰ علی اللہ ہونا دوپہر کے آفتاب کی طرح یقینی طریقہ سے دنیا جہان کے سامنے ظاہر کر دیا۔

بالاکوٹ کا حادثہ یعنی بالاکوٹ (پنجاب) کے مقام پر سید احمد صاحب کی سکھوں سے آخری اور فیصلہ کن جنگ ہوئی جس کا نتیجہ سید صاحب کی امیدوں اور وعدوں اور الہاموں کے قطعی خلاف نمایاں اور ظاہر ہوا۔ سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کو فاش شکست اور کھلی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور سید صاحب اور ان کے خلیفہ اعظم مولوی اسمٰعیل صاحب مارے گئے اور سید احمد صاحب کے

لغو اور جھوٹے دعووں کا اور شیطانی الہاموں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا

ع - اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد

خدائی وعدے ہمیشہ اٹل ہوتے ہیں | برادران اسلام! اگر سید صاحب کے الہامات رحمانی ہوتے اور ان کے مکاشفات خدا کی طرف سے ہوتے تو یہ محال اور ناممکن تھا کہ وہ لغو، باطل اور غلط ثابت ہوتے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ شیطان مردود اور اس کی ناپاک ذریات (موکلوں نے) غیبی آوازیں سنا سنا کر اور غیبی خبریں دے دے کر سید صاحب کو دھوکہ میں ڈالا اور گمراہ کیا

بریلوی اور قادیانی | سید احمد صاحب بریلوی کے حالات اور معاملات مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات کے مثل اور مشابہ ہیں مرزا صاحب کو شیطان مردود اور اس کی ناپاک ذریات (موکلین آوازیں دیا کرتے تھے جن کو انہوں نے نہیں پہچانا اور شیطان کے دھوکہ کا شکار ہوگئے۔ اور ان آوازوں کو وحی اور الہام اور فرشتوں کی آواز سمجھا۔ اور ان غیبی خبروں کو سب پر ظاہر کیا اور ان پر پکا اعتقاد اور پختہ یقین کر لیا اور اپنے اس زعم باطل پر زندگی کے آخر تک جمے رہے اور ہزاروں بندگان خدا کو گمراہ کر ڈالا (خدا کی پناہ

تشریحات | پاک الہام اور پاک فقیری اور ناپاک الہام اور ناپاک فقیری میں کیا فرق و امتیاز ہے اس کے لئے ذیل کی تشریحات ملاحظہ ہوں

تشریحات

فقیری کی قسمیں | حضرات ناظرین! واضح ہو کہ فقیری (درویشی) دو قسم کی ہے (۱) ولادت معنوی پاک (۲) ولادت معنوی ناپاک

پاک ولادت معنوی | ولادت معنوی پاک حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور اور حضرات اولیائے کرام قدس سرہم العزیز کو حاصل ہوتی ہے یہ وہ حضرات ہیں جن کی تعلیمات اور برکات سے انسان کو ہدایت نصیب ہوتی ہے ان حضرات کو وحی اور الہام خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔

ناپاک ولادت معنوی | اور ولادت معنوی ناپاک بعض عامل موکلی فقیروں کو اور ہر مذہب کے ان سالکوں کو حاصل ہوتی ہے جو ابلیس مردود کے دھوکہ اور فریب میں آئے اور اس کی شیطانی تعلیم اور توجہ اور شیطانی الہاموں سے متاثر ہوئے۔

پھر کیا ہوتا ہے | جن لوگوں کو شیطانی الہام اور شیطانی توجہ اور تعلیم ہوتی ہے اس کی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ شیطانی موکل (شیطان کی ذریات) لوگوں کے تابع اور مطیع ہو جاتے ہیں اپنے تصرفات و استدراج دکھاتے ہیں۔ سفر و حضر میں ساتھ رہتے ہیں اور رہنمائی کرتے ہیں۔ غیبی آوازیں اور غیبی خبریں سناتے ہیں جو اکثر غلط اور جھوٹی اور دھوکہ اور فریب ثابت ہوتی ہیں۔

خاص پہچان | ناپاک ولادت معنوی ناپاک ولادت ثانیہ کے فقیر فنائے ناسوتی کے اعتبار سے چند اقسام اور چند درجات کے ہوتے ہیں ان کی مخصوص شناخت اور خاص پہچان یہ ہے کہ اس جماعت کے اکثر فقیر بے نماز، خلاف شرع، گستاخ اور بے ادب ہوتے ہیں انکے دل میں خدا کا ڈر و خوف نہیں ہوتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاک شان میں اور حضرات انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی بارگاہ میں تحقیر و توہین کے الفاظ و کلمات انکے منہ سے نکلتے ہیں

ناپاک ولادت معنوی کے نقیروں کی دوسری قسم بھی ہوتی ہے اس قسم کے ناپاک فقیر پانچوں اسلامی فرائض، نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اپنے طریقہ اور اپنے ڈھب سے ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی نہیں کرتے ہیں بلکہ تعظیم و تکریم اور آداب بندگی بجالاتے ہیں اور اپنے کو پکا موحد اور مقدس بزرگ سمجھتے ہیں مگر اس توحید کے پردہ میں اور وحدانیت کی آڑ میں کھیل کھیلتے ہیں اور حضرات انبیاء اولیاء کی پاک تعلیمات کا انکار کرتے اور حضرات انبیاء اور اولیا اور سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں حقارت واہانت اور گستاخی اور بے ادبی کی بولیاں بولتے ہیں اور اپنے والد معنوی کو جس سے کہ ولادت ثانیہ ہوئی ہے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اس کے ساتھ غرور۔ اور پندار اور سرکشی اور روگردانی اور بے ادبی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور اپنے آپ کو اپنے والد معنوی سے بہتر اور افضل جانتے اور ظاہر کرتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی | جیسے کہ مرزا غلام احمد قادیانی تھے جن کو عیسیٰ نام کے ایک ناپاک موکلی فقیر سے ناپاک ولادت معنوی تھی اور جنہوں نے اعلانیہ کہا

عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم

نیز کہا ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

الہام کی دو قسمیں | اس اعتبار سے الہام کی دو قسمیں ہیں الہام رحمانی اور الہام شیطانی اور اس اعتبار سے نور کی دو قسمیں ہیں نوری اور ناری شیطان کی توجہ ناری ہے ناری توجہ میں دھواں ہوتا ہے (نوری توجہ میں

نور ہی نور ہے، دھواں نہیں ہوتا)
جس طرح حضرات انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام قدس سرہم العزیز پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی اور خواب بیداری میں الہام ہوتا ہے اسی طرح گمراہ اور شقی ازلی اور شیطان کے فریب خوردہ لوگوں کو شیطان مردود اور اس کی ذریات (موکلین) کی طرف سے الہام ہوتا ہے جس سے وہ دجال بن کر ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کو راہ راست سے بھٹکاتے اور گمراہ کر دیتے ہیں۔

ارشادات حضرت فخر العارفین حضرات ناظرین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیسے اور کیونکر شیطان کے فریب میں آئے۔ اس موضوع اور اس حقیقت کے حالات اور معالات کو نیز اقسام ولادت معنوی وغیرہ کو بدر الملۃ والدین سیدنا ومولانا حضرت فخر العارفین قدس سرہ العزیز نے کتاب راز فنا میں بے نقاب فرما دیا ہے جسے سیرۃ فخر العارفین حصہ دوئم میں وضاحت اور تشریحات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔
یہ کتاب طالبین حق کے لئے اور غیر اسلامی ناپاک فقیری سے بچاؤ اور حفاظت کے لئے حصن حصین اور پناہ گاہ مومنین ومنافقین ہے قابل دید ہے۔

بریلی والے اور دہلی والے برادران اسلام! سید احمد صاحب بریلوی اور مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی ناپاک ولادت معنوی کے درویش تھے۔ یہ نماز، روزہ وغیرہ کے بظاہر پابند تھے اس کے باوجود شیطان مردود کے دھوکہ میں مثل مرزا غلام احمد قادیانی کے آئے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کی جناب میں بے ادبی اور گستاخی اور توہین اور تحقیر اور انکار کرنے کے مرتکب ہوئے

اور قرآن مجید کے معنی میں تحریف اور رد و بدل کیا اور سلف صالحین
اور اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی
تعلیم طریقت کی ایک خاص چیز کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے پندار
اور اپنی غلط سمجھ بوجھ پر چلے۔

اس حقیقت کے ثبوت میں دو عجوبہ واقعات کو نمونہ اور مثال کے
طور پر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سید صاحب کا پہلا واقعہ عجوبہ

جب سید احمد صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
کے مرید ہوئے تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے سید صاحب کو وہ تعلیم دی
جو ان کے مشائخ سلسلہ اور بزرگان طریقت سے چلی آتی تھی منجملہ ان کے
برزخ شیخ کی تعلیم تھی جو حضرت شاہ صاحب نے سید صاحب کو تعلیم فرمائی مگر
صاحب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ۔

ارشاد مرشد سے انکار

اس شغل برزخ شیخ میں اور بت پرستی میں کیا
فرق ہے؟ اس میں صورت سنگی یا قرطاسی ہوتی ہے اور اس میں صورت
خیالی کی جو تہ دل میں جگہ پکڑتی تعظیم کی جاتی اور پوجی جاتی ہے[1]
تب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہ بیت حافظ شیرازی کی پڑھی۔

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

تب سید صاحب نے عرض کیا کہ اگر حکم مے نوشی کا جو گناہ کبیرہ ہے کیجئے تو اس کی تعمیل

---

[1] از مترجم، حالانکہ برزخ شیخ میں ہرگز صورت شیخ پوجی نہیں جاتی۔ حضرت مولانا روم
ارشاد فرماتے ہیں۔ گر طفیل آمد خیال یار من ۔ صورتش بت معنی او بت شکن

کو حاضر ہوں مگر یہ عمل تصور شیخ کا خصوصاً غیبت شیخ میں اور توجہ اور
استعانت چاہنا اس تصویر سے بعینہٖ بت پرستی اور شرک صریح ہے یہ کام
مجھ سے نہیں ہو سکتا اگر اس جواز کے واسطے کوئی سند فرمان الٰہی اور حدیث
یا اجماع امت کی موجود ہوتی تو مضائقہ نہیں تھا (تاریخ عجیبہ صفحہ ۱۱)

تنقیدی نظر سید صاحب نے اپنے حضرت مرشد کی اس تعلیم سے جو انکار و
انحراف کیا اس پر ایک تنقیدی نظر ڈالئے

واقعہ یہ ہے کہ سید احمد صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز
صاحب کو راہِ خدا میں اپنا ہادی اور مرشد اور رہبر مانا تھا خود سید صاحب
بے پڑھے ایک سپاہی آدمی تھے اور سید صاحب کے مرشد جناب شاہ
صاحب ممدوح عالم متبحر محقق، مسلمہ بزرگ شریعت و طریقت کے جامع
اور ماہر اور سلسلہ نقشبندیہ شریف قادریہ شریف چشتیہ شریف اور سہروردیہ
شریف ان چاروں پاک سلسلوں کے صاحب مجاز اور ان چاروں پاک
سلسلوں کی اسلامی تعلیم سلوک سے آگاہ اور باخبر تھے نیز شرک و توحید
کی باریکیوں کو اچھی طرح جاننے والے تھے جن کے سامنے سید صاحب کے
علم و پندار کی اور سید صاحب کی دینی سمجھ بوجھ کی کچھ حقیقت اور
کوئی اہمیت نہ تھی۔ دونوں میں زمین و آسمان کا بُعد اور فاصلہ تھا اور
ذرہ اور آفتاب کا فرق تھا۔ اگر سید صاحب اپنے قلبی اطمینان اور
اپنی تسکین کی خاطر اور شک و شبہہ دور کرنے کے منشا سے عاجزانہ اور مریدانہ
پوچھتے اور خدمت مرشد میں یوں عرض کرتے کہ میں ایک جاہل آدمی ہوں
کچھ جانتا بوجھتا نہیں ہوں (اس بارہ میں) شرعی ثبوت اور شرعی دلیل
کو ارشاد فرمایا جاوے شاید کوئی مجھ سے پوچھ بیٹھے تو میں اسے بتا سکوں

یعنی سید صاحب ایسے مریدانہ اور متواضعانہ طریقہ سے پوچھتے تب بھی غنیمت تھا مگر خدمت شیخ میں ایسی تواضع اور فروتنی کی راہ اختیار کرنے کی بجائے غرور اور گھمنڈ اور استکبار کے رنگ میں صاف انکار کر دیا اور ارشادِ مرشد پاک پر نقص وارد کرنا اور اسے بت پرستی اور صریحی شرک ٹھہرا دینا یہ کتنی جرأت بیجا اور کیسی گمراہی اور بے ادبی کی بات ہے گویا سید صاحب نے اپنے آپ کو تو خدا پرست اور کامل موحد ٹھہرایا اور برزخ شیخ کے قائلین اور عاملین کو یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے پیرانِ عظام اور تمام بزرگان دین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو بت پرست اور مشرک قرار دے دیا (خدا کی پناہ)

چاروں پاک سلسلوں کا معمول

واضح ہو کہ یہ تصور شیخ حضراتِ اولیاء اللہ کے چاروں مقدس سلسلوں کا معمول ہے اور بزرگان حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بھی تصور شیخ کے قائل اور عامل تھے جب ہی تو حضرت شاہ صاحب نے برزخ شیخ کی سید صاحب کو تعلیم فرمائی جس تعلیم کے قبول کرنے سے سید صاحب نے انکار کر دیا گویا اپنے پندار میں اپنے پیر و مرشد اور پیر و مرشد کے پیران کرام کو بت پرست اور مشرک ٹھہرایا نعوذ باللہ۔ قارئین منصفانہ غور فرمائیں کہ سید احمد صاحب میں اس بے ادبی اور اور گستاخی اور منکرانہ جرأت و بے باکی کے پیدا ہونے کا اور اپنے پیر و مرشد اور اپنے پیرانِ عظام اور دین کے تمام بزرگان کرام کی بے دھڑک توہین اور تکفیر کرنے کا سبب اور مبدا اور منشا کیا ہے! وہ ہی ازلی شقاوت ہے جس نے تعلیم مرشد پاک کو رد کر دیا اور حقارت کی نظر سے دیکھا اور اپنے آپ کو بہتر اور افضل جانا۔

سید صاحب کا ایک دوسرا واقعہ عجوبہ | ناظرین اس محل پر عقائد کا ایک متفقہ مسئلہ بیان کرنا مناسب ہے جس سے الہام کی نوعیت زیادہ منکشف ہو جائے گی۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ الہام ہمیشہ مباح اور مستحب امور کے کرنے یا نہ کرنے اور تائید و تعین کے سلسلہ میں اظہار حالات کے خلاف نہیں ہو سکتا ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے اور دین میں فتور واقع ہو جائے۔

پس جو کشف اور الہام کہ شرع کے مخالف ہوں نہ قابل تسلیم ہیں نہ قابل عمل اور قابل عمل وہ ہی کشف و الہام ہیں جو شرع شریف کے موافق ہوں

جو الہام کہ خلاف قرآن ہے خدائی الہام ہرگز نہیں ہے | پس جو الہام کہ خدا کی طرف سے ہو ہرگز خلاف خلاف قرآن نہیں ہوگا اور یہ وہ عقیدہ ہے جس پر اہل شریعت اور ارباب طریقت دونوں کا اتفاق ہے

سید صاحب کا الہام جو خلاف قرآن ہے | اب مثال کے طور پر سید صاحب کا ایک الہام درج کیا جاتا ہے جو قرآن مجید و فرقان حمید کے حکم کے خلاف ہے۔

میں یعنی سید احمد ایک دن مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس مولانا رشید الدین صاحب بیٹھے باتیں کر رہے تھے میں سید احمد بہت دیر تک بانتظار تخلیہ دالان میں ٹہلتا رہا کہ جب یہ صاحب تشریف لے جائیں تو میں مولانا صاحب سے کچھ (اپنی باتیں) عرض کروں اسی ٹہلنے کی حالت میں مجھے یہ الہام ہوا کہ

سید صاحب کا معرکۃ الآرا الہام | اے سید احمد اگر تو بندوں کی طرف اپنی التجا لے جائے گا تو پھر ہم تیری دستگیری نہ کریں گے!!

تاریخ عجیبہ صفحہ ۵۵)

پس یہ الہام سن کر سید صاحب اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے ملاقات کئے بغیر واپس چلے آئے۔

الہام کا مطلب حضرات ناظرین اس الہام کا کیا مطلب ہوا کہ مخلوق سے التجا مت کر یعنی مخلوق سے حاجت طلب نہ کر (مخلوق سے آرزو نہ کر)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ممانعت آیا جزو مادہ میں ہے یا کل مادہ میں؟ اگر جزو مادہ میں بعض خلق سے التجا کرنی جائز ہے تو اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آجائے گی۔ اگر ممانعت کل مادہ میں تسلیم کی جائے تو یہ بدیہۃ البطلان (یعنی کھلے طور سے) باطل ہے اگر مانتے ہیں تو نظام عالم اول سے آخر تک درہم برہم ہو جائے گا اس لئے کہ ہر انسانی حاجت و ضرورت کا پورا ہونا اس کے ذریعوں اور وسیلوں پر مبنی اور موقوف ہے۔ ایک مخلوق کی دوسری مخلوق سے کوئی حاجت طلب و اظہار و التجا کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔ پس اس اعتبار سے یہ الہام لغو اور باطل ٹھہرے گا۔

یا پھر الہام کا مورد خاص (سید احمد صاحب) ہیں یہ عام الہام نہیں ہے یعنی یہ الہام محض سید صاحب کے لئے ہے اوروں کے واسطے نہیں ہے اگر الہام کا یہ مطلب مانا جائے تو

سید صاحب کے اٹھاون مکتوب التجائے دستگیری کر کے بھیجے گئے ہیں

اگر الہام کا یہ مطلب مانا جائے تو پھر اس تقدیر پر سید صاحب کے ان اٹھاون خطوں اور مراسلوں کی نسبت کیا کہا جائے گا جو انہوں نے مختلف لوگوں کو بھیجے کہ آؤ اور میری دستگیری کرو اور جو خطوط کہ تاریخ عجیبہ میں لفظ بہ لفظ صفحہ ۴۲ سے منقول ہیں یعنی یہ اٹھاون وہ خطوط ہیں جو سید صاحب نے بادشاہوں اور وزیروں اور امیروں اور قوم

کے دا… …م بھیجے اور ان سے تائید اور مدد مانگی اور فوجوں اور جنگی … نوں اور نقد و جنس کی حاجت کو ان کے سامنے پیش کیا اور ان سے التجا کی کہ آئیں اور میری اعانت اور دستگیری کریں

تو گر الہام … مطلب ہے تو اسکے یہ معنی ہوں گے کہ خود سید صاحب نے اپنے الہام … خلاف عمل کیا اور مخلوق سے دستگیری کی التجا کی یا سید صاحب کے اس الہام کا یہ مطلب ہے کہ صرف خاص … رشد و ہدایت میں فقط شاہ … العزیز صاحبؒ سے التجا نہ کرو اگر الہام کا یہی مفہوم ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ ان تمام شقوں اور ان سب صورتوں میں یہ الہام قرآن مجید و فرقان حمید کے خلاف ہو گا کہ اللہ تعالیٰ (خالق الکل) نے مخلوق کے … نہ مخلوق کے تعلق کو خود قائم فرمایا اور مخلوق سے اعانت و دستگیری و ہدایت کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا۔

یا ایھا الذین امنوا وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (ترجمہ) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ اختیار کرو (یعنی حضرت خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو ہادی و مرشد ہونے کا وسیلہ اختیار کرو) اور راہ خدا میں کوشش و مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ (پارہ ۶۔ رکوع ۱۰ سورہ مائدہ)

جیسے ہی قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا اور احسان جتایا گیا۔

لقد من اللہ علی المومنین	یعنی اللہ نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان
اذ بعث فیھم رسولا منھم	کیا ہے کہ ان میں ان ہی کا رسول بھیجا جو انکو
یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم	خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انکو

ویعلمهم الکتاب والحکمه   روحانی وجسمانی آلودگی سے پاک وصاف کرتا ہے اور ان کو کتاب الٰہی اور حکمت معاد ومعاش کی تعلیم دیتا ہے۔

ارشاد ربانی کا مفہوم | اس الٰہی کلام پاک کا مفہوم یہ ہوا کہ:۔
اے ایمان والو! دینی اور دنیوی معاملات میں رضائے الٰہی کی سیدھی راہ اختیار کرو۔ یہ کہ ہمارے نبی ورسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے التجا پیش کرو اور پھر ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو۔

اتباع رسالت مآب کا اعزاز واحترام | حقیقت یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے امور معاد ومعاش کی تعلیم نفوس کا تزکیہ اور رشد و ہدایت کا علاقہ مخلوق کی ہدایت و نجات کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خود قائم فرمایا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور اتباع و پیروی کا حکم دیا اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور ان کے اتباع کو اس درجہ اعزاز واکرام بخشا کہ ارشاد فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
قرآن مجید

یعنی اہل ایمان سے ارشاد باری ہے کہ اگر خدا کی محبت اور وحدانیت کا دعویٰ ہے تو ہمارے نبی محمد صلعم کا اتباع کرو اور ان سے استفادہ کرو ایسا کرنے پر خدا کے عاشقوں اور خدا کے چاہنے والوں سے بڑا درجہ معشوق الٰہی اور محبوب خدا ہونے کا تمہیں بخشا جائے گا!

توحید کا تکملہ | حضرت رسول مقبول (روحی فداہ) خدا کے بندے

اور خدا کی مخلوق ہیں۔ مگر توحید کا تکملہ (یعنی اعتقاد توحید کا کامل ہونا
ان کے اتباع اور اکتساب فیض اور ان کی رشد و ہدایت پر منحصر و موقوف
فرما دیا گیا۔ چنانچہ خود حق سبحانہ تعالےٰ نے حکم فرمایا:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول — یعنی اطاعت و فرماں برداری کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی

رشد و ہدایت کا تعلق حضرات انبیاء سے

ان آیات الٰہی اور ان ارشادات خداوندی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت و رشد کا تعلق حضرات انبیاء علیہ السلام سے خود ثابت و قائم فرمایا۔

ہدایت کے چمکتے ہوئے تارے

اسی کے ساتھ مندرجہ ذیل ارشاد نبوی صحابہ کرام کے اتباع و پیروی کے بارہ میں مشرح اور بالکل صاف ہے، فرمایا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم — میرے صحابہ مثل روشن تاروں کے ہیں دین کے آسمان پر جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے

التجا کرنا فرض ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہے

حضرات صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین علمائے عظام اور صلحائے امت نے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واسطہ اور وسیلہ کو اختیار فرمایا اور ان سے رشد و ہدایت کی التجا کی اور کامیاب ہوئے۔

شیطانی الہام

اوپر جو باتیں اور صورتیں بیان کی گئیں ان پہ

خدا ترسی، انصاف اور غیر جانبداری سے غور کرنے پر صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ سید صاحب کا الہام قرآن شریف کے حکم کے قطعی خلاف تھا اور جو الہام کہ کتاب و سنت کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہو وہ ہرگز ہرگز پاک الہام ربانی نہیں ہو سکتا وہ تو کھلے طور پر شیطانی الہام ہے پناہ بخدا۔

سید صاحب بے پڑھے تھے سید صاحب ایک اُمّی رہے پڑھے آدمی تھے اس شیطانی الہام کو نہ پہچانا - اور اپنے حضرت پیر و مرشد شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے منحرف اور برگشتہ ہو گئے

یہی الہام باعث گمراہی ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا یہ ہی وہ الہام ہے جو ان کی گمراہی کا عظیم الشان سبب ہو گیا۔

الہام شیطانی کا بھید اس شیطانی الہام کا بھید اور اسکی رمز یہ ہے کہ شیطان سید احمد صاحب پر قابو یافتہ ہو چکا تھا مگر اس کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر سید صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے تعلق اور وابستگی رکھیں گے تو ممکن ہے کہ ان کی توجہات کی برکت اور ان کی رشد و ہدایت سے سید صاحب میرے پھندے سے نکل جائیں گے لہٰذا اس حیلہ اور اس مکر و فریب سے شیطان نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کی توجہات اور صحبت پاک کی برکت اور استفادہ اور حفاظت سے روک دیا اور پیر و مرشد کے ساتھ سید صاحب کا تعلق یوں منقطع کر دیا اور طریقت سے اس طرح مرتد بنا دیا سید صاحب کے دل میں پندار کا بت اور غرور و گھمنڈ تھا اور وہ اس جہل مرکب میں مبتلا تھے کہ مجھے براہ راست بغیر کسی واسطہ و وسیلہ کے بارگاہِ خداوندی

الہام ہوتا ہے پس شیطان کے دھوکہ میں آگئے اور گمراہ ہوئے شیطانی الہام پہ چلے جو خلاف قرآن تھا۔ اب ان کا فرض خمسہ (پانچوں فرائض) ادا کرنا کس کام آئے گا۔

امر مفروضہ اور الہام

یہی حال ان کے دوسرے الہامات کا ہے اگر نظر غور سے دیکھا جائے مثلاً جہاد کا فرض ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اور امر مفروضہ میں الہام کا ہونا یہ احناف حنفیوں کے مذہب کے خلاف ہے اگر کہا جائے کہ جہاد کا فرض ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اور سید صاحب کو اس کی تائید اور مسلمانوں کی ترغیب کے لئے الہام ہوا۔

تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ سید صاحب کے الہامات کا نتیجہ کیا نکلا؟ تباہی و بربادی نہ کہ فتح و نصرت (جس کا بار بار الہام سید صاحب کو ہوا) کیا خدائی وعدے اور خدائی احکام ایسے ہی ہوا کرتے ہیں؟

سید صاحب کی تحریک سیاسی تحریک جہاد پر ایک نظر

دیگر امر یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ اب سید صاحب کی سیاسی تحریک اور اقدام جہاد کی حقیقت عدل و انصاف کی ترازو میں تول لی جائے اور حق و باطل کی کسوٹی پر پرکھ لی جائے۔ سید صاحب نہ تو نبی تھے نہ بادشاہ و سلطان تھے نہ قوم کے سردار نہ دین کے عالم نہ فن جنگ کے ماہرین سے تھے کسی حیثیت سے بھی جہاد کی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتے تھے ان کو جہاد اور تبلیغ اسلام کا خواب کیسے نظر آیا

دولت اسلامیہ کے زوال کا زمانہ

دہلی میں سات آٹھ سو برس تک اسلامی حکومت و سلطنت رہی سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب

کو کوئی ہمدردی اور دل چسپی اسلامی سلطنت کی فلاح و بہبود
کے لیئے نہ ہوئی حالانکہ ان کا زمانہ اور اس اسلامی حکومت،
کے زوال اور خاتمہ کا زمانہ ایک تھا انگریزوں کا قبضہ ہوتا جارہا
تھا دہلی میں برطانی ریزیڈنسی قائم ہوچکی تھی اور لال قلعہ میں،
بادشاہ برائے نام ہی تھا اس کی حکومت قلعہ کی چار دیواری سے
باہر نہ تھی اور صاف دکھائی دے رہا تھا کہ اب بادشاہ اسلام
کا عزل زیادہ دیر کی بات نہیں ہے اس وقت کیفیت یہ تھی کہ توحید
کی جگہ (تثلیث) آئی اور خدائے واحد کی بجائے تین خداوں باپ
بیٹے اور روح القدس کے لئے علانیہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا
حمایت دولت الامیہ کی بجائے کہاں پہنچے؟ | اور یہ سب کچھ سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کے سامنے تھا پھر یہ کیا تماشہ ہے کہ دہ
دہلی کی اسلامی سلطنت کی حمایت پر تو ہمت کی کمر نہ باندھ سکے
اور اپنے گھر کا تو کفر و شرک نہ مٹا سکے اور چلے پنجاب میں اسلام پھیلانے

تو کار زمیں را نکو ساختی — کہ با آسماں نیز پرداختی

تم اپنے گھر کا کام تو اچھا نہ بنا سکے اب آسمان پھاڑنے کو تیار ہوئے ہو
خود معتقد کیا کہتے ہیں | یہ ایک حقیقت ہے جس کو واضح طریقہ سے
بیان کیا گیا اور جو سید احمد صاحب کے معتقدوں سے بھی پوشیدہ
نہیں ہے چنانچہ ان کے ایک بڑے مداح اور معتقد اور مبلغ ابو
الاعلیٰ مودودی صاحب کا بھی کہنا یہی ہے کہ
جس وقت یہ حضرات سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب جہاد
کے لئے اٹھے ہیں اس وقت کسی سے یہ بات چھپی ہوئی نہ تھی کہ

ہندوستان میں اصل طاقت سکھوں کی نہیں بلکہ انگریزوں کی ہے
اور اسلامی انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی طاقت اگر ہو سکتی ہے
تو وہ انگریزوں کی ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ الفرقان بریلی کا
شاہ ولی اللہ نمبر ص۹۸

کچا چٹھا طویل ہے | ان کی تمام باتیں اگر ناظرین کے سامنے پیش
کی جائیں تو ہم اپنے بحث اور اپنے موضوع سے دور چلے جائیں گے
بس اس حقیقت کو جو ہر طرح ثابت اور ظاہر اور آشکارا ہے سمجھ لیا جائے

برطانیہ کی حمایت کا اقدام | کہ پنجاب پر قبضہ کرنے کی انگریزوں کو
ضرورت تھی اور یہ پنجاب پر چڑھائی اور لشکر کشی انگریزوں کی
حمایت کا کھلا ہوا اقدام تھا

پنجاب پر برطانی قبضہ | اس اقدام کا نتیجہ برطانوی ڈپلومیسی (انگریزوں
کی خواہش وآرزو) کے مطابق نکلا اور پنجاب پر بس تھوڑے ہی عرصہ
کے بعد انگریزوں نے قبضہ کرلیا اور دہلی کے اسلامی تاج و تخت کو جس
جہادی اسپرٹ اور جس فوجی امداد کی ضرورت تھی اس وقت اسلامی کی
بربادی کو سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ نے
بالاکوٹ میں پورا کر دیا۔

ایک تعجب کی بات | ایک بڑے تعجب کی بات کہ ۱۸۵۷ء ستاون کے ،
ہنگامہ کے بعد انگریزوں کا زبردست قبضہ پورے ہندوستان
پر ہو چکا تھا اور ملک کے اندر مسلمانوں کی حریفانہ قوت
وطاقت ہر طرح مٹا دی گئی تھی اس کے باوجود جہاد
کے نام سے انگریزوں کو اتنا ڈر اور خوف تھا کہ

مئی ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک اہل ہند کو آزادی دینے کی وقت تک کسی مسلمان کی مجال نہ تھی کہ علانیہ طریقہ سے جہاد کی دعوت و تبلیغ کر سکے اور تھوڑے مسلمانوں کے لیئے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ وہ جہاد کی تیاری کے لیئے اکٹھے ہو سکیں۔

انگریزوں کو مسلمانوں سے اور جہاد کے نام سے اتنا ڈر اور خوف تھا

سید صاحب کے لیئے برطانوی سہولتیں!	سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا جہاد اور بالاکوٹ کا حادثہ۔

ہنگامۂ غدر ۱۸۵۷ء آٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے جبکہ پورے ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ نہ ہوا تھا اور انگریزی حکومت کو مسلمانوں کی تحریک جہاد اور جہاد کی علانیہ تبلیغ و ترغیبی مواعظ سے زیادہ خوف و خطر ہونا چاہیئے تھا مگر حالت یہ تھی کہ جہاد کے لیئے انگریزی حکومت کے تحت اقتدار علاقوں میں مجاہدین کا لشکر تیار کیا جاتا تھا ان کے لیئے سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ چندے فراہم کرتے تھے رسد کا سامان و اہتمام کیا جاتا تھا کھلم کھلا جہاد کے لیئے وعظ کیئے جاتے تھے۔ مگر انگریزوں کو ان باتوں سے کوئی خلاف و اندیشہ اپنی حکومت کے لیئے نہ ہوتا تھا نہ مجاہدین کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی جاتی تھی۔ نہ اس لشکر مجاہدین سے بظاہر کسی قسم کا عہد و پیمان انگریزی حکومت کا ہوا تھا۔

گویا برطانوی حکومت کی یہ ایک اپنی ہی فوج ہے جو ......

اس کے زیر اقتدار مملکت سے گزر رہی ہے اور اسی لئے اسے بے خوف و خطر راستہ دیا جا رہا ہے اور برطانیہ کے ساتھ تو اس کی وفاداری پر پورا بھروسہ و اعتماد کیا جا رہا ہے اور مجاہدین کے سامان رسد کی جو ہنڈیاں چندہ کے روپے کی تھیں جب وہ کیش نہیں ہوتیں (سکارتی) نہیں جاتیں اور مقدمہ برطانوی عدالت میں دائر ہوتا ہے تو مجاہدین کو ڈگری دی جاتی ہے (یہ سب باتیں اسی تاریخ عجیبہ سے ماخوذ ہیں)

<u>یہ کیا معمہ ہے</u> | غرض اول سے لے کر آخر تک سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور ان کے لشکر کے لئے انگریزی حکومت کی حمایت و تائید صاف دکھائی دیتی ہے ان پر یہ بھروسہ اور ایسا اعتماد اور ایسی حمایت و تائید یہ کیا معمہ ہے!

<u>احسان کا بدلہ احسان</u> | ناظرین یہ خیال نہ فرمائیں کہ صرف سرکار انگریزی کی طرف سے ہی سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب پر انعامات و اکرامات ہوتے تھے بلکہ اس کے بدلہ اور جواب میں یہ لوگ بھی احسان کا بدلہ احسان سے کرتے تھے اور برطانیہ کے ساتھ حق وفاداری کا اظہار بھی کرتے تھے ذیل کے حوالے ملاحظہ ہوں

<u>انگریزوں پر جہاد کرنا درست نہیں ہے</u> | (صحیح روایت ہے کہ) سید احمد صاحب کے اثنائے قیام کلکتہ میں ایک روز مولانا اسمٰعیل صاحب وعظ فرما رہے تھے تو ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح

کبھی جہاد کرنا درست نہیں ہے"

ملاحظہ ہو تاریخ عجیبہ صفحہ ۱۸۳ سطر ۸)

برطانیہ کی عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے

پھر اسی مستند کتاب کے دوسرے مقام میں لکھا ہے کہ اس کتاب سوانح احمدیہ نیز سید صاحب کے مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزانہ عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید احمد صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید احمد صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو (تاریخ عجیبہ صفحہ ۱۸۲)

خود سید صاحب کا اقرار

"و نہ با سرکار انگریزی مخاصمت داریم"

اور نہ میں سرکار انگریزی سے مخاصمت و دشمنی رکھتا ہوں!

تاریخ عجیبہ صفحہ ۲۳۶ میں خود سید صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ لکھے ہیں

سرکار انگریزی کی مخالفت سے بار بار منع کیا گیا

پھر اسی تاریخ عجیبہ کے صفحہ ۲۳۶ سطر ۶ پر یہ بھی لکھا ہے کہ:-

اس سوانح احمدیہ میں بیس سے زیادہ ایسے مقامات پائے گئے ہیں کہ جہاں کھلے اور علانیہ طور پر سید احمد صاحب نے بہ دلائل شرعی پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے"

اب ان لوگوں کو کیا سمجھا جائے

یہ ہے ان دیگر لوگوں کے جہاد کی حقیقت اور یہ ہے ان کے غازی اور شہید اسلام ہونے کا ماجرا۔

کام اور مقصد تو برطانیہ کا پورا کیا اور احسان اس کا مسلمانوں پر یہ تمام حقیقت اب ناظرین کے سامنے ہے)

برطانیہ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت | پس اس معتبر و مستند کتاب سوانح احمدیہ میں سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور ان کی جماعت کی برطانیہ کے ساتھ وفاداری اور خیر سگالی اور برطانوی مدح و ستائش کی جو باتیں موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ سید صاحب کی سیاسی تحریک حقیقت میں حقیقی اسلامی تحریک جہاد تھی (در بارۂ قبضۂ پنجاب) انگریزوں کی امداد اور اعانت نہ تھی بکسر خلاف واقعہ ہے۔

سید صاحب کے بعد ان کی جماعت کے لئے انگریزوں نے جو پالیسی اختیار کی وہ یورپ کی سلطنتوں کی ڈپلومیسی سیاسی کارروائیوں کا ایک نمونہ تھی۔

حادثہ بالاکوٹ کے بعد جلد ہی انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کر لیا اور سید صاحب اور ان کے رفقا اور معتقدین سے جو کام لینا تھا لے لیا ضرورت پوری ہو گئی اس کے بعد انگریز سید صاحب کی تحریک جہاد کو کیوں باقی رہنے دیتے پس انگریزوں نے وہ ہی کیا جو سیاسی دور اندیشی سے یورپ کے پالیٹیشنز (سیاست داں) بالعموم کیا کرتے ہیں اور جھوٹے الزام لگا کر ان لوگوں سے بعض کو سزائیں دی گئیں یہ مقام عبرت ہے۔

حقیقت پر پردہ ڈالا | سیرت سید احمد شہید جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے اس کے مولف سید ابو الحسن علی ندوی صاحب نے سید صاحب اور ان کے رفقا کی طرح دشا کی لمبی لمبی داستانیں تو ادب و انشار کے رنگ میں ڈوبی ہوئی سپرد قلم

کی ہیں اور ہر مقام پر جی بھر کر خوش اعتقادیاں تو مولف سیرت احمد شہید نے ظاہر کی ہیں چنانچہ ایک مقام پر اسی کتاب میں بحوالہ تذکرۃ الرشید یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بزرگی میں سید احمد صاحب اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے بڑھ کر تھے اور اپنی ہجری صدی کے مجدد تھے وغیرہ وغیرہ شاباش

مولف سیرۃ احمد شہید نے بہت بڑی چشم پوشی یہ کی کہ سید صاحب کے الہامات اور فتح و نصرت کے خدائی وعدوں کا تذکرہ بجز ایک سرسری اشارہ کے نہیں کیا یعنی سید احمد صاحب نے اپنی فتح و نصرت کے جو الہامات مکاشفات عوام و خواص پر بار بار ظاہر کئے جیسا کہ اس خاتمۃ الکتاب میں واضح طریقہ سے لکھ دیا گیا ہے ان الہامات و مکشوفات سید صاحب کو نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ یہی چیز ہے جو ساری داستان کی جان سخن اور روح رواں ہے اور سید صاحب کی مجددیت اور صداقت کو پرکھنے کی یہ وہ کسوٹی ہے جسے خود سید صاحب نے بڑے دعوی کے ساتھ پیش کیا اور اس معیار سے وہ کھرے ثابت نہ ہوئے

یعنی جب خدا کی طرف سے سید صاحب کے ساتھ ان کی فتح و نصرت اور کامیابی اور کامرانی کے وعدے کئے گئے تو۔ پھر یہ الہی وعدے پورے ہونے چاہیے تھے کیونکہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا

ولا تھنوا ولا تحزنوا — اپنی فتح اور ظفر کی طرف سے مایوس ہو کر نہ تو
وانتم الاعلون! — ہمت ہارو اور نہ کسی وجہ سے غم کیا کرو
ان کنتم مومنین! — تم ہی بالآخر غالب و فتحیاب ہو گے اگر تم سچے ایمان والے ہو

نیز فرمایا

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ

سورہ مجادلہ پارہ ۲۸ رکوع ۲

خدا تو لکھ چکا اور اسکا یہ فیصلہ اٹل ہے کہ میں اور میرے رسول اور میرے دین کے مخالفوں پر غالب آکر رہیں گے بے شک اللہ بڑا ہی زبردست اور زور آور ہے

حقیقت بے پردہ ہے سید صاحب کے ان الہامات و مکاشفات کا پورا نہ ہونا اور ان کے مفہوم و منشا کے بالکل خلاف حالات کا ظہور میں آنا ثابت کرتا ہے کہ سید احمد صاحب نے جو غیبی خبریں دیں اور اپنی فتح و ظفر کی جو بشارتیں لوگوں کو دیں ان سب کا منشاء و مبدا محض تصرفات شیطانی تھا۔ حقیقت میں خداوند قادر مطلق سے اور مبدا اصلی حقیقی سے ان سب کا کچھ واسطہ اور علاقہ نہ تھا۔ اور سید صاحب الٰہی دین اسلام کے مجدد نہ تھے طریقہ منکرا دلہ (اہلحدیث) کے اور ایک طریقہ مخترعہ محدثہ کے ہی امام و مجدد اپنی صدی میں تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ سید صاحب ہی کی وہ مجددیت ہے جس نے ہندوستان میں گستاخ اور بے ادب وہابیت کی بنیاد رکھی اور چاروں اماموں کی تقلید سے انکار کا شیوع و ظہور ہوا ان کے خلفاء مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ ان ہی کی تعلیم و تربیت اور ان ہی کی صحبت و فیضان کے زیر اثر حضرات انبیاء اور اولیاء کی توہین و تحقیر اور گستاخی و بے ادبی کے درپے ہوگئے اور ان مقبولین بارگاہ خدا حضرات کی تعظیم و تکریم سے انکار کیا اور مخلوق کے لئے خدا کی درگاہ عالی میں ان کے وسیلہ اور شفاعت کے عقیدہ کو شرک ٹھہرایا اور قرآن مجید اور احادیث

شریف کے معنوں اور مطلبوں میں تحریف کی اور مطلب کتاب و سنت کا کچھ کا کچھ بتایا
فتنۂ عظیم ایسے مجدد تھے کہ شریعت محمدی میں ایسا عظیم فتنہ برپا
کر دیا اس کی حقیقت سید صاحب کے سب سے بڑے خلیفہ مولوی اسمٰعیل صاحب
کی مشہور کتاب تقویت الایمان سے بالکل واشگاف و آشکارا ہے
بڑا سبب سید صاحب کی بدعت جو گمراہی اور بے ادبی پھیلی اس کا اصلی اور بڑا
سبب یہ ہے کہ سید احمد صاحب خود شیطانی الہامات اور ابلیسی تعلیم اور توجہ
کی تاثیر سے متاثر ہوئے جیسا کہ اوپر لکھے ہوئے واقعات عجیبہ سے ناقابل
تردید طور پر ثابت ہے اسی شیطانی تاثیر کا کرشمہ ہے جو سید صاحب کے مریدوں
اور خلیفوں میں ظاہر ہوا کہ وہ اسی درخت کے پھل پھول تھے۔ سوانح احمدیہ
میں لکھا ہے کہ سید صاحب نے بعض خلفا کو غیبی الہام کے بموجب خلافت
دی اور سید صاحب کے الہام کی حقیقت ظاہر ہے کہ وہ شیطانی الہام تھے
اور مولوی اسمٰعیل صاحب چونکہ سید صاحب کے سب سے بڑے خلیفہ
تھے پس دوسرے مریدوں کی نسبت ان کے اندر شیطان کی ناپاک
تعلیم و توجہ کی زیادہ تاثیر آنی ہی تھی۔ چنانچہ وہ تاثیر غلبہ اور زیادتی
کے ساتھ آئی۔ اور ماجرا یہ ظہور میں آیا کہ مثل شیطان مردود کے
پیر و مرید دونوں میں حضرات مقبولین بارگاہ خدا کے ساتھ دشمنی
اور نفرت سلوک کر گئی

بس یہ ہے وہ مجددیت جس کے رنگ روپ میں
مسلمانوں کو دھوکا دیا گیا اور گمراہی اور بے
دینی پھیلائی گئی۔

سید صاحب کے بعض دوسرے خلفا سید صاحب کے

بہت سے مرید اور کئی خلفا تھے بعض وہ تھے جو بالاکوٹ
کے معرکہ سے پہلے ہی ہندوستان واپس چلے آئے تھے
جیسے کہ مولوی سخاوت علی صاحب اور مولوی کرامت علی
صاحب جونپوری وغیرہ ہیں۔

پاک سے پاک ناپاک سے ناپاک | ان لوگوں کی فقیری اور
درویشی بھی پاک فقیری اور پاک درویشی نہ تھی اسلئے
کہ طریقت اسلامی کا واضح مسئلہ ہے کہ پاک سالکوں سے پاک
اور ناپاک سالکوں سے ناپاک ولادت معنوی ہوتی ہے
پاک سے ناپاک اور ناپاک سے پاک ولادت معنوی ہرگز
نہیں ہو سکتی۔

کیا خوب فرمایا حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ع
زمین شور سنبل بر نہ آرد

بھائی مسلمانو! بچو! برادران اسلام! سید احمد صاحب کا
سلسلہ ناپاک ہے کیونکہ سید صاحب شیطان مردود کی
توجہ سے متاثر ہوئے اور اسی کی تعلیم و رہنمائی کے مطابق
چلے اور خدا کی رحمت شیطان اور ذریات شیطان پر
کبھی نہ ہوگی۔

وان علیک !!! اے شیطان! بیشک تیرے اوپر میری
لعنتی الی یوم الدین (خدا کی) لعنت قیامت تک ہے

پس اس وجہ سے ثابت ہے کہ جتنے شیطانی طریقے اور
شیطانی سلسلے ہیں سب میں گمراہی اور ناپاکی قباحت

تک جاری رہے گی۔

ہدایت گمراہی سے ممتاز ہے اسی کے ساتھ خدائی انتظام مخلوق کی حفاظت کا فرما دیا گیا ہے

قد تبین الرشد من الغی بے شک رشد و ہدایت ممتاز ہو گمراہی سے

اب برادران اسلام کا کام ہے کہ وہ اپنے دین و ایمان کو زیر سایۂ دامن حضرات انبیاء و اولیاء بچائیں اور دیکھ لیں اور فیصلہ کر لیں کہ ایک طرف تقویۃ الایمان کے پھیلائے ہوئے بے ادبانہ و گستاخانہ عقیدے ہیں۔ دوسری طرف سلف صالحین کا اور اسلام کے سواد اعظم کا دربارہ توحید و شرک اور دربارہ احترام حضرات انبیاء اولیاء اور دربارۂ وسیلہ اور شفاعت مسلک و اعتقاد ہے۔

اب یہ فیصلہ کرنا کہ کس کی پیروی باعث نجات ہے اور کس کی پیروی کھلی ہوئی گمراہی اور باعث بربادی ہے دشوار نہیں ہے اور سیدھی راہ اس کتاب کے پڑھنے والوں پر بالکل واضح اور روشن ہے اب رشد و ہدایت گمراہی و باطل پرستی سے ممتاز ہے اور رشد و ہدایت کی راہ کو اختیار کرنا آسان ہے بشرطیکہ حق شناسی اور انصاف اور غیر جانب داری کے ساتھ اس کتاب کو پڑھا اور سمجھ لیا جائے

وما علینا الا البلاغ

التجا بدرگاہ رب العطایا

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا
من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار! راہ ہدایت دکھانے
کے بعد ہمارے دلوں کو ڈانوا ڈول نہ کر اور اپنے
دربار سے (خلعت) رحمت کا ہمیں بخشش فرما کچھ
شک نہیں کہ تو بڑی عطا و بخشش کرنے والا ہے

کمترین خدام
مترجم

قطعات تاریخ

از جناب حافظ مغفور احمد صاحب کوکب بنارسی

ملا اسمٰعیل کی تقویت الایمان ہے
اس میں مزخرفات ہیں اور اختراع ملحدین
شرح صدر نے کیا رد و قلع و قمع خوب
اسکے مغالطات کی دھجیاں سب بکھیر دیں
شرح صدر اصل میں ہے بزبان فارسی
نقش و نگار خامۂ حضرت شیخ عارفین
بندۂ خاکسار نے اردو میں ترجمہ کیا
مرضئ پاک شیخ تھی راہ نمائے کمترین
ترجمہ ان کے فیض سے ہوگیا بامحاورہ
خوب روانی آگئی طرز ادا ہے دلنشیں
حق کمال ترجمہ پھر بھی کہاں ادا ہوا
مشق نہیں نظر نہیں علم نہیں ہنر نہیں
کوکب زار نے لکھا ہجری میں سال طباع
ردّ وہابیہ میں ہے شرح صدر حصن دین

۱۳۶۸ھ

دیگر قطعۂ تاریخ

از جناب کوکب بنارسی

جید امجد نے لکھی خوب کتاب ؎ جسکے مضمون سے ہوئے سب مسرور
سنی میں ہے کتاب حضرت ؎ ترجمہ میں نے کیا تا مقدور
کر رقم سال طباعت کوکب
تحفہ بہر شرح صدور

۱۹۴۹ء

ہدیہ -/۲۲ روپے

بار اول ۱۹۴۹ء مطابق ۱۳۶۹ھ
بار دوم فروری ۱۹۶۵ء مطابق شوال ۱۳۸۴ھ
بار سوم جولائی ۱۹۸۲ء " " ۱۴۰۲ھ

فتوح الغیب اردو سرکار بغداد کی اس مشہور کتاب سے کون واقف نہیں؟ حضرت فخر العارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین کی اس کتاب اور محاسن احیاء العلوم کی ذات نے ہمیں بے نیاز کر دیا۔ فتوح الغیب میں کیا ہے؟ وہ موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سالک راہ سلوک کو شروع میں دی جاتی ہے آخر تک اس پر عمل باقی رہتی ہے۔ نیز وہ ہدایات جو کاملین وعارفین کے لئے ہیں ہر بندہ خدا کے لئے بیشمار دینی ودنیوی فوائد وبرکات کا خزانہ، کان جواہرات اور نسخۂ اکسیر اعظم ہے۔ اردو ترجمہ صاف اور بامحاورہ عکسی طباعت مترجم الحاج حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہ صاحب۔ قیمت مجلد /۱۵ روپے

سیرت فخر العارفین حصہ اول پیر الملت والدین فخر العارفین حضرت مولانا سید شاہ محمد عبد الحئی قدس سرہٗ کے حالات، طیبات وارشادات تعلیمات وکرامات کا بیان ہے۔ تقطیع ۲۲×۳۶ صفحات ۲۵۰۔ کتابت وطباعت بے نظیر کاغذ نہایت عمدہ۔ قیمت مجلد ۸ روپے۔

سیرت فخر العارفین حصہ دوم یہ سیرت فخر العارفین قدس سرہٗ کا دوسرا حصہ ہے اس میں آپ کے ملفوظات شریف، سلوک رسائل، الدوست معنوی، عرفی راز خفا اور اس کی تشریحات وتوضیحات یا ۔۔۔ اور پاک فقیری کا بیان ہے اور یہ قطب الزماں غوث دوراں فخر العارفین سیدالسادات حضرت مولانا سید محمد عبد الحئی شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے ارشادات سے ہے کتابی سائز صفحات ایکسو ساٹھ ۱۶۰ مجلد ۸ روپے

پورا سیٹ تینوں حصے کامل مجلد /۵۵ روپے

سیرت فخر العارفین حصہ سوم حضرت فخر العارفین قدس سرہٗ کے ملفوظات، مکشوفات اور ارشادات جن کا تعلق ہدایت، بندگان خدا سے ہے۔ اس کے علاوہ مفصل تذکرہ حضرات خلفاء ہندوستانی دامت برکاتہم، شجرات طیبات اور بہت سی ضروری باتیں جو سالکان طریقت کے لئے مفید اور ضروری ہیں۔ کتابی سائز صفحات چار سو آٹھ۔ قیمت مجلد /۲۵ روپے

سیرت فخر العارفین حصہ چہارم۔ زیر ترتیب

تنقید تقویت الایمان

یہ کتاب شرح الصدور (جو تقویت الایمان کی تنقید میں ہے) اور جو شیخ العارفین حضرت شاہ مخلص الرحمٰن قدس سرہٗ کی تصنیف ہے کا عام فہم اردو ترجمہ ہے۔ اہل طریقت اور عاشقان اولیاء اللہ کے لئے صحیح معلومات کا عظیم خزانہ ہے۔ قیمت /۲۲ روپے

ملنے کا پتہ: کامیاب کتاب گھر۔ قطب الدین اسٹریٹ، کالی مسجد، دہلی